بدچلنی اور جنسی بے راہ روی سے

بچوں کی حفاظت

کیسے کریں؟



تالیف

فضیلۃ الشیخ متعب بن محمد بن سلیمان حفظہ اللہ

مترجم

فضیلۃ الشیخ حافظ عبد الجبار حفظہ اللہ

(فاضل کنگ سعود یونیورسٹی الریاض)

مکتبہ بیت السلام لاہور / ریاض

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ

کے نام سے شروع کرتا ہوں

جو بڑا ہی مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے



بدچلنی اور جنسی بے راہ روی سے

بچوں کی حفاظت کیسے کریں؟

تالیف

فضیلۃ الشیخ متعب بن محمد بن سلیمان حفظہ اللہ

مترجم

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالجبار حفظہ اللہ

(فاضل کنگ سعود یونیورسٹی الریاض)



مکتبہ بیت السلام لاہور ریاض

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

Tel: 042-37361371 Mob: 0321-9350001

281.33
اش ب

مکتبہ بیت السلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا معیاری ادارہ

اشاعت .... اگست 2015ء

مکتبہ بیت السلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا معیاری ادارہ
الریاض: Tel: +966114381155 - +966114381122 Fax: +966114385991
Mob: +966542666646,+966566661236,+966532666640
لاہور: Email: bait.us.salam1@gmail.com
Fb:Baitussalam book store
Tel: 042-37361371
Mob: 0321-9350001
0320-6666123
رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور

فہرست

عرضِ ناشر

دینِ اسلام ایک کامل ضابطہ حیات ہے، جس میں تمام افرادِ بشر کے حقوق و فرائض کو مکمل طور پر بیان کیا گیا ہے، لہٰذا اگر ہر شخص اپنی ذمے داریاں پوری کرے اور دوسروں کے حقوق ادا کرتا رہے تو مسلم معاشرہ امن و امان کا ایک مثالی گہوارہ بن سکتا ہے اور اسلامی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انمول معاشرہ صرف اسلامی تعلیمات کے سائے ہی میں پروان چڑھ سکتا ہے۔

اسلام نے جہاں بڑی عمر کے مردوں اور عورتوں کے حقوق بیان کیے ہیں، وہیں بچوں اور چھوٹی عمر کے نونہالوں کے حقوق کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اگر ہم بچوں کے حقوق کے متعلق اپنی ذمے داریوں کو مکمل طور پر ادا کریں تو ہمارے آج کے یہ بچے کل کو اسلامی معاشرے کے ایک نہایت مفید فرد بن کر ابھر سکتے ہیں جو اپنے لیے بھی بہتر مستقبل کی نوید ہوتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی فائدہ بخش سہارا بنتے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ایسے تمام اضرار اور مفاسد سے بچا کر رکھیں جو ان کی شخصیت کو گہنا کر دیتے اور ان کی ذات کو داغ دار بنا دیتے ہیں۔

دورِ حاضر کے جدید آلات اور ٹیکنالوجی کے غلط استعمال کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل میں سے بچوں کی بدچلنی اور جنسی بے راہ روی ایک

نہایت سنگین مسئلہ ہے، جس کے تدارک کی طرف ہمیں مکمل توجہ دینی چاہیے اور اس کے لیے ہر ممکن تدبیر کو اختیار کرنا چاہیے۔

زیرِ نظر کتاب میں بچوں کے ایسے ہی مسائل موضوعِ بحث بنائے گئے ہیں اور اس سلسلے میں حفاظتی تدابیر اور مختلف طریقوں کو بیان کیا گیا ہے جو والدین اور خاندان کے سربراہان کو لازماً اختیار کرنے چاہئیں۔

اس سلسلے میں کتاب کے مولف نے بدچلنی کی تاریخ اور اس کی مختلف اقسام، دورِ حاضر میں جنسی بے راہ روی پھیلنے کے اسباب، نوخیز عمری میں بچوں کے لیے حفاظتی تدابیر، والدین کا ان کے ساتھ طرزِ عمل اور بچوں کو غلط لوگوں کی صحبت اور راستوں سے محفوظ رکھنے کے وسائل جیسے مفید موضوعات پر روشنی ڈالی ہے۔ امید ہے یہ کتاب والدین اور گھریلو سربراہان کے لیے نہایت مفید ثابت ہوگی، جس کے مطالعے کے بعد وہ بہتر انداز میں اپنے فرائض ادا کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے مولف اور مترجم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس عمل کی تکمیل میں حصہ لینے والے تمام حضرات کے لیے اسے بلندیِ درجات کا سبب بنائے۔ آمین یا رب العالمین

والسلام

ابو میمون حافظ عابد الٰہی (ایم۔اے)

مدیر مکتبہ بیت السلام لاہور۔ ریاض

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ [یوسف: ۱۱۱]

''البتہ یقیناً ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے۔''

تاریخ کے متعلق قرآن مجید کی آیات عبرت حاصل کرنے کے لیے ہیں، صرف اس ماضی میں جینے کے لیے یا اس کی عظمت کے گیت گانے کے لیے نہیں۔

جب کوئی مشکل پیش آئے تو ماضی کی طرف دوڑنے اور اس کی گود میں پناہ ڈھونڈنے کی روش اب ترک کر دینی چاہیے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

''صلاح الدین ایوبی کو آرام کرنے دو۔ اگر وہ سچ مچ تمھارے سامنے کھڑا ہو گیا تو تم اس کو قتل کر دو گے!''

باب 1

جنسی کج روی کی تاریخ اور اقسام

﴿وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ﴾ [هود: ۷۸]

''اور اس کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے، جبکہ وہ پہلے ہی سے برے عمل کرتے تھے۔ اس نے کہا: اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں (ان سے نکاح کرلو)، یہ تمھارے لیے پاکیزہ تر ہیں، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں؟''

اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم الشان نعمت ہے کہ اس نے سلامت روی اور استقامت کو اصل اور فطرت قرار دیا ہے۔ انحراف، یعنی بے راہ روی استثنائی حالت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

''میں نے تمام انسانوں کو ایک رخ پیدا کیا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ أَكْثَرَ

النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ [الروم: ۳۰]

''چنانچہ (اے نبی!) آپ یکسو ہوکر اپنا رخ دین کے لیے سیدھا رکھیں، اللہ کی فطرت (اختیار کرو) جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ﴾ [طٰہٰ: ۵۰]

'' اس (موسیٰ) نے کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی شکل وصورت دی، پھر ہدایت دی۔''

لیکن شیطان آدم اور اس کی اولاد سے حسد رکھتے اور تکبر کرتے ہوئے ان کی تاک میں بیٹھ گیا، اس نے کہا:

﴿وَ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَ مَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَ لِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا﴾ [النساء: ۱۱۹]

''اور میں انھیں گمراہ کروں گا اور انھیں امیدیں دلاؤں گا اور میں انھیں حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بناوٹ میں رو و بدل کریں گے اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنا لے تو وہ یقیناً کھلے نقصان میں جا پڑا۔''

اللہ عزوجل نے مرد کو عورت کے لیے اور عورت کو مرد کے لیے کافی بنا دیا ہے اور ان کے تعلق کو پاکیزگی، پاک دامنی، نسل کی بقا، تعمیر اور فطرتِ سلیم کا ضامن بنا دیا ہے۔ کسی کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا ہو

گی، لیکن شیطان نے بھی اپنی یہ بات کہی ہوئی تھی:

﴿قَالَ اَرَءَیْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ لَىٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ [بنی إسرائیل: ٦٢]

”کہنے لگا: بھلا دیکھ تو اسے جسے تو نے مجھ پر عزت دی ہے، اگر تو مجھے یومِ قیامت تک ڈھیل دے تو تھوڑے لوگوں کے سوا میں اس کی تمام نسل کی جڑ کاٹ دوں گا۔“

نیز کہا:

﴿قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ [الحجر: ٣٩]

”اس نے کہا: میرے رب! مجھ کو تیرے گمراہ کرنے کے سبب یقیناً میں ان (لوگوں) کے لیے زمین میں (گناہ) خوش نما بنا دوں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا۔“

جنسی کج روی کی حرمت:

کچھ لوگوں نے انسانیت کے چہرے پر مکروہ ترین اور نفرتِ انگیز گندگی ملتے ہوئے اس فطرت سے روگردانی کی، جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے دین اور فطرت کے قواعد کے اندر رہتے ہوئے جنسِ مخالف کے ساتھ درست تعلق قائم کرنے کو کافی نہیں سمجھا اور اپنے آپ کو شیطان کے احکامات کی لگام میں دے دیا۔ انھوں نے غلط اور بے ہدایت انداز سے اپنی شہوتوں کی پیاس بجھانا شروع کر دی۔ یہ اپنی بیویوں کے ساتھ شاذ انداز میں جنسی کھیل کھیلتے ہیں (جیسے مرد کا دبر میں جماع) یا ہم جنس پرستی کی لت میں پڑ

جاتے ہیں (جیسے لونڈے بازی ہے) یہ انحطاط اور گراوٹ کی اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جانوروں اور مردہ انسانوں کے ساتھ بھی جماع کرنے سے باز نہیں آتے۔

اللہ تعالیٰ نے شاذ جنسی سرگرمیوں کی یہ تمام شکلیں اور قومِ لوط کی بدفعلی، یعنی لونڈے بازی حرام قرار دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ [الأعراف: ٨٠، ٨١]

''اور لوط کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے بھی نہیں کی؟ بے شک تم جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ تم لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہو۔''

شارع، یعنی نبی کریم ﷺ نے قومِ لوط کی بدفعلی کی بڑی کڑی اور عبرت ناک سزا متعین کی ہے۔ فرمایا:

''جس کو تم قومِ لوط کی بدفعلی (لونڈے بازی) کرتے دیکھو تو فاعل (کرنے والا) اور مفعول (کروانے والا) دونوں کو قتل کر دو۔''

دبر (مقعد) میں جماع کی حرمت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ

الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ [البقرة: ۲۲۲]

''اور (اے نبی!) لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے: وہ تو گندگی ہے۔ تم حیض (کی حالت) میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے ہم بستری نہ کرو، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے، بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرتا ہے، وہ ملعون ہے۔''

اس باب میں ہم انحراف (کج روی) اور قومِ لوط کی بدفعلی کی مفصل تعریف ذکر کرتے ہیں، کیوں کہ یہ انحراف اور بے راہ روی اسی قوم میں سب سے پہلے پیدا ہوئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ [الفرقان: ٦٣]

''اور جب جاہل لوگ ان سے بات کریں تو وہ کہتے ہیں: سلام ہے۔''

یعنی جاہل سے مخاطب ہوتے وقت اس سے سلام اور درست بات کہو، جس میں سلامتی، پیار، محبت اور اس کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے والے الفاظ ہوں، اس کو مزید بھڑکا کر جلتی پر تیل کا کام نہیں کرنا۔

1 فصل

قومِ لوط کی بدفعلی کی تاریخ

اس فصل میں درج ذیل امور زیرِ بحث آئیں گے:

1 شذوذ کا لغوی معنی۔
2 فحش کا لغوی معنی۔
3 قرآن میں لفظِ فحش کا معنی۔
4 ہم جنس پرستی کی تعریف۔
5 سدوم کے علاقے کی سیٹیلائٹ کے ذریعے حاصل کی گئی تصاویر۔
6 قومیں جن میں لونڈے بازی عام ہوگئی۔
7 عصرِ حاضر میں لونڈے بازی۔

اس آخری صدی کے نصف میں مغربی دنیا میں جنسی شدوذ اور انحراف کے حامل لوگ اپنی پوشیدہ کمین گاہوں سے باہر نکلے اور انھوں نے اس کے لیے منظّم اور علانیہ کام کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے ملکوں، حکومتوں، معاشروں اور بین الاقوامی تنظیموں سے اپنا وجود منوایا۔

انھوں نے ایک بڑی موثر اور ضخیم ادبی، فنی اور ابلاغی پیداوار، بلکہ کھیل کے ذریعے بھی اپنا یہ سفر جاری رکھا، جس سے ان کا ذاتی ادب، علامات اور اولمپک کھیل وجود میں آئے۔ اس کے بعد یہ سیاسی میدان میں بھی کود پڑے

اور یہ ارکانِ اسمبلی، پارلیمنٹیرینز، شہروں کے میئرز، وزرا اور سیاسی جماعتوں کے راہنما بن گئے۔

یہ اہداف حاصل کرنے کے بعد ان منحرف لوگوں نے اپنی بین الاقوامی تنظیموں کی ذیلی شاخوں کے ذریعے ہم جنس پرستوں کو شادی قانونی حق دلوانے کے لیے وسیع پیمانے پر مہم شروع کی۔ انھیں مختلف مغربی ممالک میں کامیابی بھی حاصل ہوئی، اس کے بعد انھوں نے آسمانی مذاہب کے نظاموں کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور یہودیت اور مسیحیت میں ان کی یہ کوششیں ثمر بار ہوئیں، لیکن اسلام ان کے سامنے ایک مضبوط قلعہ بن کر کھڑا ہو گیا۔

جو گذشتہ نصف صدی سے ہم جنس پرستوں کے اس سفر کا مطالعہ کرتا ہے، اس کے سامنے یہ حقیقت کھل کر آتی ہے کہ ان کو قوت اور اقتدار حاصل ہو چکا ہے۔ صرف ایک چیز انھیں پریشان کرتی ہے اور وہ مخالفین اور تنقید کرنے والوں کی آوازیں ہیں، جو ان کے خلاف اٹھتی ہیں۔

1 شذوذ کا لغوی معنی

"شَذَّ" کا معنی ہے: جمہور کی راہ سے علاحدہ ہونا۔ انتہائی کم لوگوں کو شذاذ جاتا ہے۔ شاذ: قلیل، نادر، خلافِ قاعدہ اور بد اُطوار آدمی کو کہتے ہیں۔

شذوذ...... اصطلاح میں:

ہر اس شخص کو شاذ اور کج فطرت کہا جاتا ہے جو غیر فطری انداز میں جنسی عمل کرتا ہے۔

"جنسی شذوذ اور کج روی" اصطلاح کے طور پر دوسروں کے درمیان

جنسی تعلق کے لیے استعمال ہونے والا جملہ ہے، جسے عرفِ عام میں لونڈے بازی یا اغلام کہا جاتا ہے۔

اس بدکاری کا نام کسی صورت اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی حضرت لوط علیہ السلام کے نام سے نکالنا جائز نہیں، یعنی اس کو لواطت یا لوطی بازی کہنا روا نہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اس بدکاری میں مبتلا تھی تو ہم ہر لونڈے باز کو لوطی کہیں، لیکن اگر ہم اس کو ان کی طرف منسوب کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں قومِ لوط کی بدکاری، حاشا وکلا حضرت لوط علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت نہیں۔ تاہم اس بدکاری کا صحیح نام ''فاحشہ'' ہے۔ یہی لفظ حضرت لوط علیہ السلام نے اس وقت استعمال کیا تھا جب اپنی قوم کو مخاطب کیا:

﴿وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ [الأعراف: ۸۰، ۸۱]

''اور لوط کو بھیجا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے بھی نہیں کی؟ بے شک تم جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ تم لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہو۔''

2 فحش کا لغوی معنی

''فحش'' قولی اور عملی بدکاری کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: ''فَحُشَتِ الْمَرْأَةُ'' عورت خراب ہوئی۔ فاحش بداخلاق کو کہتے ہیں، ''فحشاء'' کے معنی زنا کاری، بداخلاقی، خلافِ فطرت، لونڈے بازی ہے۔ ''فَاحِشَة'' کا معنی ہے

دبر میں جماع کرنا، جس طرح ابن قدامہ نے صریح الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

3 قرآن میں لفظ فحش کا معنی

قرآن کریم میں "فحش" اور "فحشاء" کی تفصیل ذکر ہوئی ہے جو جنسی انحراف کی ماہیت پر صادق آتی ہے، کیوں کہ یہ "فحشاء" میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں کہا ہے:

﴿إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ أَن تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ١٦٩]

"بس وہ تو تمھیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ کے بارے میں وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے۔"

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَآءِ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ٢٦٨]

"شیطان تمھیں تنگدستی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔"

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ [العنكبوت:٤٥]

"اور (اے نبی! جیسے پہلے نبیوں پر کتابیں نازل کیں) اسی طرح ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب نازل کی ہے تو اس (قرآن) پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنھیں ہم نے (اس سے پہلے) کتاب دی،

اور ان (اہلِ مکہ) میں سے بھی بعض اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار تو کافر ہی کرتے ہیں۔''

چنانچہ ''فحشاء'' قباحت اور برائی کی آخری شکل ہے، جیسے: زنا کاری اور بہتان بازی۔

یہ آیاتِ مبارکہ اہم اشارات پر مشتمل ہیں۔ ایک اشارہ یہ ہے کہ فحش شیطان کا حکم ہے محض وسوسہ نہیں، بلکہ یہ تو وہ کام ہے کہ شیطان اپنے بڑے بڑے کام چھوڑ کر اس کا تاکیدی حکم دیتا ہے۔

اس آیت میں ہر طرح کی فحاشی بالخصوص لونڈے بازی کا علاج بھی ذکر ہوا ہے، جو نماز ہے، اس میں جسمانی صحت بھی ہے نفس کی صحت بھی اور وضو کے ذریعے طہارت بھی۔ بالخصوص شذوذ اور انحراف کے مقامات کی، پھر نفسیاتی اور جسمانی صحت کے ذریعے ہی اس کا علاج ممکن ہے۔

ہم جنسی پرستی کو انگریزی میں Homosexuality کہتے ہیں۔

4 ہم جنسی پرستی کی تعریف

یہ معلومِ عام ہے کہ مغرب نے جنسی طور پر منحرف اور بگڑے ہوئے لوگوں کے افعال کا اقرار کیا ہے اور انھیں تسلیم کیا ہے۔ یہ کسی قوم کے مکمل انحطاط اور زوال کی ایک صورت ہے جس کا بڑا سبب دینِ حنیف سے دوری ہے۔

اس لیے ہم جنس پرستوں کے ہم نواؤں نے ایسی اصطلاحات اختیار کرنے کی کوشش کی ہے، جو بدکار اور لونڈے بازی کے اس فعلِ بد کی شناعت کم کر کے اور اس کو قابلِ قبول صورت میں پیش کر کے اس کی ترویج کی بھی دعوت دیتی ہیں، کیوں کہ انھوں نے جب دیکھا کہ لفظِ لواط یا فاحشہ، یعنی لونڈے بازی،

مسلمانوں کے لیے بڑے بھاری اور قابلِ نفرت الفاظ ہیں تو انھوں نے شواذ (منحرف اور مخالف لوگ) کا لفظ ایجاد کیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ عمومی اور روایتی اَقدار کے مخالف ہیں۔ پھر ہم جنس پرستی کا لفظ اختراع کیا، تاکہ ان کو معاشروں کے اندر ایک حصار مہیا کر دیا جائے۔

یہاں اس بات کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے، کیوں کہ کسی چیز کا نام اس کے وجود کا حصہ ہوتا ہے۔

یہ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اس بے راہ روی کا ارتکاب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے کیا۔ قرآن کریم نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا واقعہ کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۝ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

[العنکبوت: ۲۸۔۳۰]

''اور (ہم نے بھیجا) لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا: بے شک تم ایسی فحاشی (بدکاری) پر اتر آئے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ کیا تم لوگ مردوں کے پاس (جنسی تسکین کے لیے) آتے ہو اور تم راستے کاٹتے ہو اور تم اپنی مجلسوں میں برے کام (بے حیائی) کرتے ہو؟ پھر ان کی قوم کا جواب بس یہی تھا کہ

انھوں نے کہا: اگر تو سچوں میں سے ہے تو اللہ کا عذاب لے آ۔ لوط نے کہا: اے میرے رب! فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔''

مفسرین اس آیت: ﴿وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الأعراف: ٨٠] کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں: قومِ لوط نے سب سے پہلے لونڈے بازی کا جرم کیا، ان سے پہلے تاریخ میں کوئی آدمی نہیں گزرا، جس نے یہ بدکاری کی ہو۔ انھوں نے عورتوں کو چھوڑ کر، جو اللہ نے ان کے لیے پیدا کی تھیں مردوں کی طرف رجحان کیا۔ یہ قومِ لوط یا ان کے لعنتی طرزِ عمل کو اختیار کرنے والے تمام لوگوں کی جہالت اور اسراف ہے، کیوں کہ وہ اللہ کی سنت کو بدل کر چیز کو اس کی اصلی فطری جگہ پر نہیں رکھتے۔

حضرت لوط علیہ السلام جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے اور ان کے ساتھ شام کی سرزمین کی طرف ہجرت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اہلِ سدوم اور اس کی مضافاتی بستیوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا، وہ ان کو نیکی اور تقوی اختیار کرنے کا حکم دیتے اور برائی، حدود اللہ کی بے حرمتی، جرم، گناہ، بدکاریوں اور لونڈے بازی سے منع کرتے، جو ان کی اپنی ایجاد تھی۔ بنی آدم کے لیے ایک بالکل نئی اور نامانوس چیز تھی۔ ان کے دل میں بھی اس کا خیال نہیں آیا تھا کہ سدوم کے باشندوں نے اس کو عملی طور پر کر دکھایا۔

سدوم بحرمیت (Dead Sea) کنارے کے قریب ایک علاقہ ہے جو اردن میں ہے۔

5 سدوم کے علاقے کی سیٹلائٹ کے ذریعے لی گئی تصاویر

فاخذتهم الصيحة مشرقين

جھیل سدوم میں پھسل کر گرنے والے شہر کے باقی ماندہ آثار جو جھیل کے کنارے پر ملے۔

یہ آثار دلالت کرتے ہیں کہ قومِ لوط کی معیشت بڑی بلند سطح پر تھی۔

یہ تصویر آتش فشاں کے پھٹنے اور تباہی کی صورت گری کرتی ہے، جو اس قوم میں عذاب کے بعد پھیلی اور ساری کی ساری قوم صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

یہ آثار اور جیولوجیکل معلومات دلالت کرتی ہیں کہ جھیل سدوم کو ایک خوف ناک ارضی سانحے کا سامنا کرنا پڑا۔

جرمن ماہرِ آثارِ قدیمہ (Werner Keller) نے اپنی تحقیق میں لکھا:

''(گویا یہ گھر کے بھیدی کا بیان ہے کہ) وادی سدیم، جو سدوم، عامور اور اس علاقے سے گزرنے والے ایک بہت بڑے پاٹ پر مشتمل ہے، تمام کی تمام ایک ہی دن میں زمین کی گہرائیوں میں دور بہت دور جا ڈوبی۔

''یہ تباہی زمین کے ایک زبردست جھٹکے کے نتیجے میں واقع ہوئی، جس کے ساتھ ہی بہت زیادہ دھماکے ہوئے اور روشنیاں ہوئیں جن سے گیس نکلی اور ایک وسیع پیمانے پر آگ پھیل گئی۔

''اس وادی کی لمبی پٹی کی گہرائیوں میں جو آتش فشاں قوتیں ٹھنڈی پڑی تھیں، وہ ایک دم بھڑک اٹھیں۔ ابھی تک باشان کے قریب، اردن کی بالائی وادی میں بجھے آتش فشاں پہاڑوں کے دھانے نظر آتے ہیں، جب کہ وہاں آتش فشانی کوئلہ ڈھیروں اکٹھا ہو چکا ہے۔ اس بجھے چونے کی وسیع سطح پر مرمر سیاہ کی گہری تہیں وہاں موجود ہیں۔

”یہ پتھریلے کوئلے اور مرمر سیاہ کی تہیں دلالت کرتی ہیں کہ یہ علاقہ تاریخ کے کسی حصے میں شدید ترین زمینی جھٹکے اور بھڑکتے ہوئے آتش فشانوں کا شکار ہوا ہے۔“

6 قومیں جن میں لونڈے بازی عام ہوگئی

وہ قدیم تہذیبیں جنھوں نے اس بدکاری کو پروان چڑھایا، ان میں قدیم یونانی تہذیب سرفہرست ہے۔

قدیم یونانی اس بدفعلی کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے، کیوں کہ بچہ یونانی ثقافت میں ”چھوٹا آدمی“ سمجھا جاتا ہے۔ جب بچہ بلوغت کی عمر کو پہنچتا تو اس کے لیے کسی بڑے آدمی کے ساتھ تعلق اور سنگت قائم کرنا ضروری ہوتی، تاکہ وہ جذباتی پختگی کی عمر تک پہنچ جائے اور تجربات سے گزر جائے۔

وہ بڑے آدمی کو ملہم، یعنی تلقین کرنے والا اور معلم کا نام دیتے تھے اور بچے کو ”سننے والا“ کہا کرتے تھے۔ یہ تعلق باعثِ عار نہیں سمجھا جاتا تھا۔

جنسی تعلق نظریاتی طور پر کم از کم 635 ق م سے لے کر 560ء تک ممنوع رہا۔ تاہم عمومی طور پر قدیم یونان میں لونڈے بازی مقبول عام رہی، بلکہ لونڈے بازی کے پیشے سے وابستہ بچوں کی تنظیمیں تھیں۔

سخت تعلیمات کے مطابق غلاموں کو آزاد لڑکوں کے ساتھ اغلامی کی اجازت نہیں تھی، اسی طرح قدیم یونان میں عورتوں کے درمیان چپٹی بازی (Lesbianism) بھی موجود اور منتشر تھی۔

انھیں رگڑنے والیاں کہا جاتا تھا، کیوں کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ

اپنے جسم کے مخصوص اعضا، یعنی شرم گاہ کے ساتھ شرم گاہ کو رگڑتیں جس سے انھیں جنسی لذت حاصل ہوتی۔

یہ قومِ لوط کی بدکاری جس طرح عوام میں مقبول تھی، اسی طرح بعض یونانی فرماں رواؤں اور شہزادوں کے ناموں کے ساتھ بھی جڑی ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ پولس قیصر کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ تمام عورتوں کا خاوند اور تمام مردوں کی بیوی ہے۔

اسی طرح آگسٹ، ہیبرس، ہارڈ ریان اور انطونی بھی قدیم رومی تاریخ کے وہ مشہور مرد تھے جو اس بدفعلی میں ملوث تھے، ہلو جابلیس جو عورتوں کے کپڑے پہنتا تھا، یہ مردوں کی محبت میں مکمل طور پر گرفتار تھا۔

قدیم روم میں جنسی زندگی تشدد اور درندگی سے عبارت تھی، یونانیوں کے عکس جن کے ہاں جنسی زندگی رومان کا نام تھی۔

قدیم ہندوستان:

ہندو مذہب لونڈے بازی کو جائز قرار دیتا تھا، لیکن ہندوستان کا سفر کرنے والے اور وہاں کے حالات لکھنے والے سیاحوں کی تحریروں میں ملتا ہے کہ وہاں لونڈے بازی کروانے والوں اور خواجہ سراؤں کے باقاعدہ چکلے اور قحبہ خانے ہیں جو عورتوں کا لباس پہن کر میک اپ کر کے گھونگھروؤں کے جھنکار کے ساتھ اپنے گاہکوں کو متوجہ کرتے ہیں۔

پاکستان کے شہر کراچی میں بھی قدیم دور میں ان کا تذکرہ ملتا ہے اور آج بھی ہیں۔ یہ وضع قطع مقبولِ عام تھی، لڑکے عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے، آنکھوں میں سرمہ ڈالتے، ہاتھوں پاؤں اور ناخنوں پر مہندی لگاتے۔

ان معاشروں میں خواجہ سرا لڑکے بھی عام ہیں۔

7 عصرِ حاضر میں لونڈے بازی

آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ:

لونڈے بازی ایک غیر معاشرتی عمل سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی یہ بدفعلی کرتا پکڑا جاتا تو اس کو 14 سال جیل کاٹنے کی سزا ہو جاتی۔

اگر اس بدفعلی میں شریکِ کار کی عمر چودہ سال سے کم ہوتی یا بدکاری بالجبر کی جاتی تو اس کی سزا بیس سال قید تھی، اسی طرح 1949ء سے پہلے اس کی سزا، سزائے موت تھی۔

اب آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں ڈاکٹروں، نفسیات دانوں اور پولیس کے مطابق لونڈے بازی بڑی کثرت کے ساتھ کی جاتی ہے، لیکن اس کی تفصیلی اور دقیق شماری ناممکن ہے۔ اگر ایک ہی جنس کے افراد کو طویل عرصے کے لیے ایک ہی جگہ الگ تھلگ رہنا پڑے، مثلاً: قید خانے، فوجی چھاؤنیاں، اقامتی تعلیمی ادارے، یونیورسٹیوں اور ہسپتالوں کے ہاسٹلز وغیرہ تو ان میں اس بدفعلی کے عام ہونے کے امکانات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ تاہم عمومی طور پر لونڈے بازی اور طبق زنی بہت سے معاشروں میں پھیل جاتی ہے۔ یہ صورتِ حال تمام معاشروں پر صادق آتی ہے، اس کے لیے ایک معاشرے کو مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔

آسٹریلیا میں چپٹی بازی (Lesbianism) کو کوئی سزا نہیں، اسی طرح جو شخص عورتوں کے کپڑے پہنتا ہے اور ان کی طرح میک اپ کرتا ہے، اس کو بھی آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں جرم شمار نہیں کیا جاتا، لیکن اگر کوئی شخص لوگوں کو دھوکا دینے اور کسی مخصوص جرم کو آسان بنانے کے لیے ایسا کرے تو تب

اس کو جرم سمجھا جائے گا۔

جدید دور اور انڈین تہذیب:

انگریز کی آزادی سے پہلے ہندوستان میں ایک باقاعدہ معاشرہ تھا جنھیں عرفِ عام میں ہیجڑے یا خواجہ سرا کہا جاتا ہے، وہ ایک منفی عنصر کے لحاظ سے زنا کاری کرتے ہیں۔ عورتوں کے کپڑے پہنتے ہیں، عورتوں کے نام رکھتے ہیں اور عورتوں ہی کے انداز و اطوار اپناتے ہیں، ان میں سے اکثر کے بچپن ہی میں یا ابتدائی جوانی میں تناسلی اعضا کاٹ دیے جاتے ہیں۔ کچھ کے بچپن کے مرحلے میں خصیے دبا کر سکیڑ دیے جاتے ہیں، تاکہ بچہ جب بڑا ہو تو جنسی صلاحیت سے محروم ہو۔

یہ لوگ ان کی مقعد کے سوراخ کو کھلا کرنے کے لیے اس میں لکڑی یا کسی دوسری دھات کے بنے مخصوص سانچے ویزلین لگا کر داخل کر دیتے ہیں، تاکہ ان کو اس کام کے لیے تیار کیا جا سکے۔

ہیجڑے بعض حلقوں میں ناچنے گانے والوں کے طور پر کام کرتے ہیں، ان کے اپنے اپنے قبیلے اور مخصوص گروہ ہوتے ہیں۔

لیکن خواجہ سرا عورتوں کو اپنے جسم میں کسی تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آتی، وہ فطری طریقے سے زنا کرتی ہیں یا پھر چپٹی بازی کرتی ہیں، ان کو حق حاصل ہوتا ہے کہ کسی ایک لڑکے کی مکمل طور پر لڑکی کی طرح تربیت کریں۔

جنوبی امریکا:

لاطینی امریکا میں لونڈے بازی ''مامون'' کے نام سے مشہور ہے، اس کے مزید کئی نام بھی ہیں۔ ارکانو قبائل کے شکاری اپنے ساتھ چھوٹی عمر کا بچہ لے جاتے ہیں اور شکار کے دوران میں باری باری اس کے ساتھ بدفعلی کرتے ہیں۔

شکار سے واپسی پر اس بچے کو پھینک دیتے ہیں، وہ اکیلا ہی سمندر کنارے تیرتا رہتا ہے اور یہ واپس اپنی بیویوں کے پاس آجاتے ہیں، جو ان کا معانقوں اور بوسوں سے استقبال کرتی ہیں۔

کارکس اور شمالی وِنزویلہ میں:

اراؤ اور ثانوسی قبائل آپس میں لونڈے بازی کو ''برواشی'' کا نام دیتے ہیں۔ وہ ہم جنس پرستوں کو عورتوں کے کپڑے پہناتے ہیں اور وہ بالکل ان کی طرح حرکتیں بھی کرتے ہیں، بلکہ یہ دعوی بھی کرتے ہیں کہ انھیں ماہواری آتی ہے، وہ باقاعدہ میک اپ کرتے ہیں اور فاحشہ عورتوں کی طرح اس بدکاری کو بطورِ پیشہ اپناتے ہیں۔

راسی اور کاکینز وزنان کے قبائل میں ہم جنس پرستوں کی باقاعدہ شادی کی تقاریب ہوتی ہیں، ان کے نزدیک یہ روایت بھی تھی کہ جو عورت پانچ بیٹوں کو جنم دیتی اور ان میں کوئی لڑکی نہ ہوتی تو وہ ایک لڑکے کی لڑکی کے طور پر پرورش کرتی۔

سویڈن میں 1944ء سے ہم جنس پرستی کی حمایت میں قوانین بھی موجود ہیں، لیکن ان کی تعداد کے اعداد وشمار موجود نہیں۔

ڈنمارک میں مردوں میں یہ تین سے لے کر چھے فی صد تک ہیں اور ناروے میں دو سے لے کر چار فی صد تک۔

تاہم کچھ آرا یہ بھی ہیں کہ یہ تناسب صحیح نہیں، کیوں کہ سیکنڈ نیویے کے معاشرے میں عمومی طور پر ہم جنس پرستی کی تمام اقسام کے خلاف شدید اختلاف اور احتجاج پایا جاتا ہے، بلکہ متعدد تحریریں اس بدفعلی کو حیوانیت، درندگی اور بدتہذیبی قرار دیتی ہیں۔

انگلینڈ اور ریاست ہائے متحدہ امریکا:

دو مردوں کے درمیان جنسی تعلق ایک جرم تھا، جس کی انگریزی قانون دس سال قید کی سزا دیتا تھا۔ اگر کم عمر اور نابالغ کے ساتھ بدفعلی کی جاتی تو اس کی سزا عمر قید تھی۔ اگر لونڈے بازی کو لوٹ مار اور دھونس جمانے کے وسیلے کے طور پر استعمال کیا جاتا تو اس کی کئی اضافی سزائیں بھی تھیں۔ یہاں ان حالات کے اعداد وشمار ذکر کیے جاتے ہیں جن میں یہ سزائیں دی گئیں:

نوع	تناسب	دورانیہ
مرد	12 فی دس لاکھ	1900ء سے لے کر 1909ء تک
مرد	32 فی دس لاکھ	1920ء سے لے کر 1924ء تک
مرد	107 فی دس لاکھ	1950ء سے لے کر 1952ء تک

تاہم یہ یقینی بات ہے کہ جو بند دروازوں کے پیچھے لونڈے بازی کرتے ہیں، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ بہت زیادہ تعداد منظرِ عام پر نہ آنے دیں، لیکن بالخصوص 60ء کی دہائی میں لونڈے بازی کے خلاف عبرت ناک سزاؤں کے متعلق قوانین میں تخفیف کر دی گئی۔ جب اس مسئلے پر ذرائع ابلاغ کی مہم زوروں پر ہو گئی اور اس کو شخصی آزادی اور انتہائی فطری عمل قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اس برائی میں شکار افراد کے ایک سے زیادہ شریک گناہ ہوتے ہیں۔

1973ء میں امریکا میں ایک شماریاتی رپورٹ مرتب کی گئی، جس کے مطابق 94 فی صد ہم جنس پرستوں کے 15 سے زیادہ شریکِ گناہ اور 75 فی صد کے 30 فی صد سے زیادہ افراد شریکِ بدفعل تھے۔

1985ء میں روبرٹ کی نگرانی میں برطانیہ میں کروائی گئی ایک تحقیق کے نتائج بھی حیرت انگیز طور پر امریکی رپورٹ کے نتائج سے ملتے جلتے تھے۔

امریکہ میں ہم جنس پرستوں کے شراب خانوں، پچھلے کمروں اور عمومی قضائے حاجت جیسے عوامی مقامات پر اجتماعی لونڈے بازی کی جاتی ہے۔

یہ بھی پایا گیا کہ 90 فی صد لونڈے بازی اور ایڈز کی بیماری میں مبتلا افراد کی عمریں ابتدائی تشخیص میں 20 سے 29 سال کے درمیان تھیں اور جغرافیائی تقسیم کے اعتبار سے نیو یارک، سان فرانسکو اور لاس اینجلس جیسے بڑے شہروں میں لونڈے بازی زیادہ ہوتی ہے۔

خوشی کا پھول چنیں، خواہ وہ چھوٹا سا ہی ہو، مسکرائیں، خواہ بلا سبب ہی، اپنے اردگرد کے افراد کا حال احوال پوچھیں اور ان کے لیے دعا کریں، کیا آپ کو کوئی نقصان ہو گا؟

2 فصل

جنسی انحرافات کی مختلف صورتیں اور اقسام

اس فصل میں مندرجہ ذیل عناوین پر گفتگو ہو گی:

1 جنس کی حیاتیاتی (بائیولوجیکل) تعریف۔

2 جنسی بے راہ رویوں کی انواع۔

3 جنسی بے راہ رویوں کے چار بنیادی اجزائے ترکیبی۔

1 فطری جنسی ملاپ کی حیاتیاتی تعریف

یہ افزائشِ نسل کا فطری طریقہ اور رویہ ہے، جو ہر جاندار کا خواہ اس کا حیوانات و نباتات سے تعلق ہو یا انسانوں سے، بنیادی وظیفہ اور عمل ہے، یہ سانس کی طرح ناگزیر ہے۔ جنس کائنات کا وہ پھیپھڑا ہے، جس کے ذریعے اس سرزمین پر بسنے والی تمام جاندار مخلوقات سانس لیتی ہیں اور اپنی تجدید کرتی ہیں، لیکن انسان میں جنسی رویہ ایک مختلف رویہ ہے، کیوں کہ یہ انسان انسان کے ساتھ تعلق پر مشتمل ہے اور دونوں کا جنسِ مخالف سے، یعنی مرد عورت کا تعلق ہوتا ہے۔

ہر انسانی تعلق اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہو سکتا، جب تک اس کے پیچھے جذبے کا وجود نہ ہو۔ چنانچہ یہاں جنس کے دو بنیادی پہلو سامنے آتے ہیں اور وہ دو پہلو یہ ہیں:

1 جذباتی پہلو۔ **2** شہوانی پہلو۔

ان دونوں کے ساتھ ہی فطری عمل مکمل ہوتا ہے، جس کو قرآن کریم نے بلیغ ترین اسلوب میں اس طرح بیان کیا ہے:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

[البقرة: ۲۲۳]

”تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی ہیں، پس تم جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں آؤ اور تم اپنی ذات کے لیے (نیک عمل) آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک (ایک دن) تمھیں اس سے ملنا ہے اور مومنوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔“

قرآن کریم نے جو عورت کو کھیتی سے تشبیہ دی ہے، یہ انتہائی بلیغ اور پرمغز ہے، جو عورت کی تمام مزاجی کیفیات اور جنسی ملاپ کے مقصد کا مکمل احاطہ کرتی ہے، جس طرح روئیدگی کے لیے صرف زرخیز زمین کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پانی، موسم اور ہوا کا بھی دخل ہوتا ہے، اسی طرح عورت کے مزاج، اس کی سرد و گرم حالت، کیفیات اور لطافتوں کا ہم رنگ ہونا اور انھیں اچھی طرح سمجھنا خوش گوار زندگی کے لیے انتہائی اہم ہوتا ہے۔ جہاں روئیدگی حیات کی علامت ہے، وہیں حسن اور آسودگی کا بھی استعارہ ہے، اس طرح جنسی ملاپ جہاں نسلِ انسانی کے تسلسل اور بقا کا ذریعہ ہے، وہیں لطف و لذت، خوش رنگی اور ذہنی بالیدگی کا بھی احساس ہے۔ عورت کو سمجھنے اور اس کے ساتھ برتاؤ کرنے کے لیے شاید اس سے زیادہ بلیغ کوئی استعارہ نہیں، جو قرآن کے معجزاتی الفاظ نے بیان کر دیا ہے۔

تقریباً تمام ممالیہ (دودھ پلانے والے) جانوروں میں جنسی سرگرمی دو حصوں سے عبارت ہوتی ہے: پہلا حصہ جنسی عمل سے قبل ابتدائی خوش طبعی اور چھیڑ چھاڑ پر مشتمل ہوتا ہے اور دوسرے حصے میں جنسی عمل، یعنی جماع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر وہ رویہ جو فطری جماع کی طرف نہ لے کر جائے، وہ طبعی، معیاری اور درست انداز سے انحراف شمار ہوگا۔

دیگر جنسی انحراف سے مراد ہے: جنسی تسکین کے لیے ایسا طریقہ اختیار کرنا، جو طبعی معمول سے مختلف ہو اور جو اپنی انتہائی صورت میں جنسی ملاپ کا بدل بن جائے۔ تحلیل نفسی کے مطابق ہر شخص میں جنسی انحراف کے ممکنات پائے جاتے ہیں۔

لہٰذا جنسی اعتبار سے شاذ اور کج فطرت آدمی وہ ہوتا ہے، جو حقیقی جنسی عمل تک پہنچے بغیر ہی جنسی لذت حاصل کر لے، جو مرد اور عورت دونوں کے اعضائے تناسل کے آپس میں ملاپ اور دخول کے ذریعے ہوتی ہے۔

دیگر جنسی انحراف سے مراد ہے، جنسی تسکین کے لیے ایسا طریقہ اختیار کرنا جو طبعی معمول سے مکلّف ہو اور جو اپنی انتہائی صورت میں جنسی ملاپ کا بدل بن جائے، تحلیلِ نفسی کے مطابق ہر شخص میں جنسی انحراف کے ممکنات پائے جاتے ہیں۔

جنسی انحراف (Sexual Deviation) کے عموماً چار پہلو ہوتے ہیں:

1. حظِ نفس اور لطف کشی کی خاطر معمولات سے ہٹ کر نت نئے طریقے اختیار کرنا۔
2. بوڑھے عیاش، جن کی زندگی کا واحد مقصد نفسانی لذت کا حصول ہوتا ہے،

ازکارِ رفتہ ہو کر انحرافات سے رجوع کرتے ہیں۔

3 جنسی کوتاہ ہمتی اور کمزوری کے باعث، احساسِ کمتری کا شعور اور اس کی تلافی کے لیے جنسی انحرافات کے دامن میں پناہ گیری۔

4 لاشعوری جبر کے تحت جنسی انحرافات میں گرفتار ہو جانا، ایسے لوگ جنسی ملاپ سے گریز کرتے ہیں، انہی لوگوں کو صحیح معنوں میں جنسی انحراف کے خبطی قرار دیا جا سکتا ہے۔

2 جنسی بے راہ رویوں کی انواع و اقسام

ہم جنس پرستی (Homosexuality):

اس میں مرد مرد کی خواہش رکھتا ہے، پھر وہ اس کے ساتھ جنسی عمل کرتا ہے اور اس کا عادی ہو جاتا ہے۔

اس کو عورتوں میں اپنا مطمعِ نظر، نظر نہیں آتا، اس لیے وہ ان سے رغبت نہیں رکھتا۔ یہ مثبت بھی ہوتا ہے اور منفی بھی، یعنی فاعل (کرنے والا) اور مفعول (کروانے والا)۔

یہ ہر چیز میں عورت کی شخصیت اپناتا ہے اور یہ دونوں ہی نفسیاتی مریض ہوتے ہیں۔

ایذا کوشی (Sadism):

جنسی عمل میں ایذا رسانی ایک ایسا رویہ ہے، جو کافی حد تک سلیم الطبع لوگوں میں بھی موجود ہے۔ اس میں جنسی عمل کے دوران فریقِ ثانی کو تکلیف اور اذیت دے کر جنسی لذت محسوس کی جاتی ہے۔ یہ نام De Sad (الفانسے دساد)

فرانسیسی سے ماخوذ ہے، جو عورتوں کو اذیت دے کر لذت محسوس کرتا تھا۔ یہ اذیت جسمانی بھی ہو سکتی ہے اور بدسلوکی کے ذریعے نفسیاتی بھی۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ Sadism ایک نادر الوجود حالت ہے، لیکن اکثر واقعات اور کیسز جو پولیس کے پاس آتے ہیں، وہ وقتاً فوقتاً ان سے پردہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ یہ مرض کے عام ہونے پر دلالت کرتے ہیں، لیکن اس کے کوئی یقینی اعداد و شمار موجود نہیں۔

ایذا کوشی (Sadism) کا علاج:

اس ایذا رسانی کے عمومی طور پر دو اسباب ہوتے ہیں:

ایک وراثتی سبب اور دوسرا غلط تربیت، جس میں تشدد کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا علاج حسبِ ذیل دو طریقوں سے ممکن ہے:

1. مریض میں اعتماد بحال کرنے کے لیے نفسیاتی علاج کیا جائے اور سکون آور گولیاں وغیرہ دی جائیں۔
2. بچے کی صحیح تربیت کی جائے اور سختی، تشدد، بہت زیادہ احتیاط اور اکتاہٹ بھری روٹین سے اجتناب کیا جائے۔

پرہیز:

1. انفرادی طور پر ہر فرد کا اسلام کی تعلیمات کے سائے تلے زندگی گزارنا۔
2. بچے کو جسمانی یا نفسیاتی سزا کے مختلف اسالیب سے اجتناب کرنا۔
3. بچے کو اس حالت تک نہ پہنچنے دینا کہ وہ ہمیشہ احساسِ گناہ کا شکار رہے۔

جنسی اذیت طلبی (Macohism):

یہ رجحان اذیت کوشی (Sadism) کے خلاف ہے، کیوں کہ اذیت پسند

اور خود اتلاف آدمی فریقِ ثانی کے ایذا رسانی کے عمل سے جنسی طور پر محظوظ ہوتا ہے اور وہ جنسی ملاپ کے دوران میں منفی، یعنی مفعول بنا رہتا ہے۔ ایسا شخص جسمانی اذیت اٹھا کر نفسانی لذت محسوس کرتا ہے۔

اذیت پسندی عمومی طور پر عورتوں میں پائی جاتی ہے اور اذیت رسانی مردوں میں، تاہم یہ فحشانہ رویہ ہے، جو فریقِ ثانی کو سیراب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ اس طرح اپنی تسکین کرتے ہیں۔

مولانا روم نے کہا ہے:

در مخنث حرص سوئے پس رود

جارحانہ اور ضدی مزاج بچوں اور خاموش اور فرماں بردار قسم کے بچوں میں بچپن ہی سے اس رجحان کے بیج موجود ہوتے ہیں۔

جنسی عفریت (Satyriasis):

منہ زور قسم کی جنسی خواہش، جسے جنسی عفریت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، تسلسل کے ساتھ جنسی عمل کی رغبت اور خواہش کا نام ہے۔ ایسا شخص مغلوب الشہوت اور حد سے زیادہ بے ترتیب ہوتا ہے۔ وہ کوئی کام ترتیب اور سلیقے سے نہیں کرتا، اس کی ہر چیز حالتِ دگرگوں میں ہوتی ہے۔

یہ جنسی عفریت اپنی شریکِ حیات کے ساتھ محبت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور مقاربت سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔

ان لوگوں کا نفسیاتی علاج اس حقیقت سے پردہ اٹھانا ہے کہ ایسے لوگ عموماً ہم جنس پرست ہوتے ہیں اور اپنی مردانگی ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

بعض عورتوں میں بھی کثرت جماع کی یہ خواہش ہوتی ہے، جو ہوس کی شکل اختیار کر لیتی ہے، انھیں جنسی چڑیلیں کہا جاتا ہے۔

یہ اپنی بے قرار شہوت کو تسکین پہنچانے کے لیے جنسی ملاپ کی شدید تڑپ رکھتی ہیں اور زنا کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتی ہیں، لیکن حقیقت میں ایسی عورتیں جنسی سرد مہری کا شکار ہوتی ہیں۔

ان کی نفسیاتی تحلیل ثابت کرتی ہے کہ ان میں بچپن ہی سے تمام مردوں کے خلاف نفرت کا بڑا گہرا رجحان پایا جاتا ہے۔

جنسی علامت پرستی (Fetishism):

جنسی علامت پرستی میں نفسانی خواہش اعضائے مخصوصہ سے منحرف ہو کر عورتوں کے لباس یا اعضا پر مرکوز ہو جاتی ہے۔

ایسا مرد عورت کے بجائے اس کی چیزوں اور اس کے لباس سے جنسی تسکین حاصل کرتا ہے۔

جنسِ مخالف کی یہ بے جان اور جامد اشیا ایسے مرد کے لیے ہیجان خیزی کا باعث بن جاتی ہیں۔

اس قسم کے خبطی عورتوں کی زلفوں، زیرِ جاموں، چولیوں، جوتوں وغیرہ کو چرا کر انھیں سینت سینت کر رکھتے ہیں اور انھیں دیکھ دیکھ کر یا سونگھ سونگھ کر محظوظ ہوتے ہیں۔

عورت لاکھ جتن کرے، اس کی جنسی رغبت کو جگا نہیں سکتی۔ اس کا خبط اور پاگل پن زلف، زیرِ جامہ یا دیگر اشیا سے وابستہ ہو جاتا ہے، لہٰذا صرف ان اشیا کو دیکھ کر اس کی رغبت جنون کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اس کو آخری

لذت حاصل ہوتی ہے۔

ڈاکٹر عادل صادق اس رویے کی تفسیر میں لکھتا ہے:

''یہ انسان عورت کے ساتھ قابلِ اعتماد تعلق قائم کرنے سے خوف کھاتا ہے، جنسی عمل مرد اور عورت کے ملاپ کی انتہا ہوتی ہے۔ یہ انسان اندرونی طور پر اس حد تک شکستہ ہو جاتا ہے کہ بے جان اشیا کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے۔

عکس لباسی یعنی ایونیت (Trans Festism):

جنسیات میں ایونیت کا مطلب ہے، عورت کا مردانہ لباس پہن کر اور مرد کا زنانہ لباس پہن کر جنسی لذت محسوس کرنا۔ یعنی مرد عورت کے کپڑے پہن لیتا ہے، کیوں کہ وہ اس کے ساتھ براہِ راست تعلق قائم کرنے سے خوف کھاتا ہے۔

چنانچہ اس شخص کی جنسی رغبت اس وقت تک بیدار نہیں ہوتی، جب تک وہ جنسِ مخالف کے کپڑے نہ پہن لے۔ یہ شخص حقیقت میں عورت سے بھاگتا ہے اور اس کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لہٰذا صرف اس کے کپڑے پہننے پر اکتفا کرتا ہے، جو اس کے جسم سے چپک جاتے ہیں، وہ اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتا ہے اور اپنے ذہن میں عورت کا تصور قائم کرتا ہے۔ جس سے اس کی شہوت بھڑک اٹھتی ہے اور اس کو انزال ہو جاتا ہے یا وہ مشت زنی کے ذریعے انتہائے لذت حاصل کر لیتا ہے۔

جنسِ مخالف کے کپڑے پہننے کی رغبت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی جنس ہی تبدیل کرنا چاہتا ہے۔

شہوتِ نظری (Voyeurism):

ہوسِ دید ایک خاص مردانہ انحراف ہے، عورتیں اس سے مبرا ہوتی ہیں۔

اس نوع کے مرد از کار رفتہ ہوتے ہیں، اس عادت میں گرفتار مرد دوسروں کے تناسلی اعضا اور ان کو جماع کی حالت میں چوری چوری دیکھنے کی لت میں پڑ جاتا ہے۔ یہ کج فطرت آدمی اس لذت کے لیے بعض اوقات قحبہ خانے کا رخ کرتا ہے، پیسے دے کر لوگوں کو اپنے سامنے جنسی عمل کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور ان کو دیکھ کر لذت اندوز ہوتا ہے۔

کچھ لوگ راتوں کو گلیوں میں گھومتے ہیں اور کھڑکیوں سے جھانک کر اپنا مطلوبہ مکان تلاش کر لیتے ہیں اور اپنی نظروں کی لذت کا سامان پیدا کرتے ہیں یا وہ جنسی فلمیں (Porn Movies) دیکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔

تبدیلی جنس (Transexualism):

کج فطرت اور شاذ شخص آپریشن کے ذریعے عورت کی شخصیت اپنا لیتا ہے اور چپٹی باز عورت (Lesbian) مرد کی شخصیت اختیار کر لیتی ہے۔ جن لوگوں نے اپنی جنس تبدیل کروائی ہوتی ہے وہ علم الاعضا کے اعتبار سے (Anatomically) تو اپنی ہی جنس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، لیکن وہ مکمل طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جنسِ مخالف کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اس حالت کا ابھی تک نفسیاتی یا طبی سبب ظاہر نہیں ہو سکا۔ افسوس کی بات ہے کہ دنیا میں مردوں کو عورتوں میں تبدیل کرنے کے کئی آپریشن ہو چکے ہیں۔

یہ تبدیلی جنس کا رویہ اس شخص سے بالکل مختلف ہے، جسے اپنی مردانگی کا احساس نہیں ہوتا، اسی طرح یہ ہم جنس پرستی سے بھی مختلف ہے۔

حیوانی جنس (Bestio Sexuality):

یہ اس انسان کی مطلق حیوانی شہوت اور جبلت کی نمود ہے، جو جانوروں

کے ساتھ جنسی عمل کرتا ہے یا بعض اوقات انسان پر حیوان کو ترجیح دیتا ہے، اگرچہ اس کے پاس اپنی جنس کے ساتھ جنسی عمل کرنے کا موقع بھی ہوتا ہے، مگر پھر بھی وہ جانور کو پسند کرتا ہے۔ یہاں جنسی ہیجان حیوانی ہوتا ہے جس کو جسم تحریک دیتا ہے، یعنی انسان انسان کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ وہ انسان کے ساتھ یہ تعلق قائم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ انسان کے ساتھ یہ تعلق اس کو ڈراتا دھمکاتا ہے، جب کہ جانور اس کو ڈراتا ہے نہ دھمکاتا، بلکہ وہ اس پر غلبے اور فوقیت کا احساس رکھتا ہے۔

ہوس نگاری:

اس انحراف اور کج فطرتی کے عادی افراد کی دیوار پر، اوراق پر اور تحریروں میں اخلاق سے گرے ہوئے اور بے ہودہ الفاظ استعمال کر کے اور ننگی تصویریں بنا کر کے ایک خاص طرح کی لذت حاصل کرتے ہیں، بلکہ بعض اوقات قلم کار حضرات گندی کہانیاں اور جنسی ادب تخلیق کر کے غیر شعوری طور پر اس بدفطرتی اور انحراف کے ساتھ اپنے لگاؤ کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس علت کا شکار شخص جنسی ادب خود پڑھ کر اور دوسروں سے سن کر بھی مزے لیتا ہے۔

مُردہ پسندی (Necrophilia):

یہ جنسی انحراف کی سب سے زیادہ خطرناک صورت ہے، جس میں آدمی مردوں کے ساتھ جنسی عمل کرنے کی بدعادت کا رسیا ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت میں موجود ہے۔

یہ منحرف لوگ قبرستانوں کے چوکیداروں کی ملی بھگت سے یہ کام کرتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تو یہ ذہنی بیمار شخص اپنے شکار کو قتل کر کے اس کے ساتھ

جنسی عمل کرتا ہے۔ یہ انحراف اذیت رسانی کے انحراف سے ملتا جلتا ہے۔

کم عمروں کے ساتھ جنسی عمل (Infanto Sexuality):

اس انحراف کے شکار لوگ، خواہ مرد ہوں یا عورتیں، فطری جنسی عمل کو چھوڑ کر بچوں اور نابالغوں کو استعمال کرتے ہیں اور کبھی ایسے افراد ''اذیت پسندی'' (Sadism) میں بھی مبتلا ہوتے ہیں، ان کے نزدیک بچے کے ساتھ زیادتی اور بدفعلی کرتے وقت، اس سے پہلے یا بعد میں اس کو مار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ انحراف اس حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جنسی صلاحیت پر اعتماد نہیں ہوتا یا وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بچوں پر زیادتی کرتا ہے۔

نفسیات دان اس کا یہ سبب بھی بتاتے ہیں کہ ایسے شخص کا اپنی ماں کے ساتھ بڑا جذباتی اور گہرا تعلق ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کسی بھی بالغ اور پختہ شعور عورت کے ساتھ تعلق کی جرأت نہیں رکھتا اور اس کے ذہن میں ہر عورت ماں کا روپ رکھتی ہے، جو محرمات (جن کے ساتھ انسان کا نکاح نہیں ہوسکتا) میں سے ہے۔

دہن کاری (Fellatio):

یہاں ایک اور انحراف کا ذکر بھی بے محل نہیں جو بڑی تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے، اسے عرفِ عام میں دہن کاری (Oral Sex) کہا جاتا ہے، اس انحراف کا شکار مرد اور عورت ایک دوسرے کے جنسی اعضا کو چوستے اور چاٹتے ہیں اور جنسی لذت حاصل کرتے ہیں۔

انحرافات کے بارے میں جدید ترین نظریہ یہ ہے کہ ہر مرد عورت میں جنسی انحراف کا میلان پایا جاتا ہے، جو ان کی شیر خوارگی کے دور سے یادگار ہوتا

ہے، نامساعد حالات اور نفسیاتی الجھنوں کے باعث بعض لوگوں میں یہ میلان نمایاں ہوکر مریضانہ شکل اختیار کر لیتا ہے۔

3 جنسی کج رویوں کے چار اجزاے ترکیبی

جنسی انحراف اور کج روی، صرف جنسی عمل سے بہت بڑھ کر ہے۔ جو لوگ جنسی انحراف کی زندگی میں داخل ہو چکے ہیں، وہ حقیقت میں جنسی اعتبار سے منحرف اور کج رو بن چکے ہیں۔

جنسی طور پر منحرف شخص کے حالات اور کیفیات کو سمجھنے کے لیے جو اپنی حالت بہتر بنانے کے لیے مدد چاہتا ہے، ہم نے جنسی انحراف کو چار ارکان میں تقسیم کیا ہے، جو کچھ اس طرح ہیں:

1 رویہ۔

2 نفسیاتی ردِعمل۔

3 مشغلہ۔

4 طرزِ زندگی۔

1 رویہ:

عموماً یہ فرض کیا جاتا ہے کہ جنسی طور پر تمام منحرف لوگ، شاذ جنسی عمل کرتے ہیں، لیکن ہمیشہ اس طرح نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ خطرات، خوف یا شدید مذہبی الزامات کے ڈر سے جنسی کج روی کی صف میں داخل ہونے سے باز آجاتے ہیں۔

لیکن دوسرا غلط مفروضہ یہ ہے کہ تمام جنسی طور پر منحرف لوگ جو شاذ اور کج فطرت افعال کرتے ہیں، وہ جنسی طور پر شاذ اور کج فطرت ہوتے ہیں، بلکہ عام مردوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، جو مختلف اسباب کی بنا پر شاذ جنسی افعال

کرتی ہے۔ مثال کے طور پر قید میں بند ہونا یا ایسے حالات کا شکار ہو جانا کہ انھیں جبری طور پر یہ کام کرنے پڑیں۔

یہ مفروضہ بھی درست نہیں کہ ہر وہ بچہ جو اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں کسی بدفعلی میں شرکت ہونے کے لیے مجبور ہوا ہو، وہ لازمی طور پر بڑا ہو کر ہم جنس پرست بن جائے گا۔ یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک یہ کام باقاعدہ شوق، رغبت، امن ذہنی طور پر قبول کرتے اور اہم سمجھتے ہوئے نہ کیا جائے۔ ان حالات میں بچے کا ان بدفعلیوں کا شکار ہو جانا عموماً جنسی طور پر نہیں، بلکہ ضروریات کے حصول کے لیے تبادلے کے نقطہ نظر سے ہوتا ہے، اس کا بھی احتمال ہے کہ بچہ اس سے ملتی جلتی اشیا اور خواہشات کی تلاش اور تکمیل کے لیے اس جانب گامزن ہو جاتا ہے۔ بہر حال اعداد و شمار ثابت کرتے ہیں کہ اکثر بچے جن کو جنسی بدفعلیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بڑے ہو کر طبعی زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں۔

2 نفسیاتی ردِ عمل (خیالی یا نظری جنسی ہیجان خیزی):

اکثر لوگ ذکر کرتے ہیں کہ جہاں تک انھیں یاد پڑتا ہے، وہ اپنی ہی جنس کے لیے جنسی یا نظری کشش محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح انسان کی زندگی میں یہ لہر اٹھتی ہے جو نفسیاتی ردِ عمل کے طور پر انسان کو ہم جنس پرستی کی طرف لے جاتی ہے۔

تقریباً ہر بچہ اپنی ذات کا دوسرے بچوں کے ساتھ موازنہ کرنے کی ضرورت سے آغاز کرتا ہے، تاکہ وہ یہ جان سکے کہ وہ معاشرتی اور تہذیبی پیمانوں پر پورا اترتا ہے کہ نہیں۔ جب وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا دوسروں

کے ساتھ مثبت انداز میں موازنہ نہیں کیا جاتا تو وہ اپنے ذہن میں ان خوبیوں اور فطری خصوصیات کی محبت پروان چڑھانا شروع کر دیتا ہے، جو اس کے خیال میں اس کے پاس نہیں ہوتیں۔ یہ پسند اور محبت جو ایک فطری چیز ہے، بعض اوقات حسد کا باعث بن جاتی ہے اور حسد دوسروں کی نعمتوں کو چرانے اور آخر میں ان کو تباہ کرنے کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ اس طرح یہ منہ زور خواہش جنس کا رخ اختیار کر لیتی ہے، جس کے نتیجے میں نفسیاتی اور جنسی ردِ عمل ظہور پذیر ہوتا ہے۔

3 مشغلہ:

کچھ لوگ محض ''مشغلے'' اور شغل کے طور پر جنسی کج فطری کے میدان میں کود پڑتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنھوں نے ہم جنس پرستی کی کشش کا تجربہ نہیں کیا ہوتا یا انھوں نے کبھی جنسی کج رویوں پر مبنی ملاقاتیں نہیں کی ہوتیں، تاہم یہ لوگ ابتدائے عمر ہی میں محسوس کرتے ہیں کہ وہ دوسرے لوگوں سے ''مختلف'' ہیں، چنانچہ وہ شاذ اور باغی نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں اور نارمل لوگوں کے ساتھ میل ملاپ نہیں رکھتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ''اگر میں ان میں سے نہیں ہوں تو پھر میں بلاشبہہ جنسی طور پر شاذ اور منحرف ہوں۔''

طرزِ زندگی:

جنسی طور پر شاذ شخص سمجھتا ہے کہ وہ اپنے مشغلے یا نفسیاتی ردِ عمل، بلکہ اپنے جنسی تجربے کا خود بھی ذمے دار نہیں، بالخصوص وہ شخص جس کو مجبور کیا گیا۔ تاہم ہر جنس پرست اور جنسی طور پر بدفطرت شخص کو ان لوگوں کی صف میں شامل ہونے اور ان کی طرزِ زندگی اختیار کرنے کی ذمے داری قبول کرنی چاہیے۔

وہ لوگ جو شاذ لوگوں کی طرزِ زندگی میں شامل ہیں، ان کے مختلف

درجات ہیں، وہ یہ سارا وقت جنسی طور پر ایک مختلف دنیا میں جیتے ہیں اور وہ بے ڈھب انداز میں شاذ جنسی تجربات کی تلاش میں رہتے ہیں۔ کچھ لوگ جنسی طور پر منحرف لوگوں کے لیے ایک مثالی معاشرے کی تخلیق کے لیے ایک طرزِ عمل اور ثقافت میں داخل ہوتے ہیں، تاکہ وہ یہ محسوس کریں کہ وہ مخصوص مجموعے کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔

گہری نظر کی ضرورت:

ان چار عناصر اور اجزا پر ایک نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ جنسی شذوذ اور انحراف ایک پیچیدہ الجھن ہے، جو بہت ساری تعریفات اور اختلافات سے عبارت ہے۔ اگر آپ کو کوئی شخص بتائے: ''میں جنسی طور پر شاذ ہوں'' تو اس نے آپ کو اپنے بارے میں بہت تھوڑا بتایا ہے۔ آپ کو اس کی زندگی پر ایک گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے، تاکہ آپ اس کے جنسی انحراف کی مقدار متعین کر سکیں، جو اس کی فطرت کا حصہ بن چکا ہے۔

یہ بات اس سبب کی بھی صورت گری کرتی ہے کہ ''جنسی انحراف'' کیوں ایسی الجھن بن چکا ہے، جس پر قابو پانا انتہائی مشکل ہے۔

بلاشبہہ جنسی اعتبار سے منحرف لوگوں کی زندگی، جو وہ گزارتے ہیں، ان کے لیے کوئی آسان نہیں ہوتی، حالاں کہ دنیا میں ایسے لوگ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہیں، بلکہ کچھ نے تو اپنی اصلی شناخت کے اعلان کا فیصلہ کیا اور کچھ نے باقاعدہ شادی کر کے اولاد بھی پیدا کی اور ان کے جنسی خیالات کی حالت ان کی عملی زندگی سے بہت دور تھی۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی ہے، جو ہمہ وقت

اپنے ہم جنس پرستی کی دنیا میں داخل ہونے کے اطمینان بخش سبب اور جواز کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے۔

کیا یہ معاشرتی یا خاندانی دباؤ کا نتیجہ ہوتا ہے یا نوعمری میں ہونے والی کسی جنسی زیادتی یا جنسی ہراسانی کا خمیازہ؟

اسباب مختلف ہیں اور باوجودیکہ سارا انسانی معاشرہ اس رویے کی مذمت کرتا ہے، پھر بھی ان لوگوں کے لیے اپنی جنس کی شناخت ایک اہم موضوعِ گفتگو ہے۔

قصہ کوتاہ:

خاندانی ارتباط، اسلام کی انسانی اور دینی تعلیمات کی روشنی میں پروان چڑھنے والے مسلم خاندانی ماحول، خاندان کے تمام افراد کا باہمی ربط و تعلق، رسموں، عادتوں اور رویوں کا احترام اور بچوں کی اعلیٰ اقدار کے مطابق تربیت، یہ وہ تمام ضوابط ہیں جو ہماری اور ہمارے بچوں کی ان تمام تر افکار، خیالات اور رجحانات سے حفاظت کر سکتے ہیں، جو سرکش لہروں کی طرح مغرب سے اٹھ رہی ہیں اور ہماری طرف تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اصول اور روایات کو فروغ دیں اور اپنی اصیل مسلم شناخت کا بیج ان کے دلوں میں بو دیں۔

3 فصل

جنسی مرحلے اور بلوغت سے پہلے جذباتی تشنگی

اس فصل میں درج ذیل امور زیرِ بحث آئیں گے:

1 مغربی نفسیات دانوں کے نزدیک جنسی نشوونما کا تجزیہ۔

2 بچوں کی جذباتی طلب اور بھوک۔

1 جنسی نشوونما کا تجزیہ...... مغربی نفسیات دانوں کی روشنی میں

بلوغت سے پہلے کے مرحلے اور لڑکپن (13 سال سے لے کر 19 سال تک کی عمر) کے دوران میں بعض اوقات بچوں کے رویے میں بعض منحرف اور بدچلن قسم کے تصرفات ظاہر ہوتے ہیں۔ بچے کے محض کسی غیر مانوس اور عجیب رویے کی بنا پر یا ایسے اندازِ گفتگو اور افعال کی وجہ سے، جنھیں معاشرہ، عرف اور نہ اس کا خاندان قبول کرتا ہے، اس کو جنسی اعتبار سے منحرف اور بے راہ رو قرار دینا آسان نہیں۔ جب تک یہ قابلِ نفرت جنسی رویہ بچے کی شخصیت کا حصہ اور اس کی گھٹی میں نہ پڑ جائے، اس پر اس کا اثر نمایاں نظر نہ آنے لگے، ہر کوئی اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا شروع نہ کر دے اور بار بار اور تواتر کے ساتھ اس سے ایسی حرکتیں سرزد نہ ہونے لگیں، تب تک اس کے ایسے رویے کی انحراف اور بے راہ روی کے ساتھ تفسیر کرنا ممکن نہیں۔

بچہ عموماً اپنی بالغانہ زندگی کا آغاز اس طرح کرتا ہے کہ اس کی شہوانی طاقت اس کے جسم اور تمام اعضا میں تقسیم ہوتی ہے۔ وہ اپنے غیر جنسی جسمانی اعضا میں بھی اسی طرح کی لذت محسوس کرتا ہے، جس طرح کی لذت اپنے جنسی اعضا میں پاتا ہے۔ پھر اس میں بلوغت سے پہلے شہوانی اعضا اور حصوں میں لذت کے احساسات نمایاں ہونا شروع ہو جاتے ہیں، جو بالخصوص اس حصے میں تناسلی مرحلے میں ہوتے ہیں، لیکن وہ ان دیگر مقاماتِ بدن اور جسم کے حصوں میں بھی لذتِ شہوت محسوس کرتا ہے، جنھیں چھیڑنا اور چھونا جماع کے مقدمات اور ابتدائی سرمستیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

فرائڈ نے جنسی جبلت کے ارتقا کے تین مراحل گنائے ہیں:

1. طفلی جنسیت۔
2. خفتگی۔
3. بلوغت

اس کے خیال کے مطابق شیر خوار بچے میں بھی جنسی خواہش موجود ہوتی ہے، اس کے ہونٹوں میں کھانے کی جبلت اور جنسی لذت جمع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ ماں کے پستان سے دودھ پیتے وقت بھوک اور جنسی خواہش دونوں کی تشفی بہ یک وقت کر لیتا ہے۔ دوسرا مرحلہ خفتگی کا ہے، جو شیر خوارگی کے خاتمے سے شروع ہو کر بلوغت کے آغاز تک رہتا ہے، ان سالوں میں جنسی خواہش پسِ منظر میں چلی جاتی ہے اور تیسرا مرحلہ بلوغت کا ہے۔

بچے کے جنسی شعور کے آغاز میں اس کے رجحانات ہم جنس کی طرف بھی مائل ہوتے ہیں اور صنفِ مخالف کی طرف بھی۔ نو خیزوں کی ہم جنسی کی محبت

اگرچہ شعوری اور واضح طور پر جنسی نہیں ہوتی۔ تاہم اس کی تہہ میں نیا نیا بیدار شدہ جنسی اُبال ضرور کارفرما ہوتا ہے۔ نو خیزوں (ٹین ایجرز) میں ہم جنسی محبت کا میلان تیرہ برس کی عمر سے سولہ برس کی عمر تک رہتا ہے، اس کے بعد وہ اس رجحان کو دبا لیتے ہیں۔ ان کی ساری توجہ دوستیاں بنانے پر مرکوز ہو جاتی ہے اور ان کی تمام تر جنسی توجہات اور دلچسپیوں کا مرکز صنفِ مخالف بن جاتی ہے۔

لڑکپن میں بچے کی انا اور خودی اس کو ہم جنس کی طرف رجحان رکھنے کی اجازت دیتی ہے، لیکن وہ اس کو بلند مقصد دوستیوں میں تبدیل کر لیتا ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی انانیت ہم جنس پرستی کے رجحان کو ناپسند کرتی اور اس سے کلی طور پر انکار کرتی ہے۔

اس طرح یہ رجحانات اور رغبتیں ناآسودہ رہتی ہیں یا مختلف ذہنی عوارض کی وجہ سے شرمندہ تعبیر نہیں ہوتیں۔

اب ذہنی عوارض میں ایک یہ عارضہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچہ اپنے ہم جنس افراد کے ساتھ تعلق رکھنے سے خوف کھاتا ہے۔ اگر انانیت ہم جنس پرستی کے رجحانات پر کوئی اعتراض اور قدغن نہ لگائے، بلکہ اس کی اجازت دے دے تو ایسی صورت میں لڑکپن کی عمر کے بچے، یعنی ٹین ایجر پر جنسی انحراف کے اثرات نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں، بلکہ وہ بعض اوقات کھلے عام اور صاف انداز میں اپنے اس رویے کا اظہار کرتا ہے۔

لڑکپن کی حدود میں داخل ہونے والا بچہ یہ گمان کر سکتا ہے کہ (مشت زنی، خود لذتی اور خود کاری وغیرہ) ایک عام اور قابلِ قبول رویہ ہے، وہ کوئی نفسیاتی بیماری کی حالت نہیں، جو اس کے ہم عمروں میں عام اور متداول ہے۔

بچوں کی زندگی میں اس جیسی عادتوں کا پھیل جانا اور پھر ان کی فطرت میں رچ جانا ان کی جنسی پختگی کو روک دیتا ہے۔

پھر ہر بچہ جنسی بے راہ رویوں اور بدفعلیوں کے ذریعے اپنی جنسی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور ہر بدفعلی کو اسی نام سے موسوم کرتا ہے، اس کے بعد مختلف مراحل عبور کرنے کے بعد وہ اس میں کئی تجربات سے گزرتا ہے۔

بعد ازاں اس کی کئی دوستوں سے پہچان بنتی ہے اور ان کے ساتھ اس طرح کے تعلقات استوار کر لیتا ہے جو اس عمر میں اس کے ہم جنس پرستی کی طرف رجحان کا اظہار کرتے ہیں۔

یہ مرحلہ اس کی زندگی میں ایک فیصلہ کن موڑ ہوتا ہے، جس کی بھرپور نگرانی اور دیکھ بھال ضروری ہوتی ہے، تاکہ وہ اپنی جنس کا اظہار کر سکے، اپنی مردانگی کا احترام کرے اور لچک اور غیر مستقل مزاجی سے دور رہے، تاکہ اس کی جنسی پختگی اپنی غایت اور منزل تک جا پہنچے، جو نکاح ہے۔ جس کی دوسری جانب بھی صنفِ مخالف کا بالغ فرد ہوتا ہے، لیکن یہ جنسی سفر اور ارتقا آسانی سے اختتام پذیر نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات اس کا جنسی رویہ نشو ونما کے کسی بھی مرحلے میں اس درست شاہراہ سے ہٹ سکتا ہے، اسی لمحے جنسی انحراف جنم لے لیتا ہے۔

2 بچوں کی جذباتی طلب اور بھوک

یہ بیماری کی حالت ہے، بعض بچے اس کا شکار ہو جاتے ہیں، اس سے مراد وہ وجدانی یا نفسیاتی بھوک اور طلب ہوتی ہے، جو انسان کو اپنے اِرد گرد کے افراد کی محبت اور شفقت حاصل کرنے پر اکساتی ہے، وہ اس کو اس محبت اور شفقت سے چاہے جتنا آسودہ رکھیں، وہ ان سے مزید کی طلب رکھتا ہے، اس

کی بھوک مٹتی نہیں اور وہ مسلسل جذباتی طور پر بھوکا رہتا ہے۔ اگر اس کو اس کی مطلوبہ محبت اور شفقت نہ ملے تو وہ بے قرار، غم زدہ اور کبیدہ خاطر رہتا ہے۔

یہ جذباتی بھوک شاید ان بچوں میں زیادہ ہوتی ہے، جو جذباتی محرومی کا شکار ہوتے ہیں اور ان کو ماں کی طرف سے یا کسی بھی سبب سے توجہ نہیں ملتی، ان کی زندگی میں عائلی زندگی اور خاندانی تعلقات کی گرمی مفقود ہوتی ہے۔

جذباتی طور پر بھوکے بچے کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی اس بھوک کو مٹانے کے ذرائع تلاش کرتا ہے اور یہ بھی امکان ہوتا ہے کہ وہ کسی غلط راستے کا انتخاب کر بیٹھے، اس کو برے دوستوں کی صحبت مل جائے اور ان کے ساتھ تعلقات قائم ہو جائیں۔

ایسا بچہ دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ناپسندیدہ وسائل بھی استعمال کرتا ہے، اس کی جذباتی بھوک اس کو جارحیت پسند اور انا پرست بھی بنا سکتی ہے اور وہ لوگوں کو سمجھنے کی راہ میں بھی رکاوٹ بن سکتی ہے۔

بسا اوقات یہ جذباتی بھوک اس کو جذباتی گداگری کا بھی خوگر بنا سکتی ہے، اس کیفیت میں بچہ دوسرے لوگوں سے جذباتی بھیک مانگتا ہے کچھ میں بچپن ہی سے یہ عادت پیدا ہو جاتی ہے۔

وہ بچہ جو اپنی ماں سے جذبات اور لگاؤ کی بھیک مانگتا ہے، وہ بچی جو اپنے باپ سے شفقت کا سوال کرتی ہے، وہ دونوں جذباتی بھیک اور مادی بھیک میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ ان کا ہمیشہ یہی مطالبہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پہلو میں رہیں، ماں اس کو اپنا وقت بھی دے، توجہ بھی دے، جسم بھی دے اور روح بھی دے، اس کو اپنی شفقت اور محبت کا دودھ پلاتی رہے اور کبھی سیر نہ

ہو، وہ ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ وہ اس کی ملکیت میں رہے۔ کوئی اس کے ساتھ دوسرا شریک نہ ہو، وہ بھی بلا اختلاف اسی کا ہو، وہ انہی کیفیات میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے اور شباب کی منزلیں طے کرنا شروع کر دیتا ہے، اس طرح جذباتی گداگری اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے، بالخصوص عورتوں میں یہ بھوک زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی عورت اس کیفیت میں گرفتار ہو تو وہ مردوں کے جذبات کی طلب گار بن جاتی ہے۔

ایسے مرد یا عورت کی کیفیت اس شیر خوار بچے کی سی ہو جاتی ہے، جس کے نزدیک تمام لوگ ماں باپ کے روپ میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان سے امید رکھتا ہے کہ وہ اسی بنیاد پر اس کے ساتھ رویہ رکھیں، اگر اس کو ان سے اپنی مطلوبہ شفقت اور چاہت نہ مل سکے تو وہ اس طرح بھڑک اٹھتا ہے جس طرح اپنی ماں یا اپنے باپ کے سامنے بھڑکتا ہے، وہ ان سے بہت زیادہ امید رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ ان کی اس بہت زیادہ محبت کو کس طرح استعمال کرنا ہے، تا کہ وہ ان کو جذباتی طور پر بلیک میل کر کے ان سے مزید محبت، شفقت اور توجہ حاصل کر سکے۔

عظمت کی چوٹی:

آپ مسکرا رہے ہوں اور آپ کی آنکھوں میں ہزار آنسو ہوں۔

صبر کی بلندی:

آپ خاموش ہوں اور آپ کے دل میں زخم بول رہے ہوں۔

تکلیف کی انتہا:

آپ کا محبوب آپ کو زخم لگا رہا ہو۔

وفا کی رفعت:

آپ محبوب کے لگائے ہوئے زخم بھول جائیں۔

اور تمام بلندیوں کی بلندی:

آپ کوئی چیز اللہ کی خاطر چھوڑ دیں تو وہ آپ کو اس کا نعم البدل عطا کر دے گا۔

باب 2

شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو

اس باب میں درج ذیل فصلیں ہیں:

1 شہوت اور حرام نظر بازی۔

2 ہم اپنے بچوں کو جنسی ہراس زدگی سے کیسے بچائیں؟

3 خاندانی تشدد۔

1 فصل

شہوت اور حرام نظر بازی

اس فصل کے مباحث درج ذیل ہیں:

1 شہوتوں کے پیچھے بگٹٹ بھاگنے کے خطرات۔

2 نوخیز لڑکوں کو نظر بھر کے دیکھنے کے اثراتِ بد۔

3 شہوت ایک ہمہ گیر خطرہ۔

4 مجھے درد کی آگ جلا رہی ہے۔

1 شہوتوں کے پیچھے بگٹٹ بھاگنے کے خطرات

شہوتوں کی پیروی کرنا اور ان میں سرتاپا گرفتار ہو جانا، دل پر ان کے قبضے کا باعث بن جاتا ہے، پھر دل ان خواہشات کا اسیر اور بندہ بے دام بن جاتا ہے۔ خواہشات کا اسیر جب کسی خیال اور شہوت کے دباؤ میں آ جاتا ہے تو وہ جب تک مغلوب نہیں ہو جاتا، تب تک وہ شہوت اس کے دل کو نہیں چھوڑتی اور وہ اس کے چنگل سے آزاد نہیں ہو پاتا۔

خواہشات اور ان کی چمک دمک، کشش اور فتنہ سامانی سے اپنے نفس کو روک کر رکھنا صبر کہلاتا ہے۔ یہ صبر اس صبر، جبرِ مسلسل اور حسرتوں سے کہیں آسان ہے، جو ان خواہشات کی پیروی میں شہوت پرست کا مقدر بن جاتی ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شہوت سے صبر کرنا، یعنی اپنے نفس کو اس سے دور رکھنا اس پریشانی پر صبر سے کہیں آسان ہے، جو اس شہوت کے نتیجے کے طور پر سامنے آتی ہے۔''

یہ شہوت یا تو تکلیف اور سزا کا باعث بنتی ہے اور اس سے زیادہ کامل لذت سے محروم کر دیتی ہے، پھر وقت ضائع کرنے کا سبب بھی بنتی ہے جس کو ضائع کرنا حسرت اور ندامت ہے۔

شہوت پرستی اس عزت کو تار تار کر دیتی ہے جس کا محفوظ رہنا انسان کے لیے زیادہ مفید ہوتا ہے یا مال سے محروم کر دیتی ہے، جس کا باقی رہنا ضائع ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔ آدمی کو ایسی قدر ومنزلت سے ہاتھ دھونے پڑ جاتے ہیں جس کا ہونا اس کے لیے باعثِ عزت اور نہ ہونا باعثِ ذلت ہوتا ہے، پھر اس سے ایسی نعمت چھن جاتی ہے، جس کی بقا شہوت رانی سے زیادہ لذیذ تھی۔

شہوت پرستی بسا اوقات ایسے حزن و ملال اور خوف کو لے کر آتی ہے کہ یہ لذت اس کے عشرِ عشیر بھی نہیں ہوتی۔ انسان کو ایسا علم بھلا دیا جاتا ہے، جس کا یاد رہنا شہوت کی سیرابی سے زیادہ لذیذ تھا۔ یہ شہوت کوشی کبھی دشمن کو خوش کر دیتی ہے اور دوست کو ناراض یا مستقبل میں ملنے والے نعمت کا راستہ روک دیتی ہے یا ایسا عیب پیدا کر دیتی ہے جو انمٹ ہوتا ہے، کیوں کہ اعمال ہی صفات اور اخلاق کو جنم دیتے ہیں۔

کیا آپ اللہ تعالیٰ کے اس عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ

الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ
اَثَامًا۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾

[الفرقان: ٦٨، ٦٩]

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور وہ کسی نفس کو بھی جسے (مارنا) اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، ناحق قتل نہیں کرتے اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو کوئی یہ کام کرے گا، وہ گناہ کی سزا پائے گا۔ یومِ قیامت اس کا عذاب دگنا کردیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔''

کیا آپ اس سزا کے متحمل ہو سکتے ہیں جو اس حدیث میں ذکر ہوئی ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے آج رات خواب میں دیکھا، دو آدمی میرے پاس آئے اور وہ مجھ کو ارضِ مقدسہ کی طرف لے گئے، ہم ایک تنور جیسی چیز کے پاس آئے: کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں شور وغوغا ہے، جب جھانک کر اس میں دیکھا تو وہاں ننگے مرد اور عورتیں تھیں، ان کے نیچے سے آگ کا شعلہ بلند ہوتا جب وہ شعلہ ان تک پہنچتا تو وہ چیختے چلاتے، ان کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب ملا: یہ زنا کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں۔'' (صحيح البخاري)

زنا کرنے والوں کو اللہ کے ہاں جس سزا کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ اس کی ایک جھلک ہے، جو لونڈے بازی کرتا ہے وہ بھی انہی کی طرح ہے۔ اگر ان سے شدید تر نہیں تو کون اس عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟ کون

اپنے آپ کو اس سزا کے لیے پیش کر سکتا ہے؟ یہ نہ کہیں کہ میں تو فواحش اور غلط کاریوں تک نہیں پہنچا!

یہ مقدمات، یعنی ابتدائی شہوتیں جیسے: نظر بازی، چھونا وغیرہ، یہ زنا کے راستے پر پہلا قدم ہے اور ہلاکت کی راہ پر پہلی منزل!

اے میرے نوجوان بھائی! کیا تجھے علم نہیں کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم کھائی کہ وہ تجھ کو گمراہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا؟

اللہ تعالیٰ نے کہا:

﴿قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ [الأعراف: ١٥،١٦]

''اللہ نے کہا: بے شک تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے۔ وہ بولا: پس اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا تو میں ان (لوگوں کو گمراہ کرنے) کے لیے تیرے سیدھے راستے پر ضرور بیٹھوں گا۔''

وہ انسان کو گمراہ کرنے اور پھسلانے کی ہر ذریعے سے کوشش کرتا ہے، وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ جب وہ کسی انسان کو کسی نافرمانی میں پھنسا دیتا ہے، خواہ وہ چھوٹی ہی ہو تو وہ ایک بڑی کامیابی حاصل کر لیتا ہے، کیوں کہ اس کے لیے آگے کا سفر اس سے زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کے بارے میں بتایا ہے جو غزوہ احد میں میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے کہ شیطان نے ان کو کس طرح ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے اس کبیرہ گناہ میں پھنسا دیا جو ہلاک کر دینے والا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ گناہ معاف کر دیا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ﴾ [آل عمران: ۱۵۵]

''بے شک جب دو لشکر (احد میں) آپس میں ٹکرائے تھے تو تم میں سے جن لوگوں نے پسپائی اختیار کی، یقیناً وہ اپنی بعض کوتاہیوں کے سبب شیطان کے بہکاوے میں آگئے تھے اور بلا شبہہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا، بے شک اللہ نہایت بخشنے والا، بہت حوصلے والا ہے۔''

وہ ہر ذریعہ استعمال کر کے تجھ کو صغیرہ گناہ میں پھنسانا چاہتا ہے، پھر وہ آہستہ آہستہ تجھ کو خواہش اور بدکاریوں کی طرف لے جائے گا اور پھر کہے گا:

''تم دنیا اور آخرت دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے، اب جس شہوت سے لذت حاصل کرنا چاہتے ہو، کرتے رہو۔ اس دلدل میں اتر جاؤ، واپسی کی کوئی راہ نہیں بچی۔''

دیکھیے! یہ ابلیس کی چال بازیوں کے ترکش کا صرف ایک تیر ہے۔ چنانچہ غور کریں کہ کیا آپ کے لیے اپنی نظر سے ہر آنے والے اور آنے جانے والی کو شکار کرنا جائز ہے؟ پھر بعد میں آپ یہ پوچھتے رہیں: اس شہوت کے بھڑکنے کا سبب کیا ہے؟

کیا آپ جیسے صاحبِ عقل و بینش کو یہ جچتا ہے کہ وہ ٹیلی ویژن پر پیش کی جانے والی عورتوں اور نوخیز لڑکوں کی متحرک تصویروں پر نگاہ جمائے، گھٹیا اور بی گریڈ فلموں کا رسیا ہو جائے، اخلاق باختہ رسالوں کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہے، یا جذبات انگیخت کرنے والے گانوں کا دلدادہ ہو جائے؟

کیا آپ ان تمام بدعادتوں کا شکار رہیں، ہم تو آپ کو پختہ کار اور خرد مند ہی گمان کرتے رہے ہیں؟

اے نوجوانِ امت! یہ سارے کام کرنے کے بعد بھی تم مرض کا سبب پوچھتے ہو اور علاج تلاش کرتے ہو؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ [النور: ۳۰]

"(اے نبی!) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں، بلاشبہہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔"

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدَأُهَا مِنَ النَّظَرِ
وَمُعْظَمِ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ
كَمْ نَظْرَةٍ فَتَكَتْ فِيْ قَلْبِ صَاحِبِهَا
فَتْكَ السِّهَامِ بِلَا قَوْسٍ وَلَا وَتَرِ

"ہر حادثے کا آغاز نظر سے ہوتا ہے، اک شعلہ پورا جنگل جلا دیتا ہے۔ ناوکِ نظر بھی عجب آلۂ ہلاکت ہے، جو صاحبِ نظر کے دل ہی میں پیوست ہو جاتا ہے۔

یہاں امام ابنِ قیم رحمہ اللہ ایک مریضِ شہوت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

"تم ہر پری وش حسینہ اور پرتو جمال نوخیز نوجوان کو دیکھ کر للچانے لگتے ہو، نظریں اٹھا اٹھا کر اس کو دیکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ تمھارے زخم کی دوا ہے،

نہیں! یہ تمھارے زخم کی دوا نہیں، بلکہ زخم پر زخم ہے، تم نے تانکنے جھانکنے اور رونے دھونے کے ساتھ اپنی نظر کو ذبح کر دیا۔"

تمھارا دل بھی ذبح ہو رہا ہے، یعنی وہ مسلسل شہوت کے بارے میں سوچ سوچ کر کٹ رہا ہے، یہ نظر بازی بڑی نامراد اور لاعلاج بیماری ہے۔

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت اور عدل ہے کہ وہ بندے کے دل میں پیدا ہونے والے اور اڑان بھرنے والے خیالات اور سوچوں پر اس کا مواخذہ نہیں کرے گا، جب تک وہ انھیں اپنے لبوں سے نہ نکالے یا ان پر عمل نہ کر لے۔

بعض نوجوانوں کا یہ لذت آفریں مشغلہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیال کو شہوت کے میدان میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں اور خیالوں میں وہ سب کچھ کر گزرتے ہیں، جس کا عالمِ وجود میں امکان بھی محال ہوتا ہے۔ آغاز میں نوجوان ان خیالات کو جھٹکنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے لیے ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے سے بہتر ہے کہ وہ آسمان سے گر کر مر جائے، لیکن آہستہ آہستہ وہ خیالات کے دھارے پر بہنا شروع ہو جاتا ہے اور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ وہ نماز میں بھی ان ہیجان خیز خیالات پر قابو پانے کی سکت نہیں رکھتا، جس طرح کئی ایک نوجوانوں نے میرے سامنے اس کا اعتراف کیا۔

جب یہ سوچ طول پکڑ جاتی ہے تو شہوت آہستہ روی سے دل میں داخل ہو جاتی ہے اور اس پر قبضہ جما لیتی ہے۔ ایک آتش فشاں اکٹھا ہو جاتا ہے جو پھٹنے کے لیے راہ تلاش کرتا ہے۔

اس لیے شہوانی تفکیر سے بچیں، جوں ہی آپ کے ذہن میں کوئی ایسی لہر اور خیال اٹھے اسے فوراً دبا دیں، اندازِ تفکیر بدل لیں، سوچ کا دھارا صحیح راہ کی

طرف موڑ لیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگا لیں، اس کی مخلوقات میں تامل کریں، اس کی عظمت پر غور کریں، امت کی تکلیف وہ صورتِ حال کا جائزہ لیں اور دنیا اور آخرت میں کام آنے والے امور کے بارے میں سوچیں۔

بچوں کی تربیت سے وابستہ افراد کو ایک ایسے مسئلے اور مصیبت سے آگاہ کرنا ضروری ہے، جس میں کچھ لوگ غیر محسوس انداز میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ مصیبت اور آفت نوخیز لڑکوں اور بے ریش بالکوں کے ساتھ قلبی لگاؤ اور ان کے عشق میں گرفتار ہونے کی مصیبت ہے، جسے امرد پرستی کہا جاتا ہے۔

اس علت کی خطرناکی اور اس میں مبتلا افراد پر اس کے اثراتِ بد بیان کرنے کے لیے چند نکات زیرِ بحث لائے جاتے ہیں:

1 امرد کون ہوتا ہے؟

وہ لڑکا جس کی ڈاڑھی نکلنے کے قریب ہو، لیکن نکلی نہ ہو، مسیں بھیگ رہی ہوں، نظریں اس کی کشش محسوس کریں، دل میں اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے کی طلب پیدا ہوتی ہو، وہ امرد کہلاتا ہے۔

تاہم مونچھوں کا نکل آنا اور اس کا مردوں کی صف میں داخل ہو جانا، یہ کوئی قید اور شرط نہیں، بلکہ اس مرحلے کے اختتام کا بیان ہے اور یہ وضاحت ہے کہ اس کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب لڑکا اس عمر کو پہنچ جائے، جس عمر میں عورتیں اس کی تمنا رکھنے لگتی ہیں۔ ٹین ایجر اس کے قریب قریب ہوتا ہے، جب لڑکا بلوغت کے قریب ہو، لیکن ابھی بالغ نہ ہوا ہو تو اس کو ٹین ایجر کہا جاتا ہے۔

2 شیطانی چال بازی:

بلاشبہہ روشن چہرے والے، خوبرو نوخیز لڑکے پر نظر ڈالنا فتنے سے خالی

نہیں۔ جو لوگ شکلوں کے مریض ہوتے ہیں، شیطان ایسے لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے یہ خوش کن ہتھکنڈا استعمال کرتا ہے، وہ ان کے دلوں میں یہ خیال بنا سنوار کر ڈالتا ہے کہ وہ اس امرد اور بے ریش نوجوان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتا ہے، وہ اس کا اسلامی بھائی ہے اور وہ اس کے ساتھ پاک محبت کرتا ہے۔

ایک نوجوان ثانوی مرحلے (انٹرمیڈیٹ) میں پڑھتا تھا، وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ نصابی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا اس کے محلے کے ایک ذی وقار اور باشرع آدمی کی اس خوبرو نوجوان کے ساتھ دوستی ہوگئی اور یہ دوستی جنون میں تبدیل ہوگئی۔

دلیل یہ تھی کہ وہ اس نوجوان کو دینی اور دعوتی سرگرمیوں کی وجہ سے ساتھ رکھتا ہے اور وہ اس کی اسلامی تربیت بھی کرتا ہے، لیکن نتیجہ الٹ ہوگیا اور یہ تعلق اس حد تک انحراف اور بے راہ روی کا شکار ہوگیا کہ ان کے درمیان حرام تعلق قائم ہوگیا، وہ سکول میں بھی بدنام ہوا اور دوستوں میں بھی، بالآخر اس نے نماز اور مسجد دونوں کو خیر آباد کہہ دیا۔

یہ نفس کا فریب ہے، جب ایک مسلمان کو محسوس ہونے لگے کہ وہ امرد پرستی کی طرف مائل ہو رہا ہے تو اس کو فوراً اپنے نفس کی لگام کھینچ لینی چاہیے۔

نیز اس کو علم ہونا چاہیے کہ یہ پرخار اور خواہش پرستی کا راستہ ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَآءَهُمْ وَ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴾ [القصص: ٥٠]

’’پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لیجیے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بلاشبہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

3 ایک امرد پرست کا واقعہ:

امام ابنِ جوزی ذکر کرتے ہیں، عبداللہ بن جلا راوی ہے:

میں ایک خوب صورت عیسائی لڑکے کو دیکھا کرتا، ایک دن میرے پاس سے ابو عبداللہ بلخی کا گزر ہوا، اس نے کہا: یہاں کیوں کھڑے ہو؟ میں نے کہا: چچا جان! دیکھیے کتنا خوب صورت چہرہ ہے، جو جہنم میں جلے گا! اس نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا: تجھے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ راوی کہتا ہے: میں نے چالیس سال بعد اس کا خمیازہ بھگتا، میں نے قرآن بھلا دیا۔

2 امرد کو شہوت بھری نظر سے دیکھنے کا حکم

علمائے کرام کا اجماع ہے کہ خوبرو امرد کو دیکھنا حرام ہے۔ ابن عابدین کہتے ہیں:

’’خوبروئی کا معیار دیکھنے والے کی نظر ہے، خواہ اس کا رنگ کالا ہی ہو، کیوں کہ ہر ایک کا اپنا اپنا معیارِ حسن ہے۔‘‘

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اسی طرح امرد کو دیکھ کر، چھو کر لذت حاصل کرنا بدکاری کا ابتدائیہ

ہے، جو تمام مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ حرام ہے۔ اجنبی (غیر محرم) عورت کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔''

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں:

''جب تم کسی آدمی کو دیکھو وہ کسی بے ریش لڑکے کو نظر بھر کر بار بار دیکھ رہا ہے تو اس کو اس کا الزام دے دو، خوبرو بے ریش لڑکے کے ساتھ لذت کوشی کی نظر سے مصافحہ کرنا، اس کو شہوت بھری نظر سے دیکھنے کے معنی میں ہے، بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک کام ہے۔ یہ شیخ الاسلام کے الفاظ ہیں۔''

4 ابو سعید صعلوکی کا قول:

اس امت میں ایک گروہ ہوگا، جن کو لونڈے باز کہا جائے گا، ان کی تین اقسام ہوں گی:

پہلی قسم: محض دیکھ کر لذت حاصل کرنے والی ہوگی۔

دوسری قسم: مصافحہ کر کے لطف اندوز ہوگی۔

تیسری قسم: اس خبیث اور گندے کام میں عملاً مبتلا ہوگی۔

چنانچہ جو ان جیسی بری عادتوں کا شکار ہے، اس کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور شیطان کی پیروی ترک کر دینی چاہیے، وگرنہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔

5 امرد کے ساتھ خلوت نشینی:

علمائے کرام نے امرد کے ساتھ خلوت اور علاحدگی اختیار کرنے سے سختی سے منع کیا ہے، کیوں کہ یہ بہت ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امرد کے ساتھ خلوت گزینی اس کو محض دیکھنے سے زیادہ خطرناک ہے، کیوں کہ یہ شر اور بدکاری کو زیادہ قریب کر دے گی، چاہے جو اس کے ساتھ خلوت نشین ہوا ہے۔ وہ بظاہر نیک اور شریف آدمی ہی ہو یا کوئی دوسرا ہو، کیوں کہ مبتلائے فتنہ ہونے کا اندیشہ ہر دم قائم ہوتا ہے اور مومن دوسروں سے پہلے خود اپنی ذات کا محاسبہ کرنے والا ہوتا ہے۔

6 علاج اور پرہیز:

طلبا کے تعلیمی اداروں اور تربیتی مراکز کی انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ طلبا کے نگران، مدرسین اور دیگر عملے کو منتخب کرتے وقت انتہائی کڑا معیار رکھیں اور جو اس معیار پر پورا اترے، صرف اس کو رکھیں۔ ایسے لوگوں کو دور رکھیں جو امرد پرستی کا رجحان رکھتے ہیں یا جس کے متعلق ذرا سا شائبہ بھی محسوس ہو کہ اس میں یہ جراثیم موجود ہیں تو اس کو قطعاً قبول نہ کریں۔ بچوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ گھلنے ملنے کی بالکل اجازت نہیں دینی چاہیے اور کسی بھی صورت ان کو تدریسی اور غیر تدریسی سٹاف میں شامل نہیں کرنا چاہیے۔ اس معاملے میں کوئی سستی برداشت نہ کی جائے، کیوں کہ یہی اس کا سدِ باب ہے اور برائی کے راستوں کو بند کرنا شریعت کا حکم ہے۔

صرف ایک واقعہ یا صرف ایک شخص ادارے کو بدنام اور اس کی شہرت داغ داغ کرنے کا باعث بن جاتا ہے، بلکہ نیکی کے بڑے بڑے کام اور کئی عمدہ ادارے محض اس جانب سے پریشانی کی وجہ سے بند کرنے پڑ گئے اور لوگ بہت بڑی بھلائی سے محروم ہو گئے۔

3 شہوت ایک ہمہ گیر خطرہ

انسان کو اپنی دنیا کی زندگی میں جن پریشانیوں اور مصیبتوں سے پالا پڑتا ہے

ان میں سب سے زیادہ خطرناک مصیبت یہی شہوت کی مصیبت ہے اور یہ جہنم میں لے جانے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس شخص کو جنت کی ضمانت دی ہے جو اپنی شرم گاہ اور زبان کو صحیح استعمال کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔

شہوت وہ خطرہ ہے جو انسان کو چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے اور غالباً یہی وہ چیز ہوتی ہے جو انسان اور اس کے رب کے درمیان حائل ہوتی ہے، یہاں ہم جس شہوت کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں وہ شرم گاہ اور نظر بازی کی شہوت ہے۔

اس شہوت نے کتنے عبادت گزاروں کو فاسق بنا دیا، کتنے عالموں کو جاہل اور کتنے دین داروں کو دین سے نکال دیا کہ جن کے بارے میں یہ تصور بھی محال تھا؟

یہاں ایسے لوگوں کے چند واقعات درج کیے جاتے ہیں:

1. ایک آدمی ایک مسجد میں چالیس سال سے اذان دے رہا تھا، وہ نیک لوگوں کی ایک زندہ مثال تھا، اس کے چہرے پر عبادت اور اطاعت کا نور چمکتا تھا۔ وہ ہر روز مینار پر چڑھ کر اذان دیتا، مسجد کے مینار کے نیچے پڑوس میں ایک عیسائی ذمی کا گھر تھا، ایک دن اس گھر پر اس کی نظر پڑ گئی، وہاں اس نے گھر والے کی بیٹی کو دیکھا تو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا، اس نے اذان چھوڑی، مینار سے نیچے اترا اور اس کے گھر چلا گیا۔

اس نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟

اس نے جواب دیا: تم کو چاہتا ہوں۔

اس نے پوچھا: کیوں؟

موذن نے جواب دیا: تمھارے حسن نے میری عقل سلب کر لی ہے اور دل پر قبضہ جما لیا ہے۔

اس لڑکی نے کہا: میں تمھاری شہوت پوری کر کے اپنی پاک دامنی تار تار نہیں کر سکتی۔

موذن نے کہا: میں تمھارے ساتھ شادی کر لیتا ہوں۔

لڑکی نے جواب دیا: تم مسلمان ہو اور میں عیسائی۔ میرا باپ تو کبھی تمھارے ساتھ میری شادی نہیں کرے گا۔

موذن نے کہا: میں عیسائی ہو جاتا ہوں۔

اس نے کہا: اگر تم ایسا کرو گے تو پھر یہ ممکن ہے۔

وہ اس کے ساتھ شادی کرنے کی خاطر عیسائی ہو گیا اور اس کے ساتھ گھر میں رہنے لگا، شب عروسی کو وہ چھت پر چڑھا، وہاں اس کا پاؤں پھسلا وہ نیچے گرا اور گرتے ہی مر گیا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

وہ اس لڑکی کے حسن سے لطف اندوز ہو سکا نہ اپنا دین ہی بچا سکا۔ اللہ تعالیٰ اس بدانجامی سے بچائے۔

اس بدنصیب نے ایک عیسائی عورت کی خاطر اپنا دین تک بیچ ڈالا۔ یہ سوختہ بخت اتنے سالوں تک اپنے دین پر کاربند رہا، لیکن آخر میں صرف حرام نظر بازی اور جنسی شہوت کی وجہ سے جہنم میں جا گرا! انسان کی شہوت جب بھڑک اٹھے اور وہ اس کو ہوش مندی کے ساتھ ٹھنڈا نہ کرے تو وہ اس کو تباہیوں کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔

اس شخص اور اللہ تعالیٰ کے نبی یوسف علیہ السلام کے درمیان تقابل کریں اور غور

کریں، آپ کو حیرانیاں اور عجائب نظر آئیں گے۔

اس شخص کو اس عورت نے بذاتِ خود مبتلائے فتنہ نہیں کیا تھا، جس طرح عزیزِ مصر کی عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے جال پھیلایا، فتنہ سامانی کا ماحول تیار کیا اور ان کو دعوتِ گناہ دی، لیکن وہ ان مردوں میں سے تھے جن کا یہ شعار ہوتا ہے:

﴿اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾

[الأنعام: ١٥]

''بے شک اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

لیکن مجھ پر تہمت نہ آئے کہ کہاں ایک عام امتی اور کہاں ایک نبی اور کیسا ان کے درمیان تقابل۔ اب خالد مسکی کا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں، جو زبان زد عام و خاص ہے۔

2 خالد مسکی ایک خوب صورت اور نیک سیرت نوجوان تھا، جو گھوم پھر کر سامان بیچتا تھا۔ ایک عورت اس کی خوب صورتی سے متاثر ہوگئی، اس نے اس کو کوئی چیز خریدنے کے بہانے گھر بلایا، جب وہ گھر آیا تو اس نے سارے دروازے بند کر لیے اور کہنے لگی: اگر تم نے میری خواہش کو آسودہ نہ کیا تو میں تم کو سر بازار رسوا کر دوں گی اور الزام لگا دوں گی کہ تم نے میری عزت لوٹنے کی کوشش کی ہے۔

اس نے اس کو سمجھانے کی اور اپنی جان چھڑوانے کی لاکھ کوشش کی، لیکن بلا سود۔ آخر کار اس نے آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے غسل خانے میں جانے کی اجازت مانگی کہ وہ نہا دھو کر گندگی اتار لے اور تازہ دم ہو جائے۔ اس نے خوشی

خوشی اس کو اجازت دے دی۔

وہ غسل خانے میں داخل ہوا اور اس ابتلا سے چھٹکارا پانے کی کوئی راہ سوچنے لگا۔

اس کی عقل کی پختہ کاری اور قوتِ ایمانی نے اس کو راہ سجھائی، بظاہر بدبو دار راہ، لیکن وہ معصیت سے فرار کی راہ تھی، اس نے اپنے جسم اور چہرے پر براز مل لیا، ہاں اپنا براز! انسانی فضلہ۔ وہ جب غسل خانے سے باہر نکلا تو اس سے بدبو کے بھبھوکے اٹھ رہے تھے۔ وہ ایک بڑا کریہہ منظر تھا!

اس عورت نے جب اس کو اس طرح گندگی میں لتھڑا ہوا دیکھا تو اس کی ساری شہوت جاتی رہی، بدبو نے سانس لینا دوبھر کر دیا اور اس نے اس کو گھر سے باہر نکال دیا۔

اس اللہ کے نیک بندے نے اپنا سامان بھی وہاں چھوڑا، ظاہری گندگی کی کوئی پروانہ کی اور اپنا ایمان بچا کر وہاں سے بھاگ نکلا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ انعام بخشا کہ اس کے جسم سے پاکیزہ خوش بو اٹھنے لگی، لوگ اس کی خوش بو سونگھ کر اس کا آنا سمجھ جاتے اور وہ خالد مسکی (کستوری کی خوش بو والا) کے نام سے جانا جانے لگا۔

فرمانِ نبوی ہے:

”جو شخص اللہ کی خاطر کسی چیز سے دست بردار ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بڑا اچھا متبادل فراہم کرتے ہیں۔“

حدیثِ رسول اللہ ﷺ ہے:

”قیامت کے روز سات خوش نصیب افراد کو اللہ تعالیٰ کا سایہ نصیب

ہوگا، جن میں ایک وہ شخص بھی ہوگا، جس کو دنیا میں کسی حسب ونسب اور حسن و جمال والی عوت نے دعوتِ گناہ دی تو اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔''

3 ایک آدمی ایک نو خیز لڑکے کی محبت میں گرفتار ہوگیا، یہ محبت جنون بن گئی۔ وہ جوان اس کی زندگی کا ایک حصہ بن گیا، اس کی خوشی عاشق کے نزدیک تمام زمین والوں کی خوشی سے زیادہ عزیز ہوگئی اوران کا عشق اتنا بدنام ہوا کہ وہ ایک ضرب المثل اور ایک حوالہ بن گیا۔ وہ لڑکا اس آدمی کے عشق اور پاگل پن سے تنگ آ گیا، اس لیے اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ اپنی شہرت اور دین کو بچانے کے لیے کہیں چھپ جائے اور اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے، کیوں کہ وہ ڈرتا تھا کہ کل اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائے گا، اس کا یہ نعرہ تھا:

﴿إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّي عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٍ﴾

[الأنعام: ۱۵]

''بے شک اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔''

اس عاشقِ نامراد کو جب کئی دنوں سے اپنا محبوب نظر نہ آیا، آنکھیں دیدار کو ترس گئیں تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی، جسم بیمار پڑ گیا، بدن کمزور ہو گیا اور حالت یہ ہوگئی کہ وہ چند ہی دنوں میں بستر کے ساتھ لگ گیا۔

اس کا ایک محرم راز دوست اس کی عیادت کے لیے آیا، اس نے اس کے سامنے اپنی بیماری کی وجہ بیان کی، اس دوست سے اس کی یہ حالت دیکھی نہ جا سکی اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس دشمنِ جان کو اس کے پاس لانے کی

ذمے داری اٹھاتا ہے۔

وہ وہاں سے اٹھا اور سیدھا اس لڑکے کے پاس گیا اور اس سے کہا: وہ صرف تمھاری وجہ سے بیمار پڑ گیا ہے اور اس کی حالت ناگفتہ بہ ہو چکی ہے۔

مآلِ عشق کیا ہے، بجز گریہ ندامت و تیرہ بختی

تم ایک مرتبہ اس سے مل لو، شاید تمھاری ملاقات سے اس کی حالت سدھر جائے۔ وہ لڑکا اس کی حالت سن کر پگھل گیا اور اس نے اس سے ملاقات کا وعدہ کر لیا۔

یہ دوست اپنے مریض عاشق دوست کو وصلِ محبوب کی خوش خبری سنانے کے لیے گیا، اس خبر کا سننا تھا کہ اس کی بیماری جاتی رہی اور جسمانی قوتیں بحال ہوگئیں، کیوں کہ اسلم ملنے آ رہا تھا، اس کا محبوب سے ملنے آ رہا تھا۔

جب ملاقات کی گھڑی آ پہنچی تو آخری لمحات میں اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ کی یاد آئی، خوفِ الٰہی دامن گیر ہوا، اس نے فوراً اپنے نفس کی لگام کو کھینچا اور کہا: ''اللہ کی قسم! میں تمھیں تہمت کی راہ پر نہیں ڈالوں گا۔''

اس لمحے اس نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور اس کو ملنے سے انکار کر دیا۔

یہ دوست جو مصالحانہ کردار ادا کر رہا تھا، غم زدگی کی حالت میں اپنے دوست کے پاس آیا اور کہا: اسلم راستے ہی سے واپس ہو گیا ہے، اس نے تم سے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔

یہ سننا تھا کہ بیماری پہلے سے بھی زیادہ سفاک بن کر لوٹی اور اس پر موت کی علامات نظر آنے لگی وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

''اے اسلم! اے دلِ بیمار کی دوا! اے کشتہ عاشق کی شفا! تیری

چاہت ہے مجھ کو لذیز تر، از رحمتِ خالقِ ارض و سما''

کیا کیا عجز کریں ہیں، لیکن پیش نہیں کچھ جاتا میرؔ
سر رگڑیں ہیں، آنکھیں ملے ہیں، اس کے حنائی پا سے ہم

اس کے دوست نے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈر، یہ بات کہہ کر ابھی وہ وہاں سے اٹھا ہی تھا اور دروازے سے باہر بھی نہیں نکلا تھا کہ اس نے موت کی چیخ سنی۔

جس شخص کا یہ مسلک اور یہ ہدف ہو، اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔

ایک مسلمان جو امید رکھتا ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت اس کے آخری الفاظ کلمہ طیبہ پر مشتمل ہوں، اس کے لیے یہ کیوں کر لائق ہے کہ جب وہ مر رہا ہو تو اس کے منہ سے بے ہودہ غزلیں اور شرکیہ کلمات نکل رہے ہوں؟

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''نظرِ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو زہر میں بجھا ہوا ہے۔'' (الطبراني والحاكم)

انسان کو اس طرح کی عام پریشانیوں اور علتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان تمام کے پیچھے اصل سبب یہی نظر بازی ہوتی ہے۔

امام ابن قیم کا قول ہے:

''نظر خیال کو جنم دیتی ہے، خیال سوچ پیدا کرتا ہے، سوچ شہوت کو بھڑکاتی ہے، شہوت ارادہ بنا دیتی ہے۔ ہر مصیبت کی جڑ نظر ہوتی ہے۔ ایک چنگاری خرمن جلا دیتی ہے۔ نظروں کے تیر بھی کیا تیر ہیں کہ نظر باز ہی کے دل میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ یہ نظر، سرور آگیں نظر، موجبِ فرسائی روح، اس سرور سے کیا لینا جو ہو باعثِ ضرر۔''

امام صاحب مزید فرماتے ہیں:

''شہوت مریض کے دل پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کو اسیر خواہش اور کشتہ محبت بنا دیتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اسی کے ساتھ مبتلائے عذاب کر دیتے ہیں۔

''عاشق سے بڑھ کر بدبخت کون ہے، گو وہ عشق کو شریں ذائقہ پاتا ہے، تم اس کو ہر لمحے روتا ہوا پاؤ گے، فراق کے غم سے یا وصال کے شوق سے۔ اگر محبوب دور ہو تو وہ اس کی یاد میں روتا ہے، اگر قریب ہو تو فراق کے ڈر سے آنسو بہاتا ہے۔ فراق کے وقت بھی اس کی آنکھ گرم رہتی ہے اور وصال کے وقت بھی آنسو ٹپکاتی ہے۔ چنانچہ مالِ عشق کیا ہے، گریہ وحسرت و بدحالی کے سوا؟''

دیکھے ہیں بہت ہم نے ہنگامے محبت کے
آغاز بھی رسوائی انجام بھی رسوائی

(صوفی تبسم)

4 شہوت کی کارفرمائیوں میں ایک یہ قصہ بھی سنایا جاتا ہے کہ ایک آدمی جو قرآن کریم کا حافظ تھا، ایک عیسائی لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ اس کی خاطر اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور اس کے ساتھ شادی کر لی۔

ایک وقت کے بعد اس کے چند پرانے دوستوں کے ساتھ ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: میں نے عیسائیت قبول کر لی ہے، انھوں نے کہا: تیرے پاس تو قرآن بھی تھا، اس کا کیا ہوا؟

اس نے کہا: ایک آیت کے سوا میں اس کو بھول چکا ہوں اور وہ آیت یہ ہے:

﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ [الحجر: ۲]

''کسی وقت کافر چاہیں گے کاش کہ وہ مسلمان ہوتے۔''

دیکھیے! شہوت کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا خطرناک انجام! جس نے اس آدمی کو دینِ اسلام سے خارج کر دیا۔ پھر اس حافظِ قرآن کو دیکھیں، اس کے حفظ نے بھی اس کو اس سے نہیں روکا، چنانچہ وہ عیسائی ہو گیا اور صرف ایک آیت کے سوا سارا قرآن بھول گیا جو اس کے اور اس کی طرح کے لاکھوں غیر مسلموں کے احساس کی ترجمانی کرتی ہے۔

ایک اور صاحبِ دل، عشق کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

انھوں نے کہا: تم عشق میں پاگل ہو گئے ہو۔ میں نے کہا: عشق کا روگ پاگل پن سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے، عشق تو عاشق کو ساری زندگی ہوش میں آنے نہیں دیتا، پاگل کو پاگل پن کا دورہ تو کبھی کبھی پڑتا ہے۔''

5 اس باب میں ایک ادیب کا واقعہ بھی کتابوں میں مذکور ہے، جو ایک عیسائی لڑکے کی محبت کا اسیر ہو گیا، اس لڑکے کا نام عمرو تھا، وہ ایک خوبرو اور خوش اندام لڑکا تھا۔

مدرک بن علی ادیب، اس کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار شعر کی زبان میں کرنے لگا اور یہاں تک کہہ گیا:

إن كان ذنبي عنده الإسلام
فقد سعت في نقضه الآثام
واختلاف الصلاة والصيام
وجاز في الدين له الحرام

''اگر اس کے نزدیک میرا یہ گناہ ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اس کی خاطر نماز روزہ چھوڑنا اور ہر حرام کام کرنا حلال ہے۔''

مزید کہتا ہے: کاش میں اس کا نوکر ہوتا، اس کے ہمیشہ قریب رہتا، اس کے حسن کو دیکھتا رہتا اور اس کی خوش بو سونگھتا رہتا، کسی چغل خور کا ڈر ہوتا نہ کسی رقیب کا خدشہ۔

میرؔ کہتا ہے ؎

کیا کیا عجز کریں ہیں، لیکن پیش نہیں کچھ جاتا میرؔ
سر رگڑیں ہیں، آنکھیں ملے ہیں، اس کے حنائی پا سے ہم

وہ اس کے عشق میں اس حد تک جا چکا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا، عقل جاتی رہی، دانائی نے ساتھ چھوڑ دیا اور بستر مرگ پر لگ گیا۔

اس کے چند پرانے دوست اس کی عیادت اور اشک شوئی کے لیے آئے تو اس کو تباہ حال پایا۔

وہ کہنے لگا: میں تمھارا پرانا دوست نہیں، کیا تم میں سے کوئی ایک بھی میری خاطر اس کے پاس نہیں جائے گا کہ میں اس کا دیدار کر سکوں؟

وہ فوراً اس کے پاس پہنچے اور اس کو اس کی بدحالی کا واسطہ دے کر ملاقات پر آمادہ کیا، وہ خوب صورت لباس پہن کر اس کے پاس آیا، اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا، چہرے پر قاتلانہ مسکراہٹ سجائی اور کہنے لگا:

میرے آقا: میرا ہاتھ تیرے ہاتھ میں ہے، تم کیسا محسوس کر رہے ہو؟

اس نے نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اس صلیب کے پجاری کو اپنے سامنے پا کر اس کی فرطِ محبت میں بے ہوش ہو گیا، ہوش میں آیا تو شعر

کہے، پھر آخری سانسیں لیں اور دنیا سے چلتا بنا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

أیضمن لي فتی ترك المعاصي
وأرهنه الکفالة بالخلاص
أطاع اللّٰه قوم فاستراحوا
ولم یتجرعوا غصص العاصي

''کیا نوجوان مجھے گناہ ترک کرنے کی ضمانت دے گا کہ میں اس کو نجات کی ضمانت دوں؟ ایک قوم نے اللہ کی فرماں برادری کی تو راحت پائی اور گناہوں کے کڑوے گھونٹ نہ پیے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾ [النور: ٣٠]

''(اے نبی!) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔''

رسول کریم ﷺ نے بھی اپنی امت کو آزمائشوں اور ابتلاؤں سے دور رہنے کی تلقین کی ہے، کیوں کہ ان کا انجام ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن کے لائق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو رسوا کرے۔''

صحابہ نے پوچھا: وہ کس طرح اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا:

''اس آزمایش میں پھنس جاتا ہے جس کی طاقت نہیں رکھتا۔''

یہ حدیث شریف فتنے کے مقامات سے دور رہنے کے متعلق نبوی ہدایت پر مشتمل ہے، جو بعض اوقات انسان کے دین کو بھی متاثر کر دیتا ہے۔

جو انسان اپنے آپ کو کمزور سمجھتا ہے اور نفسیاتی مدافعت کی قوت نہیں رکھتا، اس کو بالخصوص ایسی جگہوں اور فتنہ سامانیوں کے قریب ہونے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے، جو شہوت بھڑکا سکتی ہیں۔

اس شخص کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے، جو بعض حرام کاموں کا عادی ہو جاتا ہے، لیکن یہ سمجھتا رہتا ہے کہ وہ کوئی برائی نہیں کر رہا؟

4 مجھے درد کی آگ جھلسا رہی ہے

وقت گزرتا رہا، لیکن غم واندوہ کے بادل ہیں کہ چھٹتے نہیں، مجھے رنج کی تلوار مسلسل کاٹ رہی ہے اور الم کی آگ جلا رہی ہے۔ کئی سالوں سے میری یہ حالت ہے، جس دن مجھ کو اس ملعون بیماری سے چھٹکارا ملے گا، میری زندگی کا وہ دن عید کا دن ہو گا، لیکن یہ نجات کا دن کب آئے گا کسے معلوم؟ قریب ہے کہ دلِ غم زدہ راحت پائے یا ابھی دور ہے کہ روح کو رہائی پانے کے لیے کئی کرب سہنے ہیں۔ روح تو اپنے جھنڈ کے ساتھ جا ملنے کی مشتاق ہے، اپنے اصل مقام کی تڑپ میں جل رہی ہے، لیکن قید کا داروغہ اس کو اجازت دینے سے انکاری ہے اور اس نے اس کو پابندِ سلاسل کیا ہوا، بھاری بیڑیوں سے باندھا ہوا

ہے اور آگ میں جھلسا رہا ہے تڑپا رہا ہے۔

کاش! کوئی دلِ بیمار کی آہوں، سسکیوں کو سننے والا ہو، نامعلوم یہ لمحات ہیں کہ سال، جو الفاظ بھی ہوں۔ کیا وہ میرے کرب کو کوئی لباس معانی پہنا سکتے ہیں یا میں احساسات سے عاری حروف کا مجموعہ ہوں، جو میرے عذاب کی ترجمانی سے قاصر ہیں؟

اے کلمات! گواہ رہنا، میں اپنے نفس میں ایک انقلاب برپا کرنے جا رہا ہوں، اپنی بیماری کے جبر پر بھڑکنے جا رہا ہوں، اس طویل حالت کے بعد کہ جس کے صحرا میں سرگرداں ہوں، اس کے مرض کے بعد جو ایک زائر کی حیثیت لے آیا اور مقیم بن کر بیٹھ گیا، میری ان قوتوں کے بعد جو اب طویل حیرت کے بعد جواب دے چکی ہیں۔ رنج و الم کی طویل رات کے بعد میں طویل سحر کے انتظار میں ہوں، روشنیوں کی چمک دمک کا منتظر بے تاب ہوں، دروازے پر کھڑا ہوں، لیکن ابھی تک کوئی جواب نہیں آ رہا، کوئی کرن ادھر کا رخ نہیں کر رہی۔

اے میری روح! اب بسم اللہ کر اور اس جسم سے نکل جا، گلاب کے پودے کا کانٹا ایک ٹہنی ہی تو ہوتی ہے جس کے آخر میں پھول ہوتا ہے۔ ایسے ہی دنیا بھی آخرت کی محض گزر گاہ ہے، امید ہے اے نوجوان! عنایات تیرا مقدر بنیں، اللہ رحمان تیرا مرض ختم کر دے۔

میری آہیں میرے وجدان سے اٹھ رہی ہیں، میری رنجیدگیوں اور دل گرفتگیوں کی گہرائی سے کرب ناک چیخ نکل رہی ہے، اس کو جس نے سنا سو سنا اور جس نے محسوس کیا سو کیا، جو میری طرح شفا کا طالب تھا، لیکن دوری ہے، دوری ہے کہ انسان کی ہر تمنا پوری ہو جائے۔

تقدیر اس کی تاک میں رہتی ہے، میری روح کے لشکرو! جاؤ اور جنگ کرو، اگر موت سے ملاقات ہو جائے تو بھاگنا نہیں، قربانی کے بغیر کوئی عزت نہیں ملتی، کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔

اب فراق کا وقت آ پہنچا ہے کہ میں معرکے کو خود دیکھ سکوں، اس دن کے عذاب کو اپنے آنسوؤں کے ساتھ مشاہدہ کر سکوں، اس لیے الوداع! کچھ وقت کے بعد ملیں گے، دیکھیں گے کہ کیا دکھوں پر قابو پا لیا ہے، یہ اس وقت پتا چلے گا جب میزان لگا دیا جائے گا!

2 فصل

بچوں کے ساتھ جنسی چھیڑ خانی

(Sexual Harassment)

اس فصل میں درج ذیل مباحث زیرِ بحث آئیں گے:

1 چھیڑ خانی کا معنی۔

2 بچے کا جنسی چھیڑ خانی کا شکار ہو جانا ممکن ہے۔

3 چھیڑ خانی کے نتائجِ بد۔

4 بچے کا چھیڑ خانی کا شکار ہونا۔

5 بچوں کو چھیڑ خانی سے بچانا ممکن ہے۔

6 چھیڑ خانی کے جسمانی اور نفسیاتی اثرات۔

7 اپنے بچوں کے مسائل توجہ کے ساتھ سنیں۔

8 بچوں کو چھیڑ خانی سے بچانے کے طریقے۔

9 بچپن کا ایک واقعہ۔

10 میری منزل......سلامتی کا ساحل

1 چھیڑ خانی کا مفہوم

کسی کو تنگ کرنا، تشویش میں ڈالنا، ہراساں کرنا اور ناک میں دم کرنا؛ یہ

تمام الفاظ چھیڑ خانی کا تصور واضح کرتے ہیں۔

جنسیات کی اصطلاح میں کسی فرد کے احساسات، جذبات اور جنسی جبلت کو اشتعال دلانا اور اس کو کسی قابلِ مذمت، قابلِ نفرت یا حرام فعل پر اکسانا چھیڑ خانی کہلاتا ہے۔

یہ فعل کسی جنسی رویے پر بھی مبنی ہو سکتا ہے، زنا کاری پر بھی، فساد پروری پر بھی اور کسی عورت، بچے یا کسی حیوان کو چھونے پر بھی۔

کسی کو مسلسل لفظی اور غیر لفظی ہتھکنڈوں اور فریب کاریوں کے ذریعے جذباتی، وجدانی، جبلی، جنسی، جسمانی اور حرکتی اعتبار سے ورغلانا پھسلانا، اپنی طرف مائل کرنا اور بدکاری پر اکسانا، چھیڑ خانی کے ضمن میں داخل ہے۔

ورغلانے، پھسلانے اور جسمانی زاویوں اور فتنہ سامانیوں کے اظہار پر مبنی چھیڑ خانی فساد پھیلانے، تباہی برپا کرنے، دلوں کو مارنے، خاندانوں کو توڑنے، جانوروں کو قتل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی اور شریعت کی بے حرمتی کا باعث بن جاتی ہے۔

یہ چھیڑ خانی جس کے ساتھ کی جاتی ہے، اس کو اس کی پرسکون حالت سے نکال کر ہیجان میں مبتلا کر دیتی ہے اور یہ جنسی بھنورہ اس کو فریب کاری، دغا بازی اور حیلوں بہانوں کے ذریعے پھسلانا شروع کر دیتا ہے، تاکہ اس کا استیصال کر سکے۔

جنسی چھیڑ خانی کا آغاز عموماً جنسی خیالات، نظر بازی، آنکھوں کے اشاروں، کسی کے بدن کے کسی حصے کو یا بالوں کو چھونے سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ چھیڑ چھاڑ اور ہراس کھلے عام اظہارِ عشق کی جرأت پیدا کر دیتی ہے، ملاقات کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، فون نمبر حاصل کرنے یا سوشل نیٹ ورکس

تک رسائی حاصل کرنے کی جدوجہد کی جاتی ہے۔ اگر معاملہ ملاقات تک پہنچ جائے تو پھر وہ کام ہو جاتے ہیں جو دینی اور اخلاقی اعتبار سے گھناؤنے اور قابلِ نفرت ہوتے ہیں، جیسے: زنا کاری، بدفعلی یا اغوا وغیرہ۔

یہ جنسی چھیڑ خانی مختلف جگہوں پر مختلف اوقات میں ظاہر ہو سکتی ہے، گھر میں بھی، سڑک پر بھی، عوامی جگہوں پر بھی، دورانِ سفر بھی، سرکاری اور پرائیویٹ اداروں میں بھی اور دن کے کسی لمحے میں یا رات کے کسی پہر میں بھی ہو سکتی ہے۔

یہ جنسی چھیڑ خانی بچوں، نوعمروں، جوانوں، پختہ عمروں، مردوں، عورتوں، حتی کہ جانوروں کے ساتھ بھی کی جاتی ہے۔

اس کا آغاز معمولی سی چھیڑ خانی اور تنگ کرنے سے ہوتا ہے، آنکھوں کے اشاروں سے ہوتا ہے، اس کے بعد سنجیدہ کوششیں اور آبرو ریزیاں شروع ہو جاتی ہیں، جو بالآخر تباہی اور جنسی عمل تک جا پہنچتی ہے۔ لہٰذا یہ بد عادت حقیقت میں دوسرے انسان کو جسمانی، نفسیاتی، جنسی اور معاشرتی ایذا پہنچاتی ہے، اسی طرح یہ ایک ناجائز نسل پرستانہ رویہ ہے، جس کا طاقت ور کمزوروں کے خلاف، مرد عورتوں کے خلاف، سربراہ ماتحتوں کے خلاف، بڑے بچوں اور نوعمروں کے خلاف اور انسان حیوانات کے خلاف استعمال کرتا ہے۔

شاید چھیڑ خانی کا لفظ اس قدر ناگوار اور بوجھل ہے کہ بعض باپ اس کو دور از امکان سمجھتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ ان کی اولاد ان سے کوسوں دور ہے۔

اسی طرح یہ ثقیل لفظ ان والدین کے لیے بھی پریشانی کا سبب بنتا ہے، جن سے جب ایسے سوالات کیے جائیں جن کا تعلق بچوں کو چھیڑ خانی کے بارے میں آگاہ کرنے اور ان کی نگہداشت کے بارے میں ہو تو وہ جواب

دینے سے انکار کر دیتے ہیں، بلکہ بعض والدین ان جیسے موضوعات کے قریب جانے سے بھی انکار کر دیتے ہیں، جن کو وہ اپنے بچوں کے ساتھ موضوعِ بحث بنانے میں جھجک محسوس کرتے ہیں۔ تاہم جو بھی صورت ہو، یہ لفظ اپنے بوجھل پن کے باوجود ہمارے معاشرے اور عملی زندگی میں اس قدر حقیقت پر مبنی ہے کہ وہ ہمیں اپنی زندگی کی ترجیحات پر نظر ثانی کرنے کی دعوتِ فکر دیتا ہے، تاکہ بچوں کو اس خطرے سے بچانے کے لیے بھرپور تیاری کی جائے۔

جنسی چھیڑ خانی (Sexual Abuse) کا لفظ ہر اس ہیجان خیزی کا مفہوم دیتا ہے، جس کا کسی بھی بچے یا بچی کو عمداً نشانہ بنایا جاتا ہے، مثلاً: اس کو فحش مناظر، جنسی فلمیں یا ننگی تصویریں دکھائی جائیں۔ اس کے تناسلی اعضا کو چھوا جائے، اس کو کسی دوسرے شخص کے جنسی اعضا چھونے پر اکسایا جائے یا اس کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ بری عادتیں سکھائی جائیں، جیسے: خود لذتی، ہم جنسی پرستی اور دیگر جنسی انحرافات۔

2 بچے کا جنسی چھیڑ خانی کا شکار ہو جانا ممکن ہے

بچہ یا بچی دو سال کی عمر ہی سے، بلکہ اس سے بھی کم عمر میں چھیڑ خانی کے کسی بھی پنجے کا شکار ہو سکتا ہے، جس کی مختلف صورتوں کی ہم نے وضاحت کی ہے۔

بچہ یا بچی کسی بھی وقت جب وہ والدین یا اپنے دیانت دار سربراہ کی نگرانی سے اوجھل ہو تو اس حالت کا سامنا کر سکتا ہے۔

ممکن ہے بعض لوگوں کو یہ حقیقت حواس باختہ کر دے یا وہ اس کو مبالغہ آرائی خیال کریں، لیکن حقیقی طور پر اس طرح کی زیادتی کا شکار ہونے والے بچوں کے حالات جو کچھ ثابت کرتے ہیں، وہ کوئی خیال آرائی نہیں۔

تاہم عمومی طور پر چار سال سے لے کر پانچ سال تک کی عمر کا بچہ جنسی چھیڑ خانی سے متاثر ہو سکتا ہے۔

ایسے جنسی بھنورے موقعے کی تاک میں رہتے ہیں اور جوں ہی انھیں بچے کے ساتھ خلوت کا موقع مل جائے وہ ایسی حرکتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں، وہ بچوں کو ڈرا دھمکا کر، لالچ دے کر اور بسا اوقات اغوا کر کے بھی اپنی ناآسودگی کو تسکین پہنچاتے ہیں۔ بالخصوص جب والدین نے بچوں کو کوئی ایسی آگاہی نہ دی ہو۔

اس سے بڑی عمر، یعنی پانچ سال سے لے کر بارہ سال تک میں بھی یہی مذکورہ عوامل جنسی بھونرے کے لیے معاون ثابت ہوتے ہیں۔

بعض اوقات بچہ خود ایسا ماحول پیدا کر لیتا ہے جو چھیڑ خانی کے لیے سازگار ہو جاتا ہے، مثلاً: والدین گھر میں موجود نہ ہوں یا وہ کسی کام میں منہمک ہوں تو بچہ ایسے مواقع سے فائدہ اٹھا کر کسی دوست کے گھر چلا جاتا ہے یا ہوم ورک کے بہانے یا کسی تجربے کو جواز بنا کر کسی کے ساتھ تنہا ہوتا ہے تو بھونرہ اس کو پھسلا لیتا ہے۔

بہر حال بچے کی والدین کے ساتھ دوستی اور ان کی محبت کے سائے میں سلامتی کا احساس اس کو بہت ساری مشکلات سے بچا لیتا ہے، اس کی وجہ سے بچے اور اس کے والدین کے درمیان مکالمے کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے، جو ان کے درمیان اسرار و رموز کو مائل ہونے نہیں دیتا۔

3 چھیڑ خانی کے نتائج

وہ بچہ جو مذکورہ معانی میں چھیڑ خانی کا شکار ہوتا ہے، اس کو (Sexual

(Presrmce) کہا جاتا ہے، یعنی کم عمری کی جنسی بیداری، ایسا بچہ غیر معمولی جنسی سرگرمی (Hyper Sexual Activity) کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جب کہ سائنسی طور پر اس عمر میں بچہ مردوں کی معروف معنوں میں جنسی رغبتوں سے ناآشنا ہوتا ہے، لیکن یہ غیر معمولی جنسی سرگرمی اس کے برے اور غلط رویے ہی کے ضمن میں موجود ہوتی ہے، جس رویے کو بچہ حقیقی ظاہر کرتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کی جنسی سرگرمیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ خود بھی چھیڑ چھاڑ شروع کر دیتا ہے، اس کے علاوہ اس میں مزید کئی بے قراریاں اور اضطرابات ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً: وہ ناخن چباتا رہتا ہے، بستر پر پیشاب کر دیتا ہے، سرکش ہو جاتا ہے، تعلیم پر دھیان نہیں دیتا، بے خوابی کا شکار ہو جاتا ہے، ڈراؤنے خواب دیکھتا ہے یا گھبرا کر اٹھ جاتا ہے۔ ان عوارض کے ساتھ کئی دیگر شدید نفسیاتی اضطرابات بھی مل جاتے ہیں۔

4 بچے کا چھیڑ خانی کا شکار ہونا

بچہ چھوٹی عمر میں (4/5 سال کی عمر) میں عموماً اپنے ان قریب ترین افراد کے ہاتھوں اس کا نشانہ بنتا ہے، جو کسی نگرانی کے بغیر اس کی دیکھ بھال کے ذمے دار ہوتے ہیں، مثلاً: آیا، ڈرائیور، نوکر یا گھر کے وہ نوخیز افراد جن کے پاس بچے کو خلوت میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہمسائیوں اور رشتے داروں کے بچوں کو بھی بسا اوقات ان کے ساتھ علاحدگی میں چھوڑ دیا جاتا ہے، اس کے ساتھ اگر والدین یا بڑوں کی نگرانی کے بغیر ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت دے دی جائے تو جس طرح آج کل حیا سوز چینلز ہر ایک کی دسترس میں ہیں، جو بلا خوف و خطر ہر طرح کے مناظر دکھاتے ہیں۔ بچوں کو اگر انھیں دیکھنے کا موقع مل جائے تو انھیں جب موقع ملے گا، وہ فوراً ان مناظر کی نقل اتارنا شروع کر دیں گے۔

لیکن پانچ سے لے کر بارہ سال تک کی عمر کا بچہ ان لوگوں کی ہوس کا شکار ہوتا ہے جو ایسے لوگوں سے میل جول رکھتا ہے، جو بلا خوف وخطر اس سے مل سکتے ہیں، جیسے: دوست، ہمسائیوں کے لڑکے، رشتے دار، ڈرائیور اور نوکر وغیرہ۔

اس عمر میں بچہ عموماً اس وجہ سے خاموش رہتا ہے کہ اس کو ڈرایا جاتا ہے: اگر اس نے یہ راز فشا کیا تو اس کو مار دیا جائے گا، یا اگر ماں باپ کو پتا چل گیا تو وہ بھی اس کو ماریں گے یا پھر کھانے پینے کی اشیا اور تحائف کا لالچ دے کر اس کو ورغلایا جاتا ہے۔

اس طرح بچے کے اندر ہر نامعلوم کو جاننے اور تجربہ کرنے کی خواہش بھی ان لوگوں کا شکار ہو جانے کا ایک امکان ہو سکتا ہے۔ بالخصوص جب وہ اپنے والدین کی نگاہوں سے دور ہو۔ پھر عموماً جو شخص اس چھیڑ چھاڑ کا خوگر ہو جاتا ہے، وہ اس سے پہلے اپنے بچپن میں اس کا شکار ہوا ہوتا ہے اور یہی چیز اس کو دوسروں کو چھیڑنے اور تنگ کرنے پر اکساتی ہے۔

5 بچے کو اس کی عمر کے مختلف مراحل میں چھیڑ خانی سے محفوظ رکھنے کے طریقے

یہ ضروری ہے کہ سابقہ معلومات چھیڑ خانی کے موضوع سے ڈرانے اور پریشان ہونے کا سبب نہیں ہونی چاہییں۔ خطرہ اگرچہ چاروں طرف منڈلا رہا ہو، پھر بھی اس سے بچنا ممکن ہے، بلکہ اس کا مقابلہ کرنا، اس کا مکمل خاتمہ کرنے کے لیے تعاون کرنا اور معاشرے سے اس کو اکھاڑ پھینکنا واجب ہے۔ چنانچہ بچوں کا بچاؤ درج ذیل اقدامات سے ممکن ہے:

1. راہنمائی پر مشتمل تعلیم و تربیت اور صحیح معلومات۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک بچے کے ساتھ اس کے ابتدائی ایام ہی سے دوستی پر مبنی شفقت آمیز فضا قائم نہ کی جائے۔ اس کو والدین پر اعتماد ہو اور وہ اپنے والد کے ساتھ ہر موضوع پر گفتگو کرنے اور اس سے معلومات حاصل کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرے۔

2. بچے کو سکھایا جائے کہ وہ ہر عجیب کام اپنے والدین کو بتائے، جس کا اس کو سامنا کرنا پڑا اور اس کو عادی بنایا جائے کہ وہ تسلسل کے ساتھ اپنے ہر دن کے واقعات ہلکے پھلکے اور خوش گوار انداز میں دسترخوان پر بیٹھے ہوئے افرادِ خانہ کو سنائے۔ یہ ان کے مخصوص اوقات کے علاوہ ہے جو ماں باپ میں سے ہر ایک کو علاحدہ علاحدہ اپنے بچے کے لیے مخصوص کرنے چاہئیں، تاکہ وہ دونوں اس کے ساتھ اس کے خوابوں، امیدوں، پریشانیوں اور مسائل کے بارے میں بے باک ہو کر گفتگو کر سکیں، اگر ایسا روزانہ ممکن نہ ہو تو ہفتے میں کم از کم ایک دو مرتبہ ضرور ہونا چاہیے۔

3. بچے کو مکمل اطمینان اور تسلی دلائی جائے، تاکہ وہ کسی سزا یا ڈانٹ ڈپٹ کے خوف کے بغیر ہر صورتِ حال کی تفاصیل بیان کر دے۔

4. مختلف کھیلوں، مشاغل اور سرگرمیوں کے مواقع پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہنا، تاکہ بچہ بچپن ہی سے ان کا خوگر ہو جائے اور دوسروں کے ساتھ ان میں اضافہ اور جدت پیدا کرتا رہے۔

5. بچے کا تسلسل کے ساتھ مشاہدہ کرتے رہنا، لیکن اس کو گھٹن زدہ نگرانی کا احساس دلائے بغیر، کھیل میں اور کھیلنے کے طریقوں میں، اس کے رجحانات اور رغبتوں کا جائزہ لیتے رہنا، اس کو کسی صورت نوکروں یا ڈرائیوروں کے

ساتھ خلوت گزینی کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

ان کو صرف والدین کی نظروں کے سامنے بچوں کے ساتھ معاملت کرنے کی اجازت دینی چاہیے۔ بند جگہوں یا والدین کی عدم موجودگی میں ان کو قطعاً ان کے قریب نہیں آنے دینا چاہیے۔ بچے کو غیر اخلاقی ٹی وی چینلز دیکھنے، مخرب اخلاق رسالوں کی ورق گردانی کرنے اور ہر غیر مناسب ابلاغی مواد سے دور رہنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ بچے کے ضمیر میں دینی شعور بیدار کرنا چاہیے، جو ایک اندرونی محافظ کا کام کرے، وہ ہر اس کام سے دور رہنے کی تلقین کرے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اور اس کی نعمتوں کے غلط استعمال سے روکے، جیسے: ہاتھ، آنکھیں، زبان اور کان ہیں، ان تمام کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع رہ کر استعمال کرے۔

6 چھیڑ خانی کے جسمانی اور نفسیاتی اثرات

1 جسمانی عوارض:

زیادتی کے نتیجے میں انفیکشن ہو جاتی ہے، جس کا خوف اور شرمندگی کی وجہ سے بروقت علاج نہیں ہوتا، اس طرح بچے کی تکلیف اور ابتلا دو چند ہو جاتی ہے۔

تناسلی اعضا میں سوزش و جلن کے ساتھ ساتھ معدے اور آنتوں کا نظام بھی متاثر ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ حصے، جو زیادتی کا شکار ہوئے ہوں، وہاں سے خون رسنا شروع ہو جاتا ہے۔

2 نفسیاتی عوارض:

اصل پریشانی احساسِ گناہ میں پوشیدہ ہوتی ہے، جو بچے کے حواس پر

چھایا رہتا ہے اور وہ ذات کو مزاحمت نہ کرنے کا الزام دیتا ہے۔

یہ شعور، اگر اس سے پیچھا نہ چھڑایا جائے تو یہ بعد میں لاحق ہونے والے تمام نفسیاتی مسائل کی جڑ ثابت ہوگا۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ معاشرہ متاثرہ بچے کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا، وہ بچے ہی کو اس کا ذمے دار گردانتا ہے، معاشرہ تو ایک طرف رہا، خود اس کا خاندان بھی اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اور خاموش رہنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ بالخصوص جب زیادتی کرنے والا کوئی خاندان ہی کا فرد ہو، حالاں کہ خاندان کو تو اس کے لیے جائے امن ہونا چاہیے۔

ان تمام رویوں کے ساتھ معاشرہ اس میں یہ گناہ کا احساس مزید گہرا کر دیتا ہے اور بچے کا اپنی ذات، خاندان اور بالعموم معاشرے سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جو اس کے ساتھ انصاف نہیں کرتا، حالاں کہ وہ مظلوم اور متاثر ہوتا ہے۔

بچپن کے مرحلہ میں پیدا ہونے والا کوئی بھی اختلال اور فتور، اس بچے میں بہت سارے نفسیاتی عوارض کے پیدا ہونے کے امکانات ظاہر کر دیتا ہے، بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بچہ انتقام کے طور پر دوسرے بچوں کو زیادتی کا نشانہ بنانے کی مجرمانہ راہ پر چل نکلے۔

پروفیسر ڈاکٹر ہناء مطلق (استاد ونفسیاتی معالج، کنگ سعودیہ یونیورسٹی، ریاض سعودی عرب) اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہتی ہے:

”بچے کے ساتھ بہت تھوڑی جنسی چھیڑ خانی یا زیادتی بھی اس میں ساری زندگی کے لیے ایک دائمی نفسیاتی معذوری اور اپاہج پن پیدا کر دیتی ہے۔ میں یہ بات سائنس اور علاج کے نقطہ نظر سے کہہ رہی ہوں، لیکن اکثر لوگ

اپنے بچوں کو پیش آنے والے حادثات سے ناواقف ہوتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہ بچوں سے غفلت برتتے ہوں، بلکہ بچہ اکثر اوقات اپنے اوپر گزرنے والی قیامت کو ڈر کے مارے یا گناہ کے احساس سے صاف انداز میں بیان ہی نہیں کرتا، وہ بالکل ہی نہیں جانتا کہ وہ معصوم ہے اور محض شکار ہوا ہے، وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس معاملے میں اس کا کیا کردار ہو سکتا ہے، بلکہ بڑے بھی اکثر اوقات جب کسی ایسے حادثے کے بارے میں سنتے ہیں تو صرف خاموش رہتے ہیں۔

''اکثر اوقات سننے میں آتا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر خاموش رہتی ہیں، تاکہ مجرم کے ساتھ تعلقات خراب نہ ہوں، کیوں کہ وہ خاندان ہی کا فرد ہوتا ہے۔ وہ کسی کی توجہ اس کی طرف مبذول نہیں کروانا چاہتی یا خدشہ محسوس کرتی ہے کہ شاید اس کوئی تصدیق ہی نہ کرے۔ وہ یہ سب کچھ دیکھ رہی ہوتی ہے، لیکن ان خطرناک نفسیاتی اثرات سے بے خبر ہوتی ہے، جن کا اس متاثر بچے یا بچی کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ آدمی یا مجرم کے ساتھ ہی شریکِ جرم ہو جاتا ہے یا انحراف کی راہ پر چل نکلتا ہے۔ خوف اور پریشانی کے حالات علاحدہ ہیں جو ساری زندگی سایہ بن کر اس کا پیچھا کرتے رہتے ہیں۔

''اس لیے اپنے بچوں کو جنسی معاملات کی آگاہی دیں، معمولی سے چھیڑ چھاڑ بڑے گہرے اثرات چھوڑ سکتی ہے۔ بچہ اس صورتِ حال میں شکست خوردہ ہوتا ہے اور وہ اپنے ارادے کے بغیر اپنے آپ کو زیادتی کرنے والے کے سپرد کر دیتا ہے، وہ خوف اور کمزوری محسوس کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ بچہ اپنی زندگی کے تمام حالات میں عمومی طور پر اسی طرح کا شکست خوردہ رویہ اپنا لیتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ بات کھل جانے کا ڈر بھی رہتا ہے اور گناہ کا

احساس بھی جو ایک خطرناک پہلو ہے۔“

ڈاکٹر ہنا کا مزید کہنا ہے:

”میں نے اپنے ایک مضمون میں اپنے اس موقف کا ذکر کیا تھا کہ معمولی سی چھیڑ خانی بھی بچے میں ساری زندگی کے لیے نفسیاتی اپاہج پن پیدا کر دیتی ہے جو اس کی یاد داشت کے خزانے میں محفوظ رہتی ہے، کچھ بچے اس واقعے کو یاد رکھتے ہیں، لیکن کچھ کے ذہنوں میں اس کی ایک دھندلی سے یاد باقی رہتی ہے۔ بچہ عموماً تکلیف سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، وہ ہر تکلیف دہ تجربے کو مٹا دیتا ہے اور وہ لاشعور میں بیٹھ جاتا ہے۔ یہ الم ناک تجربہ لاشعور میں زندہ رہتا ہے اور غیر محسوس انداز میں اس کی زندگی میں، اس کے تصرفات اور رویوں کی پروگرامنگ کرتا رہتا ہے۔ بچے کو عموماً اس الم ناک واقعے کی کوئی محدود سی صورت یاد رہتی ہے، مثلاً: فلاں شخص نے اس کے جسم کے حساس حصوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔ اس سے آگے تفصیل اس کو یاد نہیں رہتی، کیوں کہ اس نے تمام تفصیل کو عقلِ باطن، یعنی لاشعور کی ٹوکری میں پھینک دیا ہوتا ہے۔

”لیکن ہم نفسیاتی علاج کے مختلف سیشنوں کے دوران میں تفاصیل تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں، بالخصوص دوسرے ہی سیشن میں لاشعور میں چھپے ہوئے خواب ابھرنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ صورتِ حال یاد آجاتی ہے جو اس کو پہلے یاد نہیں آ رہی ہوتی۔

”میرے پاس ایک خاتون آئی جس کی عمر 35 سال تھی، اس کا یہ مسئلہ تھا کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے پر قادر نہیں تھی، حالاں کہ اس کے بیان کے مطابق اس کا خاوند بڑا وجیہ اور شریف تھا، جس کے ساتھ

بڑی اچھی زندگی بتائی جا سکتی تھی۔

''میں نے اس سے پوچھا: کیا تم بچپن میں کسی چھیڑ خانی یا زیادتی کا شکار تو نہیں ہوئی؟ اس نے بتایا: ایک عام سا واقعہ پیش آیا تھا اور کچھ نہیں ہوا تھا۔ ہمارے پرانے گھر کے سامنے ایک گھر تعمیر ہو رہا تھا، وہاں کام کرنے والے ایک مزدور نے مجھ سے زیادتی کرنے کی کوشش کی، لیکن میں بھاگ نکلی اور وہ مجھ کو چھو نہ سکا۔

''میڈیکل ہپناٹزم کے مختلف سیشنوں میں اس صورتِ حال نے میرے سامنے جو صورت پیش کی، وہ کچھ اس طرح تھی: میں نے دیکھا، وہ گھر کے پچھلے دروازے سے باہر نکلی، اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے، جب میں نے اس کو اس دوسرے دروازے کی یاد دلانے کی کوشش کی تو وہ رو پڑی، اس کا جسم سکڑنے لگا اور تکلیف دہ یادوں کے چشمے پھوٹنے لگے اور جو ہوا اس کی تفصیل سامنے آ گئی۔

''اس کا شعور اتنے سالوں تک اس واقعے کو چھپانے کی کوشش میں لگا رہا، اس کو یاد آیا کہ اس مزدور نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ کھینچا، اس کے کپڑے پھاڑ دیے اور اس نے اس پر زیادتی کی کوشش کی۔ اگر وہ اس دوسرے دروازے سے بھاگ نہ گئی ہوتی تو وہ اس کو حقیقت میں درندگی کا شکار بنا چکا ہوتا۔

''میں نے جب اس کو ہپناٹائز کیا تو نیم خوابیدگی کے عالم میں اس کو خواب آیا، میں اس خواب سے حقیقت کی تہہ تک پہنچ گئی۔ جس طرح میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ کچھ لوگ اچھی طرح یاد نہیں رکھ پاتے، لیکن ان کی شخصیت انتہائی کمزوری کی حالت میں اپنی زندگی گزار رہی ہوتی ہے اور وہ ہر وقت کسی بھی نفسیاتی مرض کا شکار بننے کے لیے تیار رہتے ہیں۔''

بچوں کو کب جنسی آ گاہی دی جائے؟

ہر بچے کی ادراک اور حقائق سمجھنے کی عمر مختلف ہوتی ہے۔ اس لیے ہم بچوں کو جنسی آ گاہی دینے کے لیے کوئی مخصوص عمر متعین نہیں کر سکتے، لیکن ماں اچھی طرح جانتی ہے کہ اس کے بچے کی عقلی اور ادراکی سطح کیا ہے؟ اس لیے اس کو چاہیے کہ وہ بچے کو اس کے جسم کے متعلق آ گاہ کرے، لیکن انتہائی زیادہ محتاط انداز میں اس کو سکھائے کہ وہ اپنے جسم کا احترام کرے اور کسی کو چھیڑ چھاڑ کرنے کی اجازت نہ دے۔

7 اپنے بچوں کو توجہ کے ساتھ سنیں

بڑے افسوس کی بات ہے کہ بڑے جب بچے کے رویے میں کوئی تبدیلی دیکھتے ہیں کہ وہ سب سے علاحدہ رہتا ہے یا غم زدہ رہتا ہے یا صحت گر رہی ہے تو وہ اس کو تحفے تحائف دے کر خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن جو چیز اس کی پریشانی کا سبب بنی ہوئی ہے، اس کے بارے میں سوال کرنے سے کتراتے ہیں، بلکہ بعض اوقات اس کو یہ باور کرواتے ہیں کہ وہ صحت مند ہے، ماشاء اللہ بڑا بہادر ہے یا اس طرح کے دیگر تسلی آمیز الفاظ استعمال کرتے ہیں، جو بچے کو صاف گوئی سے روک دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر جب بچہ ایسے الفاظ کہتا ہے: میں اپنے فلاں کزن کو پسند نہیں کرتا، مجھے فلاں چچا زاد اچھا نہیں لگتا یا کسی کا نام لے کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے تو بڑے اس کو ڈانٹ دیتے ہیں کہ اس طرح نہیں کہنا چاہیے، یہ نہیں پوچھتے کہ وہ کیوں کسی مخصوص فرد کے بارے میں اپنی نفرت کا اظہار کرتا

ہے؟ جہاں اس کے ساتھ کوئی واقعہ آیا ہوتا ہے، یہاں بڑے وجہ جانے بغیر اس کو وہاں بھیجنے پر اصرار کرتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑا سانحہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ انھیں حقیقت بتا بھی دیتا ہے، لیکن وہ پھر بھی اس مسئلے کو چھپاتے ہیں اور اس کو امن و سلامتی کا احساس دلائے بغیر یا اس کو کم کیے بغیر جو اہم ہے اس کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں یہاں ہر ماں باپ، بچوں کے نگران اور خاندان کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہم بچوں کی شکایات توجہ سے سنیں، جوں ہی ان کے رویے میں کوئی تبدیلی آئے، اس کا جائزہ لیں، نگرانی کریں اور سبب تلاش کریں۔

خاندان کے بڑوں کو چاہیے کہ وہ بچوں کو امن کا احساس دلائیں، تاکہ وہ اپنے غصے اور غم کو بیان کرسکیں۔ وہ ان کو ان مجرموں کے واقعات سنائیں جو بچوں کو زیادتی کا شکار بناتے ہیں، انھیں آگاہی دیں کہ وہ بچے ہونے کی حیثیت سے اس زیادتی کے ذمے دار نہیں۔

کسی وقت بچہ سخت غصے کی کیفیت میں ہوتا ہے اور وہ ماں کی ان کوششوں کا کوئی جواب نہیں دیتا، جو وہ اس کو بولنے پر اکسانے کے لیے کرتی ہے، لیکن ہماری یہ کوششیں جو اس کے حلق میں پھنسے ہوئے کانٹے کو نکالنے کے مترادف ہیں، آخر کار اس کو راحت پہنچائیں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں زیادتی کرنے والے پر بالکل اعتبار نہیں کرنا چاہیے وہ جو کوئی بھی ہو، کیوں کہ ضروری نہیں کہ وہ نفسیاتی مریض ہو۔

جنسی چھیڑ خانیاں انتہائی زیادہ پریشان کن اور قابلِ نفرت امر ہے۔ یہ لفظ سنتے ہی کان ناگواری محسوس کرتے ہیں، لیکن یہ بڑا خوف ناک رویہ ہے،

کوئی بھی بچہ اس کا شکار ہو سکتا ہے یا دوسروں کو شکار بنا لیتا ہے۔ ہماری اس گفتگو سے حیران ہونے کی ضرورت نہیں، بچہ کسی وقت کسی منظر کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے، جو اس نے ٹیلی ویژن پر دیکھا ہوتا ہے یا وہ بڑے دوستوں کی دیکھا دیکھی یہ کام گزرتا ہے یا وہ اپنی عمر کے کسی حصے میں اس کا خود شکار ہوا ہوتا ہے جو بھی سبب ہو، اپنے بچوں کو بچانے کے لیے ضروری تدابیر کرنا لازمی ہے۔

8 بچے کو جنسی چھیڑ خانیوں سے کیسے بچائیں؟

1. اگر بچے کی عمر 3 سال ہے تو اس کی صفائی ستھرائی ایسے فرد کے ذمے لگائیں جو قابلِ اعتماد ہے بچہ 4 سال سے بڑا ہو جائے تو اس کو سکھائیں کہ وہ شلوار اتارنے سے پہلے دروازہ بند کرے۔
2. بچے کو بہادری سکھائیں اور قوت کا عادی بنائیں، اس کے اندر یہ جرأت پیدا کریں کہ وہ کسی بھی بچے کو اپنا جسم چھونے کی اجازت نہ دے۔ 3 سال کی عمر ہی سے یہ باتیں اسے سمجھانا شروع کر دیں۔
3. جب آپ محسوس کریں کہ آپ کا بچہ آپ کی بات سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے تو اس کو بتائیں کہ وہ اپنے ساتھ کسی کو چھیڑ چھاڑ کرنے کی اجازت نہ دے، یہ بات سمجھانے کا مناسب ترین وقت 5 سال کی عمر ہوتی ہے۔
4. اپنے بچے کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح ڈال دیں کہ دوسروں کے سامنے اپنی شرم گاہ ننگا کرنا عیب ناک کام ہوتا ہے۔ یہ تربیت 2 سال کی عمر ہی سے شروع ہو جانی چاہیے۔
5. اپنے بچے کو کسی صورت کسی نوکر، ڈرائیور یا غیر معتبر شخص کے ہاتھ میں نہ دیں، یہ صرف آپ اکیلے کے ہاتھ میں امانت ہیں۔

9 جنسی چھیڑ خانی (Sexual Abuse) کے دس اسباب

جنسی چھیڑ خانی کے مختلف اسباب ہیں اور ہر علاقے، خاندان، فرد اور صورتِ حال کے اعتبار سے اس کے اثرات بھی مختلف اور متنوع ہیں۔

ڈاکٹر محمد فہد ثوینی نے اپنی ایک کتاب میں ان اسباب کو گنوایا ہے اور انھوں نے اس کے 100 اسباب متعین کیے ہیں، جن میں سے ہم نے درج ذیل اسباب منتخب کیے ہیں۔

1 میاں بیوی کا بچوں کے سامنے یا چھوٹے بچوں کو نظر انداز کرتے ہوئے دل لگی کرنا یا مقاربت کرنا:

اکثر جوڑے اس غلط سمجھ کا شکار ہو جاتے ہیں، جس کا نام ہے: ''یہ چھوٹا اور ناسمجھ ہے۔'' حالاں کہ یہ عادتیں بچوں میں نقل کرنے کی رغبت پیدا کر دیتی ہیں، جیسے ہی دیکھنے والے کو موقع ملے، وہ فوراً ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

2 حد سے زیادہ چومنا:

خواہ یہ میاں بیوی کی عادت ہو یا ماں باپ میں سے کوئی ایک اپنے بیٹے یا بیٹی کو بہت زیادہ چومے، حد سے زیادہ پیار کرے تو بچہ اور بچے اس اندازِ شفقت کے عادی ہو جاتے ہیں، جب بچہ اس طلب سے محروم ہو جائے تو وہ چھیڑ خانی کا نشانہ بن سکتا ہے اور ماں باپ کی غیر موجودگی میں بڑا آسان شکار ثابت ہو سکتا ہے۔

3 بچوں کا ماں باپ کے بستر میں ایک ساتھ سونا:

ماں باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ سونے کا عادی ہو جانا جسمانی لمس

کا سبب بن سکتا ہے، جو جنسی احساس کو پیدا کر سکتا ہے، بالخصوص نیند کی حالت میں بلا قصد و ارادہ ایسی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے جو دونوں کے لیے جنسی ہیجان اور انگیخت کا باعث بن سکتی ہے، مثلاً: بدن کا برہنہ ہو جانا، جنسی اعضا کا ظاہر ہو جانا یا انھیں چھو لینا وغیرہ۔

4 عورتوں کے کپڑوں کے کیٹا لاگ:

جنسی انحراف کا آغاز عورتوں کے کپڑوں اور ڈیزائنوں کے متعلقہ فیشن رسالوں اور کیٹا لاگ سے بھی ہو سکتا ہے جو ڈرائنگ روم میں ٹی وی لاؤنج میں اِدھر اُدھر بے پروائی سے رکھ دیے جاتے ہیں، بلکہ ایک نوخیز لڑکے نے بڑے تفنن کے ساتھ ایک جنسی تحریر رقم کی، جس کا سارا مواد کیٹا لاگ (Catalogues) سے حاصل کیا۔

5 ہمسائیوں کے گھر:

اپنے بچوں کو ماں باپ کی غیر موجودگی میں ہمسائیوں کے گھر جانے سے منع کریں، چاہے بلانے والا بیٹا یا بیٹی ہی کیوں نہ ہو، خواہ ہمسائیوں کا لڑکا کوئی اچھا اور سمجھ دار لڑکا ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ شیطان اس سے بہر حال تیز ہو گا۔

6 گھر میں انحراف کے سامان کی موجودگی:

کچھ نوجوان محض اس وجہ سے جنسی پریشانیوں اور چھیڑ چھاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں کہ انھیں گھر میں کوئی ایسی فلم مل جاتی ہے یا افرادِ خانہ میں سے کسی کا کوئی ایسا سامان مل جاتا ہے جو بے دھیانی میں پڑا رہ جاتا ہے اور وہ جنسی ہیجان خیزی کا باعث ہوتا ہے۔ اس لیے ماں کو چاہیے کہ وہ ایسی جگہوں کو اچھی

طرح دیکھ لے اور صاف کر لے، جہاں بڑے رہتے یا بیٹھتے ہیں یا جہاں ان کا سامان ہوتا ہے، پھر چھوٹے بچوں کو وہ جگہ یا چیز استعمال کے لیے دے۔

7 دونوں صنفوں کا ایک ساتھ کھیلوں میں شریک ہونا:

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بہت ساری نوعمر لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ کھیل میں شرکت کرتی ہیں، مثلاً: فٹ بال کھیلتی ہیں، گیند پھینکتی ہیں، ان کے پیچھے بھاگتی ہیں، جس کی وجہ سے لڑکیاں جنسی چھیڑ خانی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ آغاز میں بہن بھائی ایک ساتھ اس طرح کی کھیلیں کھیلتے ہیں، پھر یہ عادت خاندان کے دیگر افراد میں بھی پھیل جاتی ہے۔ وہ ساحلِ سمندر جانے کا پروگرام بنا لیتے ہیں، کسی تفریحی سفر پر نکل جاتے ہیں یا کسی میدان یا صحرا میں نکل کر کھیل کود سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس کام کا جو انجام ہو سکتا ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ یہ بات بہت بڑی بھول ہے کہ وہ (لڑکا) یا (لڑکی) قابلِ اعتماد ہے یا وہ اس کے چچا کا یا خالہ کا بیٹا ہے، کیوں کہ یہ عذر قطعاً قابلِ قبول نہیں۔

8 سوئمنگ پولز، نہروں، دریاؤں، سمندر کے کنارے اور واٹر گیمز:

ساحلِ سمندر، نہروں کے کنارے اور تیرنے کے تالابوں پر نوجوانوں کے ساتھ اکٹھی بچوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا سبب بن جاتے ہیں۔ بالخصوص وہ جنھوں نے مختصر یا شفاف کپڑے پہنے ہوں۔

9 سکولز اور کیفے ٹیریا میں بچوں کی صفیں:

سکولوں کے منتظمین اور مدرسین بسا اوقات غفلت کرتے ہوئے بچوں اور بچیوں کی صفیں ایک ساتھ لگوا دیتے ہیں، لیکن ان کو علم نہیں ہوتا کہ کچھ

بد باطن اس صورتِ حال سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، کچھ بچے ایک نئی حس کا انکشاف کرتے ہیں جس کو پسند کرتے ہیں اور اس کے عادی ہو جاتے ہیں، چنانچہ ایک دوسرے کے پیچھے لائن لگوانے سے احتیاط برتی جائے، البتہ پہلو بہ پہلو صفیں بنوائی جا سکتی ہیں۔

10 کمزور شخصیت:

کمزور شخصیت کے مالک بچے سب سے زیادہ چھیڑ خانی کا شکار بنتے ہیں، چاہے یہ ازرہ مذاق ہو یا سنجیدگی کے ساتھ، لیکن یہ منظّم جنسی زیادتی ہوتی ہے، کیوں کہ کمزور شخصیت کے مالک بچے عموماً دھمکی کے زیرِ اثر آ جاتے ہیں اور بدفعلی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اپنے بچوں کو اپنا دفاع کرنا سکھائیں اور انھیں اس بات کا عادی بنائیں کہ جوں ہی کوئی دوسرا انھیں تکلیف دینے کی کوشش کرے تو کمزور نہ پڑیں، بلکہ سختی کے ساتھ مزاحمت کریں۔

سکولوں میں ماہرینِ معاشرتی امور کے لیے اہم جذبات

سکول میں معاشرتی امور کے ماہر کو سب سے زیادہ اس پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اس کو جنسی چھیڑ خانی کے مسائل حل کرنے میں مہارت نہیں ہوتی، اس نے ایسی تربیتی ورکشاپوں میں شرکت کی ہوتی ہے نہ اس کو کوئی ایسی تربیت ہوتی ہے۔ اس لیے اکثر حل خود ساختہ اور اجتہادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہاں وہ اقدامات درج کیے جاتے ہیں جو ایک ماہر ورکر کو سکول میں بچوں کے لیے ایسے جنسی مسائل سے نپٹنے کے لیے اختیار کرنے چاہئیں۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ماہرِ امورِ تربیت اطفال ڈاکٹر محمد فہد ثوینی لکھتے ہیں:

1 سب سے پہلے یہ یقین دہانی حاصل کر لیں کہ بچہ جنسی چھیڑ خانی کا

مفہوم سمجھتا ہے۔

2. ہر طرف سے علاحدہ علاحدہ پوری کہانی سنی جائے۔
3. پوری بات اور کہانی سننے کے بعد ماہر معاشرتی امور دونوں طالب علموں سے ملے اور ان معلومات کی صحت جانچے، جو اس کو دونوں بچوں نے دی ہیں۔
4. ماہرِ امورِ سماجیات کو چاہیے کہ وہ دونوں بچوں کے حالات اور ماحول سے آگاہی حاصل کرے، ان کے دوستوں، خاندانی حالات اور ہر ایک کے آئیڈیل اور راہنما کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔
5. ان اسباب کو جاننے کی کوشش کریں جو اس بدفعلی کا باعث بنتے ہیں، کیا یہ بدفعلی حقیقی رغبت کے تحت رونما ہوئی ہے یا محض کسی کی نقالی کرتے ہوئے انھوں نے ایسا کیا ہے؟ یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ دونوں کہاں سے ایسی معلومات حاصل کرتے ہیں۔
6. اب اس مربی اور ماہر سماجی امور کے لیے اس فعل کے اسباب کی وضاحت پر مشتمل ابتدائی فیصلہ صادر کرنا ممکن ہو جائے گا۔
7. اس کو چاہیے کہ وہ امن اور سلامتی کے اسباب اور محرکات میسر کرنے کی تجویز پیش کریں، تاکہ دوبارہ یہ بدفعلی رونما نہ ہو۔
8. بچوں اور ان کے گھر والوں کے ساتھ ایک ملاقات کا انتظام کرنا، جس میں اس مسئلے کو پیش کیا جائے اور بچوں کے گھر والوں کی طرف سے جو بھی ممکنہ تجاویز سامنے آئیں، انھیں سنا جائے۔ یہاں مربی کا صرف یہ کام ہوگا کہ وہ اگر ان ممکنہ تجاویز میں سے کسی ایک کو درست علاج خیال کرے تو اس کو ترجیح دے۔
9. آخر میں ماہر کی یہ ذمے داری ہوگی کہ وہ ان پیش کردہ تجاویز کے نتائج کا

جائزہ لیتا رہے، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بچے کے باپ سے اس جائزے اور مطالعے کا باقاعدہ تحریری اجازت نامہ حاصل کرے۔

کس عمر میں بچے کو اکیلے ٹائلٹ میں جانا چاہیے؟

بچے کو کس عمر میں اکیلے اور کسی کی مدد کے بغیر ٹائلٹ میں جانا چاہیے، خواہ یہ مدد لباس اتارنے میں دی جائے یا پارٹ میں بٹھانے میں؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر فہد ثوینی کا کہنا ہے:

''میں 3 سال سے پہلے بچوں کو نرسری میں داخل کروانے کا مشورہ نہیں دوں گا، کیوں کہ بچے کو پہلے یہ سیکھنا ہے کہ اپنی صفائی کس طرح کرنی ہے، تاکہ ہم سکول میں یا گھر میں نوکروں اور صفائی کرنے والوں کو اپنے بچوں کی صفائی کی نگرانی کرنے کی اجازت نہ دیں۔

''میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ بچے کو اس وقت تک نرسری میں داخل نہ کروایا جائے، جب تک وہ کچھ پختہ نہ ہو جائے، کیوں کہ بچے کا پختگی کی عمر میں سکول جانا نامکمل نشوونما کی حالت میں جانے سے کہیں بہتر ہے۔''

تربیتی اقدامات:

1. بچے کو صفائی کرنے اور پانی استعمال کرنے کی تعلیم دی جائے، اگر یہ اس کے لیے مشکل ہو تو اس کو ٹشو پیپر استعمال کرنا ضرور سکھایا جائے۔
2. ماں باپ بچے کی ضرورت کے مطابق کموڈ ٹائلٹ کا اہتمام کریں، جو نہ زیادہ اونچا ہو نہ زیادہ نیچا۔
3. بچے کو ایسے کپڑے پہنائے جائیں، جو آسانی سے اتر سکیں اور یہ بچے کا تاخیر کے ساتھ باتھ روم میں جانے کا سبب نہ بنیں، کیوں کہ ایسے کپڑے

ایک تو اتارنا مشکل ہو جاتے ہیں اور دوسرے گیلے بھی ہو جاتے ہیں۔

ڈرائیور کے ساتھ کس طرح بیٹھیں؟

1. ہمیشہ پچھلی سیٹیں بچوں کے لیے مخصوص کریں، بچوں کو آگے نہ بیٹھنے دیں۔
2. ایسی کوئی مجبوری کی حالت نہیں ہونی چاہیے کہ بچے کو ضرور آگے ہی ڈرائیور کے ساتھ بیٹھیں۔
3. بچوں کا اکیلے ڈرائیوروں کے ساتھ نکلنا ہمارے معاشرتی رسم و رواج نہیں۔
4. نوکر یا نوکرانی بچوں اور ڈرائیور کے ساتھ جانے والی ہمیشہ دیانت دار شخصیت نہیں ہوتی۔

10 مختصر کہانی...... جب میں بچہ تھا

میری یہ مصیبت زدہ کہانی اس وقت سے شروع ہوتی ہے، جب میری عمر دس سال تھی۔ میں اپنے گھر کے قریب ہی تھا کہ ایک نوخیز لڑکے نے مجھے اٹھا لیا اور ایک اندھیری اور نامعلوم جگہ پر لے جا کر میرے ساتھ زیادتی کی۔

اس کے بعد میں نے یہ عجیب تبدیلی محسوس کی، میں مردوں کی شفقت طلب کرنے لگا، یہ بالغ اور نوخیزی کی عمر سے بہت پہلے تھا، میں ابھی صرف دس سال کا بچہ تھا۔ مجھے مزید تعجب اس امر سے ہوا کہ جب میں نے بلوغت کی سیڑھی پر قدم رکھا اور مجھ پر جوانی کی نوخیز بہاروں کا موسم آیا تو میں نے کبھی کسی لڑکی کے بارے میں نہ سوچا یا مجھے کبھی کسی لڑکی میں دل کشی نظر نہ آئی، بلکہ مجھے احتلام بھی صنفِ درشت کے ساتھ ہوتا۔

میں پہلی مرتبہ اس موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں اور میرے بارے میں کوئی

کچھ نہیں جانتا۔ جب میں میٹرک میں پہنچا تو وہاں ایک ٹیچر تھا جس نے میری کمزوری محسوس کی وہ میری طرف مائل ہوتا اور میرے دل میں جگہ بناتا رہا، بالخصوص میرے اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت سارے معاملات میں شدید اختلافات تھے اور میں بڑے مسائل کا شکار تھا۔

وہ میرے سامنے اپنی شفقت بھری باہیں پھیلا دیتا، اس کے دامن میں مجھے وہ پدری شفقت ملتی جس سے محروم تھا۔

ایک دن میں اس کے گھر میں تھا کہ اس نے بڑی سنگ دلی کے ساتھ مجھے اپنی درندگی کا نشانہ بنا ڈالا، وہ ہمیشہ مجھے ڈراتا تھا کہ اگر میں نے کسی کو اس کے بارے میں بتایا تو کوئی بھی اس کی بات تسلیم نہیں کرے گا اور ہر کوئی اسی کو جھوٹا قرار دے گا، میں نے یہ ذلت بھرے چار سال اس کے ساتھ گزارے۔ تصور کریں کہ ذلت آمیزی کے چار سال!

میں انکار نہیں کروں گا کہ میں بھی اس کی طرف میلان رکھتا تھا، لیکن اس نے ایک مرتبہ کے بجائے ہزار مرتبہ مجھے تباہ کیا۔

میں نے ایک سپیشلسٹ سے اپنا علاج کروانا شروع کر دیا اور چار ماہ تک اس کے زیرِ علاج رہا، مجھے افاقہ محسوس ہوا، لیکن علاج بہت سست روی سے چل رہا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں مردوں، بلکہ زیادہ دقیق الفاظ میں، صنفِ درشت کی طرف ابھی تک میلان رکھتا ہوں۔

ڈاکٹر نے مجھ سے کہا: یہ انتقالی حالت ہے، ہم بڑی آہستگی سے مردوں کی طرف جنسی میلان سے صنفِ نازک کی طرف جنسی میلان کی طرف بڑھ رہے ہیں، اس نے میری بڑی مہنگی رپورٹیں کروائیں، لیکن میں ابھی تک خوف

کے سائے میں جی رہا ہوں۔ عمر ہے کہ گزرتی جا رہی ہے، ایک دن وہ آ جائے گا جب مجھ کو شادی پر مجبور کیا جائے گا، لیکن مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں صحیح سمت پر گامزن ہوں یا نامعلوم راہوں کا راہی ہوں اور محض وقت ضائع کر رہا ہوں!

میں اس احساس کا دائمی مریض بن چکا ہوں کہ میں لڑکی ہوں، مجھ میں مردوں والی کوئی بات نہیں۔ کبھی یہ احساس چھایا رہتا ہے کہ میری اصل میں کوئی جنس ہی نہیں۔ مجھے نہ مردانگی کا احساس ہے نہ نسوانیت کا، بلکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے تصرفات اور رویے بالکل مصنوعی ہیں، میں مرد کے جسم میں قید ہوں، جس سے میں آزاد ہونا چاہتا ہوں۔ میں جنسی شاذ اور منحرف نہیں ہوں، صرف مردوں کی طرف میلان رکھتا ہوں۔ کیا آپ اندازہ کر سکیں گے کہ مجھ میں انحراف اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ میں جب سویا ہوا ہوتا ہوں تو غیر ارادی طور پر مشت زنی کرتا ہوں، حالاں کہ میں نے بیداری کی حالت میں کبھی خود لذتی اور خود کاری نہیں کی، لیکن جوں ہی میں سوتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ میں بلا ارادہ یہ کام کر رہا ہوں، نیم بیداری اور ادراک سے عاری حالت میں، میں دیکھتا ہوں کہ میرا ہاتھ خود کاری میں مصروف ہے، لیکن میں لذت محسوس کرتا ہوں، جب میں خود کاری سے فارغ ہو جاتا ہوں تو نیند سے بیدار ہوتا ہوں اور توبہ استغفار کرتا ہوں۔

مجھے آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ میں کس طرح اس عجیب انداز کی خود کاری میں مبتلا ہوا ہوں؟ کیا میرے جیسا کوئی اور بھی ہے یا کیا کوئی اس کا علاج جانتا ہے؟

مجھے آپ کی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔

یہ کہانی ہمیں سکھاتی ہے کہ بچے کی شخصیت کی تعمیر قوت پر کرنی چاہیے،

جس میں کسی طرح کی لچک نہ ہو اور ہم اس کو محبت اور شفقت کے ساتھ ہر بات بلاخوف کہنے کا عادی بنائیں۔

11 میری منزل ...... سلامتی کا ساحل

حیا کئی دنوں تک مانع رہی کہ میں اس موضوع پر گفتگو کروں کہ نہ کروں، اپنی پرآشوب اور مریضانہ زندگی سے پردہ اٹھاؤں کہ خاموشی کی چادر ہی اوڑھے رکھوں، لیکن میں نے اپنے نفس کو سب کچھ صاف صاف اگل دینے پر مچلتے ہوئے پایا، تاکہ وہ سلامتی کے ساحل پر اتر سکے، امید کی جاں فزا ہوائیں چلیں، نیک شگونی کی روح بیدار ہو اور مایوسی کا خاتمہ ہو۔

مجھے یقین ہو چکا تھا کہ میرے لیے اس منحرف اور شاذ رویے سے نجات پانے کی صرف ایک راہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے اور اس کے سامنے گڑگڑانے کی راہ!

اس احساس نے میرا دل روشن کر دیا، سینہ کھول دیا اور مجھے اپنے رب کی امید کا سہارا مل گیا، جو میرے بدن میں کوندنے والی روح سے بھی زیادہ مجھ پر رحم کرنے والا ہے۔

میں ابھی چھے سال کا ایک شرمیلا سا بچہ تھا، جو تمام بچوں سے الگ تھلگ رہتا تھا کہ کج روی اور انحراف کے المیے سے دوچار ہو گیا۔

آغاز ایک مزدور کے ساتھ ہوا، وہ میرے ساتھ پیار سے پیش آتا، دل لگی کرتا اور کبھی گلے لگا لیتا، لیکن میرے اور اس کے درمیان کوئی جسمانی تعلق نہ تھا۔

میرا باپ اس وقت بڑھاپے کی منزلیں طے کر رہا تھا اور جلد ہی فوت ہو گیا، میں باپ کی شفقت سے محروم ہو گیا اور مجھے کہیں سے محبت بھرا لمس نہ ملا جس سے

میرا معصوم بچپنا آسودگی پاتا۔ میں بڑا ہو گیا، لیکن اس واقعے نے مجھ پر بڑا گہرا اثرا چھوڑا میں ہمیشہ اسی میں کھویا رہتا، جوں ہی اپنے سے بڑی عمر کے آدمی کو دیکھتا، اس کے حادثے کی یاد تازہ ہو جاتی اور میں سوچوں میں گم ہو جاتا۔

افسوس تو یہ ہے کہ مجھے اپنی اس بدحالی اور غیر فطری میلان کا ادراک اس وقت ہوا جب میں پندرہ برس کا ہو گیا۔ مجھے احساس ہو گیا کہ یہ بچپن کی بوئی ہوئی فصل ہے جو اب کاٹ رہا ہوں۔

مجھے اس کی کوئی پروانہیں تھی، میں اس بری علت کا عادی ہو چکا تھا۔ جب میں کسی وجیہہ اور خوبرو آدمی کو دیکھتا تو اپنے اعصاب پر قابو نہ رکھ پاتا۔ دہشت ناک کیفیت تو یہ ہے کہ میں بچپن سے محسوس کرتا آرہا ہوں کہ میرے دل میں جذباتی خالی پن ہے، میری پریشانی اس قدر جنس کے ساتھ نہیں، جس قدر اس جذباتی خالی پن میں ہے، جس کے خول میں، میں تنہا تنہا زندگی گزار رہا ہوں۔ مقامِ شکر ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آج تک کوئی بدفعلی نہیں کی نہ کسی کے ساتھ اس حد تک ہی گیا ہوں، لیکن ماضی میں بلیو فلموں اور شاذ لوگوں کی ویب سائٹس کی سرچنگ (ورق گردانی) کا رسیا ضرور رہا ہوں، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اپنی قوتِ ارادی کے بل بوتے پر میں نے یہ عادت بھی ترک کر دی ہے اور ایسے تمام منحرف لوگوں کے ساتھ تعلقات بھی منقطع کر لیے ہیں، تاہم بعض اوقات کمزور پڑ جاتا ہوں اور دوبارہ یہی کام کرنے لگتا ہوں۔

میری حالت پہلے سے قدرے بہتر ہے، لیکن وہ جذباتی بھوت اور اپنی ہی جنس کے لیے شفقت بھرا میلان ابھی تک موجود ہے، دوبارہ ان ویب سائٹس اور اپنی حالت کی طرف پلٹ آنے کا خوف ایک ایسا ڈراؤنا خواب بن

چکا ہے، جس نے میری آنکھوں سے نیند اچک لی ہے، اس کے باوجود میں بڑی بہادری کے ساتھ اپنے نفس کا مقابلہ کرنے کا عزم رکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ میرا اپنے اللہ تعالیٰ اور اس کی رحمت پر ایمان مجھے اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہونے دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَ اَخِيْهِ وَ لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

[یوسف: ۸۷]

''اے میرے بیٹو! تم جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو ڈھونڈو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ کی رحمت سے تو کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔''

3 فصل

خاندانی / گھریلو تشدد

اس فصل میں درج ذیل موضوعات زیرِ بحث آئیں گے:

1. گھریلو دہشت گردی۔
2. جنسی تشدد کے اثرات۔
3. جنسی تشدد کے بعد کیا ہوگا؟
4. تحقیق اور تحقیق کے مقاصد۔
5. تحقیق کے نتائج۔
6. بچے کے حقوق۔
7. بچوں کو زیادتی کرنے والوں کی پہچان کروانا۔
8. کہانی...... زیادہ احتیاط، بگاڑ کا باعث۔

1 گھریلو تشدد

یہ انسانی تشدد کی مشہور ترین صورت ہے جو موجودہ زمانے میں عام پائی جاتی ہے، اس کے باوجود کہ ابھی تک کوئی ایسی گھریلو دقیق اور تفصیلی تحقیق سامنے نہیں آئی جو ہمارے معاشرے میں اس تشدد کا تناسب بیان کرتی ہو، لیکن اس کے اثرات اس حد تک سامنے آرہے ہیں کہ انھیں محسوس کیا جا رہا ہے، یہ

اس بات کی علامت ہے کہ یہ تناسب بڑی بلند سطح پر ہے اور معاشرے کو اس کی افزائش روکنے اور اس کی اصلاح کرنے کے لیے بڑی سنجیدہ اور تیز کوشش بروئے کار لانا ہوگی۔

گھریلو تشدد کی تفاصیل میں جانے سے پہلے ہم خاندان کی تعریف اور ان اہم امور کا جائزہ پیش کرتے ہیں، جن کا زندگی اور خاندانی تعلقات کے ساتھ گہرا ربط ہے۔ یہ وہ امور اور اہداف ہیں، اگر ہم نے ان کو حاصل کر لیا تو گویا ہم نے خاندانی تشدد کی روش کے سامنے ایک مضبوط بند باندھنے کے لیے سنگِ بنیاد رکھ دیا۔

خاندان کی تعریف:

خاندان وہ معاشرتی ادارہ ہے جو عقدِ نکاح کے ذریعے ایک آدمی اور ایک عورت کے ملنے سے تشکیل پاتا ہے، یہ معاشرے کی تعمیر کی بنیادی اینٹ اور اکائی کی حیثیت رکھتا ہے، خاوند، بیوی اور اولاد اس کے اہم ارکان ہیں۔

خاندان کے ارکان:

1. خاوند۔
2. بیوی۔
3. اولاد۔
4. گھر۔

گھریلو دہشت گردی:

ماہرِ جرمیات (Criminologist) ابراہیم حمد کا کہنا ہے:

''افسوس اس بات کا ہے کہ اس جدید دور میں بعض معاشرتی اور خاندانی بدنمائیاں سامنے آرہی ہیں، جن میں نمایاں ترین بچوں کے خلاف گھریلو تشدد ہے۔ غصون اور رصف یہ دونوں بچیاں جو گھریلو تشدد کے نتیجے میں مرگئیں، اس

کی زندہ مثال ہے۔"

گھریلو تشدد ہمارے معاصر معاشرے کا خطرناک مسئلہ ہے، لیکن یہ المیہ اس محور کے گرد گھومتا ہے کہ بچے پر تشدد ہمیشہ اندھیرے اور پردے میں رہتا ہے، جس کے بارے میں قریب ترین عزیز بھی نہیں جانتے۔ وہ نہیں جانتے کہ باپ، سوتیلی مائیں اور دیگر سوتیلے رشتے دار کس بے رحم انداز میں ان کو پیٹتے ہیں اور ان کے دل پتھر کے ہیں، جن میں بچوں کے لیے صرف نفرت اور کینہ ہے، ان میں رحم نام کی کوئی چیز نہیں۔

اسلامی شریعت بڑی عظیم الشان ہے، اس میں بچے کے حقوق بڑے واضح انداز میں متعین کیے گئے ہیں، جو معروف و مشہور ہیں۔ یہ حقوق بچے کی عزت کے محافظ اور طبعی انداز میں اس کی نفسیاتی، معاشرتی اور جسمانی نشوونما کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ اسلام ہی نہیں، بلکہ حقوقِ اطفال کے عالمی اداروں کے منشور، قرار دادیں اور معاہدے بھی بچے کے کئی حقوق اور اس کی انسانیت کے احترام اور حفاظت پر مشتمل ہیں۔

بچوں پر تشدد اس لحاظ سے بھی ایک گھمبیر معاملہ ہے کہ بچہ شکوہ کر سکتا ہے، نہ بھاگ سکتا ہے اور نہ مقابلہ ہی کر سکتا ہے۔ اس طرح وہ ایسا بکرا ہوتا ہے جو ہر وقت قربانی کے لیے میسر ہوتا ہے۔ باپ میں جوں ہی تشدد کی خواہش بیدار ہوتی ہے یا وہ غصے کی حالت میں ہوتا ہے تو اپنا سارا غصہ بچوں پر نکال دیتا ہے۔ بچوں پر تشدد 10 فی صد لوگوں کے سامنے آتا ہے، جب کہ 90 فی صد گھر کے اندر چھپا رہتا ہے۔ یہ ایک مغربی تحقیق کے مطابق ہے، جہاں تک ہمارے مشرقی عربی اور اسلامی معاشروں کا تعلق ہے جن میں ابھی تک خاندان کا مفہوم

باقی ہے اور باپ ہی اصل حکمران ہوتا ہے، یہاں بچوں پر تشدد کے بارے میں حتمی طور پر کسی تناسب کا علم نہیں۔

زندگی میں مشکل ترین معاملہ یہ ہے کہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بھینٹ چڑھنے والا کوئی موجود رہتا ہے اور یہ ماڈرن اور مشکل معاصرِ زندگی کے فضلات اور الجھنوں کو باہر نکالنے کی انتہائی آسان راہ مہیا کرتا ہے، جو بچوں پر شدید تشدد کی صورت میں باہر آتی ہیں۔ بالخصوص نہ پولیس کو اطلاع دی جاتی ہے نہ رشتے دار ہی آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ بے چارہ صرف اللہ رب العزت کے سامنے ہی اپنی کمزوری کے شکوے کرتا رہتا ہے اور اپنے ظالم والد کے خلاف مدد مانگتا رہتا ہے۔

بچوں پر تشدد کے حوالے سے کی گئی ایک تحقیق کے مطابق ہمارے بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد بالخصوص باپ کے تشدد کا نشانہ بنتی ہے۔ اس کے تشدد کی کئی صورتیں ہوتی ہیں: سب سے زیادہ عام صورت یہ ہوتی ہے کہ بچے کے جسم کے مختلف حصوں کو مار پیٹ کا نشانہ بنایا جاتا ہے، دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کو نفسیاتی دباؤ کا شکار بنایا جاتا ہے، اس کو ذلیل کیا جاتا ہے، حقیر سمجھا جاتا ہے، بچے کو اس کے کھیل کود اور تفریح کے حقوق سے روکنا بھی تشدد ہی کی صورت ہے۔

باپ جب ایک بچے پر تشدد میں حدود سے تجاوز کر جاتا ہے تو وہ اپنے اس رویے کی وجہ سے اس کو جرمِ انحراف اور تشدد کی راہ پر لگا دیتا ہے۔ جب بچے پر تشدد کیا جاتا ہے تو وہ سڑک کی طرف بھاگتا ہے، کیوں کہ اس بچے کو گھر اور خاندان میں حمایت اور شفقت حاصل نہیں ہوتی، وہ اس کی تلاش میں سڑک پر نکلتا ہے، لیکن افسوس کی بات ہے کہ باہر ہر وقت درندے اس کی تاک میں رہتے ہیں اور اس کو فوراً اچک لیتے ہیں۔ یہ چھوٹا سا بچہ اس اجنبی اور ناواقف

شخص کے ساتھ تعلق جوڑ لیتا ہے، کیوں کہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کو حمایت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو شفقت بھرے دل اور محبت بھرے ہاتھ کی طلب ہوتی ہے جو اس کے سر پر دستِ شفقت رکھے۔ یہاں اس کے بچپن کو بڑے بدصورت اور خوف ناک انداز میں استعمال کیا جاتا ہے، اس کو بھیک مانگنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، چوری اور جیب کترنے کی تربیت دی جا سکتی ہے۔ جنسی انحراف اور بدفعلی کا شکار بنایا جا سکتا ہے، منشیات فروخت کرنے کے دھندے پر لگایا جا سکتا ہے اور اگر کسی دہشت گردے کے ہتھے چڑھ جائے تو وہ اس کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے وہشت گرد بنا سکتا ہے اور ہم اپنے جگر کا ایک ٹکڑا اور مستقبل میں اپنے وطن کا ایک فرد کھو دیتے ہیں، وہ مجرم بن جاتا ہے یا دہشت گرد۔

بچے پر اہلِ خانہ کا تشدد اس سے جرم کرنے، دہشت پھیلانے یا تشدد کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔ اسی طرح جب بچے کو ظلم کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو یہ ظلم و تشدد اور انحراف کی یہ تمام صورتیں اس کے ذہن کے نہاں خانے میں محفوظ ہو جاتی ہیں، وہ ہمیشہ ان کے بارے میں سوچتا رہتا ہے، ان کا تصور کرتا رہتا ہے، ان کو دہراتا رہتا ہے اور ہر مرتبہ رنج و الم محسوس کرتا ہے، وہ اپنے اوپر کیے گئے خونی تشدد کو یاد کرتا ہے اور کرب ناک یادوں سے چھٹکارا پانے کے لیے شراب نوشی اور منشیات کا عادی ہو جاتا ہے، تا کہ ان دکھ بھرے لمحات اور تکلیف دہ واقعات کو بھول سکے۔

وہ بدفطرت باپ جو اپنے چھوٹے سے بیٹے یا بیٹی پر تشدد کرتا ہے، وہ حقیقت میں مستقبل کے ایک مجرم کی بنیاد رکھ رہا ہوتا ہے۔ یہ بچے کو مستقبل کا قاتل یا مجرم بنانے والا منصوبہ ہے، کیوں کہ اس کی چھوٹی سی عقل تشدد، نفرت اور حسد سے بھر جاتی ہے، اس لیے تعجب نہیں کہ وہ اپنے الم ناک ماضی کو بھلانے

کے لیے منشیات کا عادی ہو جائے، یا پھر قتل یا تشدد کو اپنا روزگار بنا لے۔

بچوں پر سختی اور تشدد کی راہ اختیار کرنے سے پہلے چند چیزوں کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے۔

شاید ہم لوگ جو باپ ہیں، بچے کو غلط اور سمجھ میں نہ آنے والے اشارے دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر جب ماں باپ میں سے کوئی ایک سزا کا اسلوب اختیار کرنا چاہتا ہے تو دوسرا اس کے الٹ انداز کو اختیار کرتا ہے، اسی طرح جب باپ سزا میں مختلف اور متضاد انداز اپناتا ہے: ایک دن مارتا ہے، ایک دن سرزنش کرتا ہے اور ایک دن کچھ نہیں کہتا تو بچے کو پتا نہیں ہوتا کہ اس نے کوئی غلطی کی تو اس کی کیا سزا ملے گی۔

تشدد کی خطرناکی اور سنگینی بھی اتنی ہے جتنی اس کو کھلی چھٹی دینے کی اور اس سے مکمل بے پروائی برتنے کی۔ یہ دونوں رویے ہی بچے کو چاروں طرف سے گھیرنے والے خطرے کا منبع ہیں اور یہ دونوں رویے ہی بچے کو سڑک پر لے آتے ہیں، پھر وہ برے دوستوں سے جا ملتا ہے، جرم تشدد اور انحراف کی تمام اقسام کی راہ پر چل نکلتا ہے۔

تہذیب و اصلاح یا فہمائش کو کارگر بنانے کے چند سنہرے قواعد:

- بچے کی تہذیب اور اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ سزا دینے والا شخص اس کے ساتھ محبت رکھتا ہو، حسد و نفرت سے خالی اور غصے سے دور ہو اور اس کے تمام بہانے سننے کے بعد سزا دے۔
- یہ الم ناک بات ہو گی کہ جب آپ بچے کو سزا دے لیں، تب آپ پر یہ

بات کھلے کہ وہ مظلوم تھا اور آپ نے اس کو غلط سزا دے دی۔ اس لیے سزا دینے سے پہلے اچھی طرح چھان بین کرنا اور بچے کے تمام دلائل اور بہانے سننا نہایت ضروری ہے۔

- اسی طرح اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ سزا غلطی کے برابر ہو، زیادہ نہ ہو۔ اگر غلطی بڑی ہو تو سزا بڑی، غلطی چھوٹی ہو تو سزا بھی چھوٹی۔
- سزا کی نوعیت کیا ہونی چاہیے، یہ ایک اہم بحث ہے۔ سزا صرف مارنے ہی پر موقوف نہیں ہونی چاہیے؟ بچے کو کسی کھیل سے روک دینا، کسی جگہ لے کر نہ جانا یا اس کی چھٹی بند کر دینا، ایسی سزائیں ہیں جن کا اثر مارنے سے زیادہ اور دیرپا ہوتا ہے، کیوں کہ مار ایک وقتی چیز ہوتی ہے جس سے باپ کا غصہ تو کم ہو جاتا ہے، لیکن بچے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔
- اسی طرح غلطی اور اس کی سزا میں وقت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، ان دونوں کے درمیان جیسے جیسے وقت بڑھتا جائے گا، بچہ غلطی بھول جائے گا اور سزا یاد رکھے گا۔
- غلطی اور سزا کے درمیان ربط قائم رکھنا بھی ضروری ہے اور ان دونوں کی زمانی مدت کم ہونی چاہیے، تاکہ اس کا اثر گہرا اور دیرپا رہے۔
- ہماری یہ بڑی گہری خواہش ہے کہ ایسے حکومتی، پرائیوٹ یا ویلفیئر ادارے ہوں، جو بچوں کو ان بے رحم والدین کے چنگل سے چھڑوانے اور ان کو محفوظ رکھنے کے لیے کام کریں، جن کے دل رحم سے خالی ہیں اور وہ اس بے چارے بچے کو مار کر اپنی پریشانیاں اور حسابات چکاتے ہیں۔
- بچے کو والدین کے ذاتی مسائل کا شکار بننے سے بچانا نہایت ضروری ہے۔

ایسا نظام ہونا چاہیے جو بچے کی نفسیاتی، جسمانی اور معاشرتی نمو کو یقینی بنانے کے لیے کام کرے۔

- معاشرے کے ذمے دار افراد کے طور پر ہم سب پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ ہم بچوں کی حفاظت اور ان کی نگرانی کو اپنا فرض سمجھیں، کیوں کہ ہمارا دین بھی خصوصیت کے ساتھ، بچے پر توجہ اور اس کا خیال رکھنے کی ترغیب دیتا ہے، وہ اول اور آخر خرد مند مومنوں کی دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔
- اس طرح ایک بلند اخلاق معاشرے کا یہ فرض بھی بنتا ہے کہ چائلڈ لیبر سے اجتناب کیا جائے، یعنی چھوٹے بچوں کو کام پر نہ لگایا جائے۔ بچے کو اس کا تعلیمی حق ضرور ملنا چاہیے اور چھوٹی سی عمر ہی میں کام کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ اگر بچے کو کام پر لگا دیا جاتا ہے تو تعلیم سے بے پروائی برتی جاتی ہے اور اس بچے کا مستقبل تباہ ہو جاتا ہے جو اپنی ذات، اپنے خاندان، اپنے معاشرے اور اپنے وطن کے لیے بہت کچھ کرنے کے خواب دیکھتا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان بچیوں کی موت کو، جو ماں باپ کے ظلم کا شکار ہوئیں اور موت کے منہ میں چلی گئیں، اب وہ اللہ کے حضور اپنے قریب ترین عزیزوں کے ظلم کا شکوہ کر رہی ہوں گی اور ہماری غفلت کی بھی شکایت کر رہی ہوں گی، ہم سب کے لیے بیداری کا باعث بنائے۔ ہم اپنے بچوں کا خیال رکھیں اور ان کو مکمل تحفظ کا احساس دلائیں۔ آمین

2 بچے پر جنسی تشدد کے اہم اثرات

جنسی زیادتی کا شکار ہونے والا بچہ بہت سارے جسمانی عوارض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے رویے میں بہت زیادہ اضطراب اور بے ترتیبیاں نظر آنے

لگتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ ناخن کاٹتا رہتا ہے، سر درد محسوس کرتا رہتا ہے، اس کا ذہن منتشر رہتا ہے، وہ کپڑوں کے اندر ہی پیشاب کر دیتا ہے، بچگانہ رویے واپس آنے لگتے ہیں، پڑھائی میں دل نہیں لگتا اس لیے اس میں کمزور ہو جاتا ہے، وہ ہر دم بیزار رہتا ہے، اپنی ہی ذات میں گم ہو جاتا ہے، رشتے داروں اور دوستوں سے دور رہتا ہے، بالخصوص اپنے گھر والوں کے قریب نہیں آتا، تاکہ ان کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کرنے سے بچ سکے، نیند بھی بے ترتیبی کا شکار ہو جاتی ہے، اسے ڈراؤنے خواب ستانے لگتے ہیں اور جو بچے بڑے ہوتے ہیں، وہ خودکشی کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

اس متاثرہ بچے پر درج ذیل احساسات چھائے رہتے ہیں:

1 خوف:

1 جن لوگوں نے اس پر زیادتی کی ہوتی ہے، وہ اس سے ڈر محسوس کرتا ہے اور ان کے قریب جانے سے دور بھاگتا ہے۔

2 اپنے والدین سے بھی ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں انھیں اس بات کا علم نہ ہو جائے، گویا وہ یہ سمجھتا رہتا ہے کہ وہی مجرم ہے شکار نہیں۔

3 اس اختلاف اور تبدیلی کے کریہہ منظر سے بھی ڈرتا رہتا ہے، جو اس کی زندگی میں رونما ہوتی ہے۔

4 نئی پریشانیاں پیدا ہونے سے بھی ڈرتا رہتا ہے۔

5 جن سے محبت کرتا ہے ان کو کھو جانے کا ڈر بھی محسوس کرتا ہے۔

2 غم:

1 جو چیز کسی سے طاقت کے ساتھ اور اس کی مرضی کے بغیر چھین لی جائے تو

اسے محرومی کا غم ستاتا رہتا ہے، یہ کیفیت زیادہ تر بچیوں میں ہوتی ہے۔

❷ بچپن کھو دینے کا غم۔

❸ جس شخص پر اس نے اعتماد کیا تھا اس کی بدیانتی کا غم۔

3 ضمیر کی ملامت:

1 جو ہو چکا اس کو وہ روکنے کی طاقت نہ رکھ سکا، کیوں کہ اس نے آغاز ہی سے خود شکستگی دکھائی اور استقامت کا مظاہرہ نہ کیا، اس وجہ سے ضمیر ملامت کرتا رہتا ہے۔

2 جو ہو چکا اس نے اس کے بارے میں کسی کو پہلی مرتبہ ہی نہ بتایا، اس راز کی حفاظت کرتا رہا اور اپنا استیصال کرواتا رہا۔ ضمیر اس احساس کی وجہ سے بھی اسے ملامت کرتا رہتا ہے۔

3 بدنامی کا احساس:

① کیوں کہ اس قابلِ نفرت رویے میں وہ شریک کار بھی ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات اس زیادتی سے خود بھی لذت حاصل کرتا ہے (یہاں احساسِ درد اور لذت ملا جلا ہوتا ہے)، کیوں کہ جس نے اس سے زیادتی کی ہوتی ہے۔ وہ اس کے باوجود اس کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اس کے دل کے قریب ہوتا ہے۔

② ایسا بچہ ضدی اور سرکش ہو جاتا ہے اور اس میں انتقام کا جذبہ پنپنے لگتا ہے، چنانچہ وہ دوسروں پر زیادتی کرنا شروع کر دیتا ہے اور ایک تکلیف دہ کیفیت میں زندگی گزارتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کیفیت مزید پختہ ہو جائے اور کئی دیگر نفسیاتی عوارض کا باعث بن جائے۔

محققہ فتحیہ رشدی کا کہنا ہے:

''بچہ کئی دماغی یا جسمانی امراض کا شکار ہو سکتا ہے، اس کا اپنی ذات سمیت ہر ایک سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ یہ تشدد بچوں کی زندگی تباہ کر دیتا ہے اور ان کے ذہن تبدیل کر دیتا ہے، بعض بچوں کو انحراف اور منشیات کی راہ پر لگا دیتا ہے۔''

محققہ یہ سوالیہ نشان چھوڑتی ہے کہ آخر کب تک اس طرح کے جرائم انہی جگہوں تک محبوس رہیں گے، جہاں یہ کیے جاتے ہیں؟ کب تک بچے اس جسمانی تشدد سے دوچار رہیں گے؟

ہر کوئی جانتا ہے کہ حقوقِ اطفال کا معاہدہ، جس پر تقریباً تمام ممالک نے دستخط کیے ہیں، وہ حکومتوں پر لازم قرار دیتا ہے کہ وہ بچوں کو مادی اور معنوی ہر طرح کے تشدد سے محفوظ رکھنا یقینی بنائیں۔

3 جنسی تشدد کے بعد کیا کرنا چاہیے؟

پہلا اور اہم قدم ان جرائم پر پڑے ہوئے دبیز پردوں کو اٹھانا ہے۔

محققہ ڈاکٹر ایمان سید کے مطابق:

1 ضروری ہے کہ ایسے بچے کو نفسیاتی معالج کو دکھایا جائے، اس کو تفصیل کے ساتھ اپنا یہ المناک تجربہ بیان کرے، تاکہ وہ اس کے لاشعور میں محفوظ نہ رہے، جو بعد میں کئی منفی اثرات پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

2 ہر کیس اور حالت علاحدہ علاحدہ نفسیاتی مداخلت کا تقاضا کرتی ہے۔ بچے کو وضاحت کے ساتھ سمجھانا چاہیے کہ گناہ کا احساس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اس جیسی کیفیت سے نپٹنے کے بارے میں لاعلم تھا، اس میں اس کا کوئی تصور نہیں۔ خوف ایک قابلِ قبول عذر ہے، لیکن بچے کو یاد دہانی کروانی ضروری ہے کہ والدین

اس کو سزا نہیں دیں گے، یعنی اس کو یہ شعور بخشا جائے کہ وہ مجرم نہیں، بلکہ متاثر اور مظلوم ہے۔

3 اس کو محسوس کروائے بغیر اس کا بڑا گہرا مشاہدہ اور نگرانی کی جائے، تاکہ وہ دیگر کسی بھی طرح کے محرک اور ہیجان خیز چیز کا شکار نہ ہو جائے، اس کے رویے اور برتاؤ میں اگر کوئی غیر معمولی اور عجیب چیز نظر آئے تو اس کی طرف توجہ دی جائے، ہمیشہ اس کی توجہ کو، اگر وہ ذہنی انتشار اور کھو جانے کی کیفیت میں مبتلا ہو تو کسی بھی سرگرمی میں مصروفِ کار کر دیا جائے اور جس حد تک ممکن ہو اس کو افرادِ خانہ کے درمیان رکھا جائے اور خلوت کا موقع نہ دیا جائے۔

4 مجرم کو سزا ملنا ضروری ہے۔ چنانچہ تھانے میں ایف آئی آر درج کروانی چاہیے اور کیس کی مکمل پیروی کرنی چاہیے یا ان جیسے معاملات کا جائزہ لینے والا جو بھی مجاز ادارہ ہو وہاں تک بات اٹھانی چاہیے، تاکہ مجرم بھاگ نہ پائے، کیوں کہ اس جیسے مجرم کو چھپانا اور مصلحت کی چادر میں لپیٹ دینا، مجرم کے ساتھ تعاون کرنا اور اس کو حوصلہ دینا ہے۔ وہ بار بار یہ بدفعلی کرے گا، صرف اسی کے ساتھ نہیں، بلکہ دیگر بچوں کے ساتھ اور مختلف جگہوں میں، کیوں کہ اس کو پچھلے تجربے نے یہ سکھا دیا ہو گا کہ گھر والے ایسے معاملات کو چھپا لیتے ہیں اور بدنامی کے خوف سے چپ سادھ لیتے ہیں۔

4 بچوں پر جنسی تشدد کے حوالے سے ایک رپورٹ

بچوں پر تشدد کے حوالے سے ایک عرب ملک میں ایک تحقیق کی گئی، جس کا مقصد عرب ممالک میں اس ابھرتی ہوئی صورتِ حال (Phenomenon) کے حجم کا اندازہ لگانا تھا اور دوسرا مقصد زیادتی کے کیسز کی تشخیص کے لیے

معلومات کا حصول تھا، اس تحقیق کے نتائج سے درج ذیل امور سامنے آئے:

1. جو کیسز سامنے آئے، وہ حقیقت میں رونما ہونے والے واقعات کا محض 15 فی صد تھے۔
2. زیادتی کے اکثر واقعات میں زیادتی کرنے والے ایسے لوگ تھے، جن میں اکثریت کے بارے میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ وہ بچے کو تحفظ فراہم کرنے والے ہیں اور ایسی جگہوں پر زیادتیاں کی گئی، جو بچے کے لیے سب سے پرامن جگہ ہوتی ہے۔
3. ایک تہائی کیسز میں بچوں سے تکرار کے ساتھ زیادتی کی گئی۔
4. ہر چار میں سے تین کیس ایسے تھے کہ بچے سکولوں سے بھاگ گئے (یعنی سکول سے بھاگنے اور مزدوری کرنے کی ابھرتی ہوئی صورتِ حال)۔
5. متاثر بچے کے خاندان کی خراب معاشی حالت بھی ایک اہم سبب ہے، جو بچوں کو ایسے درندوں کا شکار بننے کا سامان فراہم کرتا ہے اور بچے کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس طرح غلط سرگرمی میں ملوث ہو جائے گا۔
6. زیادہ تر زیادتی کے واقعات گنجان آباد محلوں اور علاقوں میں رونما ہوئے۔
7. معاشرے میں جنسی آگاہی اور صحیح معلومات کا فقدان اکثر بچوں کے زیادتی کا شکار ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔
8. متاثر بچے کے ساتھ تحقیق کرتے وقت حکمت آمیز اور پرسکون رویہ اختیار کرنا چاہیے، کیوں کہ بسا اوقات بچہ زیادتی بھول جاتا ہے، لیکن تحقیق کے لمحات یاد رکھتا ہے جو ہر لمحے اس کے لیے زیادتی کے لمحے سے بڑھ کر نفسیاتی مسائل کر سبب بن سکتے ہیں۔

9 ایسے تمام عرب ممالک جن کا قانون شرعی نہیں، وہاں جو سزائیں نافذ العمل ہیں وہ عبرت ناک نہیں، اس لیے بعض مجرم اپنی یہ بدفعلیاں جاری رکھتے ہیں۔

10 برے معاشی حالات، دیر کی شادیاں اور متاثرہ بچوں کے علاج کے لیے نفسیاتی مراکز، علاج کی کمی؛ یہ سارے عوامل ہیں، جو اس ابھرتی ہوئی پریشان کن صورتِ حال کو مزید سنگین بنا رہے ہیں۔

5 بچے کے حقوق

بچوں کے سرپرست ہونے کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ وہ زر خرید غلام اور کوئی مملوکہ چیز ہے کہ ان کے ساتھ بے رحمی اور سنگ دلی پر مبنی سلوک کیا جائے، ان کے مستقبل کو تباہ کر دیا جائے اور ان کو ادب اور تہذیب سکھانے کے حق کے نام پر مار پیٹ اور ظلم و زیادتی کا نشانہ بنایا جائے۔

سرپرستی کا مطلب تو رحم دلی، فکر مندی اور ذمے داری کا احساس ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان معصوم پھولوں کو کسی مادی جذباتی محرومی اور بدتربیتی کی سزا نہ دی جائے، ذمے داری سے بھاگتے ہوئے ان کو سڑکوں کے حوالے نہ کر دیا جائے۔

پہلا حق:

باپ کے ذمے بچوں کا پہلا حق مالی حالت کے مطابق نان ونفقہ مہیا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا

بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ﴿٦﴾ لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴾ [الطلاق: ٦،٧]

''تم انھیں رہائش دو جہاں تم (خود) رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق اور ان کو تنگ کرنے کے لیے انھیں تکلیف نہ دو اور اگر وہ (طلاق یافتہ) حمل والیاں ہوں تو وضع حمل تک تم ان پر خرچ کرو، پھر اگر وہ (بچے کو) تمھارے لیے دودھ پلائیں تو تم انھیں ان کی اجرت دو اور (یہ) آپس میں دستور کے مطابق مشورے سے (طے) کرو اور اگر تم باہم ضد پکڑ لو تو اسے کوئی اور عورت دودھ پلائے۔ پس لازم ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اسے اللہ نے دیا۔ اللہ کسی شخص پر اتنی ہی ذمے داری ڈالتا ہے جتنا اس نے اسے دیا۔ اللہ تنگی کے بعد جلد آسانی فرما دے گا۔''

نیز اولاد کے حقوق کے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''بہترین دینار (روپیا) جو آدمی خرچ کرتا ہے، وہ ہے جو وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے (دوسرا) وہ دینار جو وہ اپنے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے مخصوص جانور پر خرچ کرتا ہے اور (تیسرا) وہ دینار جو وہ اللہ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔''

ابو قلابہ کہتے ہیں:

"آپ ﷺ نے اہل وعیال سے آغاز کیا، اس آدمی سے بڑھ کر کس کو اجر ملتا ہوگا جو اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے، تاکہ وہ کسی کے آگے اپنا دامن نہ پھیلائے یا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ان کو فائدہ دے اور ان کو دوسروں سے بے پروا کر دے۔" (رواه الحاكم عن أنس)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"تیرا اپنے اہل، اولاد اور خادم پر خرچ کرنا صدقہ ہے، چنانچہ اس کو احسان یا کسی اذیت کی بھینٹ نہ چڑھا۔"

باپ اپنی اولاد کے لیے قابلِ کفایت اور احسن انداز میں معیشت کا بندوبست کرے، تاکہ وہ لوگوں پر بوجھ نہ بنیں۔ جس طرح رسول کریم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:

"تیسرے حصے کی وصیت بھی زیادہ ہے، تم اپنے ورثا کو مال دار چھوڑ کر جاؤ، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو لوگوں کے مرہونِ منت چھوڑ کر جاؤ، وہ ان کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلاتے رہیں، تم جو بھی خرچ کرو، صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرو گے، وہ تمھیں اس کا ضرور اجر دے گا، حتی کہ اس لقمے کا بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔" (متفق عليه)

دوسرا حق:

خرچے کے ساتھ تربیت بھی ضروری ہے، جو صرف مالی معاونت کا نام نہیں، کیوں کہ صحیح تربیت سے عاری صرف مالی معاونت خرابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ باپ کے ذمے اولاد کا صرف یہی حق نہیں کہ وہ ان کے نان نفقے کا

بندوبست کرے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بھرپور توجہ، راہنمائی، نیک مثالیے (نمونے) اور درست انداز میں نشوونما اور تعلیم و تربیت کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

عقد الفرید میں لکھا ہے:

''بہترین باپ وہ ہوتا ہے جو تقصیر نہیں کرتا، کیوں کہ یہ نافرمانی کا باعث بنتی ہے، وہ اولاد کے ساتھ انتہائی نرمی، شفقت اور پیار سے پیش آتا ہے، اس کے کھانے پینے اور پہننے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا، اس کو پرانے گندے کپڑے پہنا کر دوستوں میں رسوا نہیں کرتا، وہ اس کے ساتھ سخت کلامی اور ترش روئی سے پیش نہیں آتا، بلکہ وہ نرم خو اور آسانی فراہم کرنے والا ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص نرم مزاج، دھیما اور آسان طبع ہو، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ (رواہ الحاکم والبیهقي)

اگر آدمی اس طرح کا نہ ہو، بلکہ اس کے الٹ مزاج کا حامل ہو تو وہ اپنے گھر، اولاد اور خاندان میں قابلِ نفرت بن جاتا ہے، وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے اِرد گرد سے دور ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ [آل عمران: ١٥٩]

''پس (اے نبی!) آپ اللہ کی رحمت کے باعث ان کے لیے نرم ہو گئے۔ اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ سب آپ کے پاس

سے چھٹ جاتے، چنانچہ آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لیے بخشش مانگیں اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسا کریں، بے شک اللہ بھروسا کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

باپ جب کوئی نصیحت اور اچھائی کی بات کہنا چاہے تو نرمی اور رچاؤ کے ساتھ کہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"نرمی جس چیز میں بھی ہو اس کو خوب صورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے اٹھ جائے اس کو بدنما کر دیتی ہے۔" (رواہ مسلم)

باپ کو چاہیے کہ وہ خوش باش اور خندہ رو رہے، تاکہ اپنے گھر والوں اور اولاد کی نگاہ میں محبوب ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بدترین انسان وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ پر تنگی کرنے والا ہو۔"

(أخرجه الطبراني)

تیسرا حق:

بچوں کا باپوں پر تیسرا حق یہ ہے کہ ان کو بہت زیادہ ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کا نشانہ نہ بنائے، ان کو شدید اور نظر آنے والی چوٹ نہ پہنچائے، ان کے دوستوں کے سامنے ان کو برا بھلا بول کر ذلیل کرے نہ ان کے ساتھ بہت زیادہ سختی کرے، بلکہ اس کی کیفیت کے مطابق اس کو تادیب کرے۔ پہلے اس کو سمجھائے، اس کو اس کی غلطی بتائے، اگر وہ دوبارہ وہی کام کرے تو اس کو سرزنش کرے، اگر تیسری مرتبہ وہی کام کرے تو اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرے۔ اگر پھر بھی

باز نہ آئے تو اس کو مارے، لیکن کوئی ظاہری چوٹ نہ پہنچائے جو نشان چھوڑ جائے، اگر اس کے باوجود نہ رکے تو اس کے ساتھ تعلق ترک کر لے، اگر یہ بھی فائدہ مند ثابت نہ ہو تو پھر نرمی، سمجھ داری اور صبر کے ساتھ اس کو سمجھائے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، لیکن اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کے لیے دعا کرتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''ہر درخت کا پھل ہوتا ہے اور ہر دل کا پھل اولاد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتے جو اپنی اولاد پر رحم نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت میں وہی داخل ہوگا جو رحم کرنے والا ہوگا۔'' (أخرجه ابن ماجه)

باپ کو چاہیے کہ وہ چھوٹی غلطیوں سے صرفِ نظر کرے، اس کی گستاخیوں اور چیرہ دستیوں پر درگزر سے کام لے، اس کے قصور اور تقصیر پر مواخذہ نہ کرے، نیکی کے کاموں میں اس کی معاونت کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ابرار رکھا ہے، کیوں کہ وہ ماں باپ کے فرماں بردار تھے، جس طرح تم پر تمھارے والدین کا حق ہے، اسی طرح تمھاری اولاد کا بھی تم پر حق ہے۔'' (أخرجه الطبراني)

باپ کو چاہیے کہ اولاد کے ساتھ بدسلوکی کر کے اس کو اپنی نافرمانی اور مخالفت پر مجبور نہ کرے۔

اس کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ اولاد کے ساتھ لطف و کرم، مہربانی اور محبت کے ساتھ پیش آئے، تاکہ اولاد کو سرکشی اور منہ زوری کی راہ اختیار نہ کرنی پڑے۔

حبیبِ کبریا ﷺ نے فرمایا:

''اپنی اولاد کی نیکی پر معاونت کرو، جو چاہتا ہے کہ اپنی اولاد سے نافرمانی نکال دے۔'' (أخرجه الطبراني)

اسی طرح باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کے درمیان ایک حد تک دوستانہ ماحول قائم کرے، تکلیف برطرف رکھے، بالخصوص جوانی کے مرحلے میں، تاکہ وہ اپنے خیالات اور مسائل کھل کر بیان کرسکیں، بلکہ ان کو صاف گوئی اور عدمِ تکلف کی تربیت دے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''باپ پر فرض ہے کہ وہ بچے کی ضروری تعلیم و تربیت کا خوب بندوبست کرے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اپنے بیٹے کو ادب سکھا، تم اس کے ذمے دار ہو کہ تم نے اس کو کیا ادب سکھایا اور کیا تعلیم دی، وہ تمھارے ساتھ حسنِ سلوک اور تمھاری فرماں برداری کا ذمے دار ہے۔''

والد بچوں کے دلوں کو علم، ایمان اور تقوی کی غذا مہیا کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو محسوس کریں اور ان کے اخلاق کردار اور رویے کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کے مطابق تعمیر کرے۔

یہ اسلام میں والدین کے ذمے بچوں کے حقوق کا مختصر سا تذکرہ تھا، اگر باپ ان کو پورا کر دے تو وہ اپنے بچوں کی سرپرستی کا مستحق بننے کے قابل ہو جاتا ہے، وگرنہ یہ سرپرستی ناقص ہی رہے گی، جب تک باپ جو سرپرست ہے،

بچے کے ساتھ بدسلوکی کرتا رہے، اس کو مارتا رہے اور ان حقوق سے لاعلمی برتتے ہوئے اس کی ہڈیاں توڑتا رہے اور بچہ جو غیروں کے ظلم سے باپ کی گود میں پناہ لیتا تھا، اب اس کے ظلم کی وجہ سے غیروں کی طرف دیکھتا رہے۔

كُنْتُ مِنْ كُرُبَتِي أَفِرُّ إِلَيْهِمْ
فَهُمْ كُرُبَتِي فَأَيْنَ الْفِرَارُ

''میں اپنے دکھوں کی وجہ سے ان کے پاس جاتا تھا، اب وہی میرا دکھ بن چکے ہیں، اب کہاں جاؤں؟''

ایک آخری بات:

معاشرے میں بچوں پر ظلم وستم کرنے والے اور ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنے والے ان عجیب وغریب نمونوں کے ہوتے ہوئے ذرائع ابلاغ اور قوم کے مستقبل کے ذمے داران کے ذمے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کمزور بچوں پر رحم کھانا سکھائیں، ان کو آگاہی دیں کہ ان معصوموں پر کیے جانے والے تشدد کو روکنے کے لیے ان کو کیا کرنا چاہیے اور بچوں کی حفاظت کے کون سے متعلقہ ادارے اور تنظیمیں ہیں، جن تک ان کے معاملات پہنچائے جائیں۔

6 بچوں پر زیادتی کرنے والے کے بارے میں آگاہی دینا

میں ان شاء اللہ بچوں کو جنسی زیادتیوں سے محفوظ رکھنے کے طریقے ترتیب کے ساتھ ذکر کروں گا۔

اول: بڑوں کے بچوں کو چھونے اور ہاتھ لگانے کی اقسام:

1 اچھا لمس۔ یہ حساس جگہوں سے بہت دور ہوتا ہے اور اس میں کوئی شبہہ یا

بری نیت کا عمل دخل نہیں ہوتا۔

2 مشکوک لمس۔ یہ حساس جگہوں کے نزدیک کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد بچے کو آزمانا ہوتا ہے کہ وہ کیا ردِ عمل ظاہر کرتا ہے، ہاتھ جھٹکتا ہے کہ خاموش رہتا ہے۔

3 برالمس: یہ سیدھا حساس جگہ پر کیا جاتا ہے اور اس کے کپڑے اتارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

دوم: بچے کو ان لمسات کو پہچاننے کی تربیت کے طریقے:

1 تمثیل کے ذریعے۔ بچے کو ایسے بچوں کی کہانیاں اور مثالیں سنائی جائیں جو چھیڑ خانی اور زیادتی کا شکار ہوں۔

2 کھیل کے ذریعے۔ اس کو اس کی جنس کی مخصوص کھیلیں سکھائی جائیں اور بتایا جائے کہ بڑے لڑکے کس طرح چھوٹے بچوں کو چھیڑتے ہیں۔

3 گفتگو کے ذریعے۔ بچہ جن واقعات کو دیکھتا ہے اور جن کے بارے میں سنتا ہے، ان کے متعلق اس کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ سادہ الفاظ میں حقائق بیان کیے جائیں، تاکہ وہ جان سکے کہ خدا ناخواستہ کسی وقت وہ بھی کسی نفسیاتی مریض کے ہتھے چڑھ سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان لمسات کو پہچانے، ان کے درمیان فرق کرے اور کسی کو بھی اپنے جسم کے حساس مقامات، جیسے: رخسار، ہونٹ، بازو اور رانوں وغیرہ کو چھونے کی اجازت دے نہ وہ خود کسی دوسرے کے جسم کو چھوئے۔

4 ضروریات پر نظر۔ ان بھیڑیوں کا طریقۂ واردات یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ بچے کے رجحان، شوق، دل چسپی اور ضرورت کا اندازہ لگا کر اس کی کمزوری

اور دکھتی رگ کو استعمال کرتے ہیں اور اس کو اپنا شکار بنا لیتے ہیں۔ اس لیے بچے کو سکھائیں کہ اگر کوئی شخص اس کے شوق، رجحان، دل چسپی اور ضرورت کا استعمال کر کے اس کو اپنے قریب کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو اس سے بروقت دور ہو جائیں۔

سوم: ان لمحات کی پہچان اور تربیت کون دے؟

گھر میں ماں اور کلاس میں استانی!

ہم اپنے بچوں کو سکھائیں کہ جب کوئی شخص اس کے جسم کے حساس حصوں کو چھیڑنے اور چھونے کی کوشش کر رہا ہے تو وہ سخت انداز میں اس کو ''نہ'' کہے اور اس سے دور ہو جائے۔

بچے کو ان لمسات کے نتائج بتائے جائیں، بچے کو زیادتی کرنے والی کی بری نیت کا احساس ہو جائے، وہ کسی علاحدہ جگہ پر ایسے شخص کے ساتھ ایک لمحے کے لیے بھی نہ ہو اور بچے کو اپنے آپ کو جنسی زیادتی سے بچانے کے مختلف طریقے بتائے جائیں۔

بچہ کسی بھی شخص کے ساتھ کسی بھی ایسی جگہ پر بالکل نہ رہے، جہاں کوئی دوسرا نہ ہو، بچہ جس کے ساتھ گفتگو کرے اس کے قریب نہ جائے، بلکہ کم از کم ایک میٹر کا فاصلہ ضرور رکھے۔ بچے کا اعتماد ٹوٹنے نہ پائے اور اس کو خوف کا شکار نہ بنایا جائے۔ اگر کوئی واقعہ رونما ہو جائے تو بچے کے والدین کو ضرور بتایا جائے، وہ اس کی حمایت کریں گے، زیادتی کرنے والے کی ان باتوں پر بالکل دھیان نہ جائے کہ اگر اس کے والدین کو علم ہو گیا تو وہ اس کو سزا دیں گے۔ بچے کے دل میں اعتماد اور بہادری کا بیج بو دیا جائے، کیوں کہ وہی طاقت ور ہے۔

اس کو تعلیم دی جائے کہ مالی اور شہوانی ترغیبات کو بالکل خاطر میں نہیں لانا، بچے کے دل میں ذاتی دفاع کا احساس اور جذبہ پیدا کیا جائے اور اس کو یقین دہانی کروائی جائے کہ زیادتی اور چھیڑ خانی کرنے والا شخص انتہائی زیادہ بزدل ہوتا ہے، وہ لاکھ دھمکیاں دیتا رہے، کچھ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔

والدین مسلسل انداز میں اپنے بچوں کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے رہا کریں، بچے کو یہ تعلیم دی جائے کہ اس کا جسم اس کی اپنی ملکیت ہے، جس کی حفاظت کا پہلے وہ خود ذمے دار ہے، اس کو سمجھایا جائے کہ ان موضوعات اور جسم کے ان مقامات کے بارے میں گفتگو کرنا عیب ناک امر نہیں اور یہ بات بچے کے دل میں گھول کر ڈال دی جائے کہ کسی بھی شخص کی ایسی کسی بات کو تسلیم نہیں کرنا جو اس کو اپنے ساتھ کہیں جانے کے لیے کہے، اس کے ساتھ بالکل نہیں جانا۔

7 کہانی...... تقدیر کے آگے تدبیر کا بس نہیں

شیخ صالح مقبل نے اپنی کتاب "اخبار المتنکسین" میں ایک ضرب المثل بیان کی ہے، جو کہنہ مشق داناؤں کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ کچھ باپوں کا ضرورت سے زیادہ احتیاط کرنا بھی ان کے بچوں کے بگڑنے کا سبب بن جاتا ہے۔

میں جب ایک ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر تھا تو ایک واقعہ رونما ہوا، جس نے میری آنکھوں سے نیند اڑا دی اور آج تک وہ میری یادداشت کا الم ناک حصہ بنا ہوا ہے۔

میرے پاس ایک طالب علم آیا اور اس نے اپنی پریشانی بیان کی، اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

میں ایک نیک سیرت پڑھے لکھے اور دین دار والدین کا نیک اور دین دار بچہ تھا۔ میرا والد P.H.D کی ڈگری رکھتا تھا۔ میں جب ہائی سکول میں تھا، تب میرے المیے کا آغاز ہوا۔

میرے والد کو یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں میں عمر کے اس مرحلے میں بگڑ نہ جاؤں، اپنے اسی ڈر اور خوف کی وجہ سے مجھ کو تھوڑا جیب خرچ دیتا جو میری ضروریات کے لیے ناکافی تھا، کیوں کہ اس سکول کے اکثر طلبا طبقہ اشرافیہ سے تعلق رکھتے تھے اور وہ لذتِ کام و دہن کی ہر چیز خریدتے۔

میں بھی ایک دولت مند باپ کا بیٹا تھا، لیکن میں وہ سب چیزیں خریدنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا، جو وہ خریدتے تھے۔

اگر میں کسی فقیر یا بخیل کا بیٹا ہوتا تو اپنے نصیب پر قناعت کر لیتا، لیکن میرے باپ کے پاس تو نہ مال کی کمی تھی اور نہ دل کی، وہ بڑے سخی تھے، مگر صرف اعتماد کی کمی تھی۔

اس کی زبانِ حال جو دلیل دیتی، وہ یہ تھی کہ اگر میرے پاس زیادہ پیسے ہوئے تو میں کہیں سگریٹ نوشی یا اس طرح کی دیگر حرام چیزوں کی لت میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔

اس طرح وہ مجھ پر شک کرتا، مجھ پر اعتماد نہ کرتا اور سادہ لفظوں میں اپنی اس تربیت ہی میں شک کرتا تھا جس کے مطابق اس نے مجھے پروان چڑھایا تھا۔

یہاں میرے اور اس کے درمیان عداوت اور نفرت نے جنم لیا۔ مجھے مال حاصل کرنا تھا، خواہ جس قیمت اور جس طریقے سے ہو، تاکہ میں ثابت کر سکوں کہ میں اس کا دستِ نگر نہیں۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا: ''ابا جان! جس کا

آپ کو ڈر ہے، وہ ہو کر رہے گا۔"

لیکن مال کس طرح حاصل کروں؟ یہ بڑا اہم سوال تھا۔ میں نے چوری کے بارے میں سوچا، لیکن میری شکل وصورت اور جسمانی حالت ایک چور کے لیے قابلِ قبول نہیں تھی۔

میں نے سکول اور محلے کے برے لڑکوں میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا۔ میں اس سے پہلے ہر ایک کی آنکھ کا تارا تھا، ہر کوئی میرے دیدار اور صحبت کے لیے سب کچھ لٹانے کے لیے تیار رہتا تھا، کیوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال اور خوش شکلی کی عظیم نعمت سے وافر مقدار میں نوازا تھا، لیکن میں ان کو بالکل خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ میں کسی کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا، کیوں کہ میں اپنی عزت اور دین کو داؤ پر نہیں لگانا چاہتا تھا۔ میں ہر قیمت پر ان کی حفاظت کرنا چاہتا تھا۔

لیکن مجھے ان کے اصرار کے ساتھ ان کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے ان کی محفلوں میں آنا جانا شروع کر دیا، ان کی آؤ بھگت پر خوشی کا اظہار کیا، انھوں نے میری ہر مانگ پوری کی اور میں ان کے درمیان خوش رہنے لگا، پھر تمام پردے اٹھ گئے اور بے تکلفیاں بڑھ گئیں اور ایک نے یہ پیش کش کر دی کہ وہ ایک غیر معمولی رقم کے عوض میرے ساتھ بدفعلی کرنے کی تمنا رکھتا ہے۔

میں نے آغاز میں گریز دکھایا، لیکن آخر میں ہتھیار پھینک دیے۔ میں نے اس سے ایک غیر معمولی رقم لی، جو میرے جیسے نوجوان کے لیے بہت زیادہ تھی، اس کے بعد اس نے میرے ساتھ یہ کام تسلسل کے ساتھ کرنا شروع کر دیا، میں اس سے پہلے سگریٹ نوشی کا عادی ہو چکا تھا، اس کے بعد میں محلے کے تمام نوجوانوں میں مشہور ہو گیا اور پیسوں کے بدلے بہت ساروں کی پیاس

بجھانے لگا، پھر یہ کام پیسوں سے زیادہ میرے جسم کی ضرورت بن گیا، حتی کہ میں ہر اس شخص کے سامنے جھک جاتا جو میرے ساتھ بدفعلی کرنا چاہتا، اس کی مالی حالت جو بھی ہوتی سو ہوتی، اگر میں کہوں کہ میرے ساتھ بدفعلی کرنے والوں کی تعداد بیسیوں تک پہنچ چکی تھی تو اب یہ چھپانے کی بات نہیں رہی۔

لیکن حیرت ناک بات تو یہ ہے کہ میرے باپ نے میرے رویے میں کوئی تبدیلی محسوس نہ کی، حالاں کہ پورے محلے میں میری بدنام شہرت گردش کر رہی تھی۔ باپ اپنے بچوں کو مجھ سے ملنے سے روکتے تھے اور لوگ نفرت سے منہ سکیڑ لیتے تھے۔ میں سگریٹ نوشی کا پرانا عادی بن چکا ہوں اور ایک روح سے خالی ڈھانچہ ہوں، میرے سامنے ایک بہت بڑی پریشانی کھڑی ہے اور مجھے اس کا کوئی حل نظر نہیں آ رہا۔

باب 3

اسلام میں بچوں کی تربیت

اس باب میں درج ذیل فصلیں ہیں:

1 جنسی تربیت۔

2 ہمارے بچے اور مردانگی کا مفہوم۔

3 تمام اطراف سے تبدیلی۔

4 نوخیز عمری (Teen Age) اور اس کی پریشانیاں۔

فصل 1

کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح جنسی تربیت

اللہ تعالیٰ اپنی کتابِ کریم میں فرماتے ہیں:

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [النور: ٥٩]

''اور جب تم میں سے لڑکے (اور لڑکیاں) بلوغت کی حد کو پہنچ جائیں تو انھیں چاہیے کہ وہ بھی اسی طرح اجازت مانگیں جس طرح ان سے پہلے (ان کے بڑے) اجازت مانگتے رہے ہیں، اللہ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیات بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا جاننے والا، خوب حکمت والا ہے۔''

شریعتِ اسلامیہ نے بچوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے اصول وضع کیے ہیں۔ عمر کے مختلف مراحل میں برتاؤ کا انداز بھی مختلف ہوگا۔

ان قواعد کی رو سے بہن بھائی کو الگ الگ سلانے کا حکم ہے، بچے کے لیے اپنی ماں بہن اور اس طرح کے دیگر رشتے داروں کے پاس جانے کے اوقات متعین ہیں۔ دینِ اسلام بچے کو مکمل ادراک اور آگاہی کے ساتھ جنسی مبادیات کی تعلیم دینے سے قطعاً منع نہیں کرتا۔

ممکن ہے کسی صاحب کو ان الفاظ پر اعتراض ہو، لیکن میں کہوں گا کہ ہمارے ہاں ہر عمر کے بچے قرآن کریم پڑھتے ہیں، یاد کرتے ہیں، ترجمہ پڑھتے ہیں اور غور و فکر بھی کرتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب ان قرآنی آیات کی تلاوت کرتا ہے تو وہ اپنے استاد یا والد سے اس کی تفسیر بھی پوچھ لیتا ہے، اس طرح بچہ کامل انداز میں ان امور کے بارے میں جان لیتا ہے اور جیسے ہی بڑا ہوتا ہے، جنسی امور کا ادراک کر لیتا ہے، اس کی قطعاً ضرورت پیش نہیں آتی کہ اس کے سامنے تصویریں رکھی جائیں، اس کو کسی فحش چینل کے حوالے کر دیا جائے یا اس کو ننگی فلمیں دکھائی جائیں۔

البتہ ضروری ہے کہ ہم اپنی اولاد کو کتاب و سنت کے مطابق جنسی تعلیم دیں، لیکن اس گھٹیا اور افراط کے انداز میں نہیں، جس کی لبرل اور بے دین طبقہ اپنے گرے پڑے افکار کی روشنی میں دعوت دیتا ہے۔

ڈاکٹر مامون مبیض کا کہنا ہے:

"جنسی موضوعات پر گفتگو کرنا کوئی آسان کام نہیں، کیوں کہ اکثر لوگ شرمندگی یا حرج محسوس کرتے ہیں۔ گھر والے جنسی موضوعات کے سوا ہر موضوع پر اپنے بچوں کے ساتھ گفتگو کر سکتے ہیں۔"

بچے یا بچی کا اپنے آپ کو جاننا، اپنے جسم کے اعضا کو جاننا اور اپنے احساسات کو جاننا، جنسی نشو و نما کا ایک حصہ خیال کیا جاتا ہے۔

یہ جاننا اہم امور میں شمار ہوتا ہے، کیوں کہ بچے کی زندگی کے اس ابتدائی مرحلے میں غلطیوں کے منفی اثرات اس کی شخصیت اور مستقبل پر بڑے گہرے اور بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

ہمارے دینِ اسلام کی تعلیمات شتر بے مہار اباحیت اور جذبات کو غیر فطری انداز میں دبانے کی درمیانی راہ پر چلتی ہیں، کیوں کہ ان دونوں متضاد رویوں کے نقصانات اور اثرات ہیں۔

جنس کے متعلق جو کچھ کہا جاتا ہے، ضروری نہیں کہ وہ گندی اور سستی باتیں ہی ہوں، کیوں کہ اسلامی زندگی میں جنس ایک جبلت، بشری تقاضا اور انسانی صفت ہے، وہ ایک ایسی جبلت ہے جس پر اخلاقیات کا پہرہ ہوتا ہے، پھر معاشرتی پہلو بھی اس کو نمو پاتے اور ماحول کے ساتھ مطابقت پیدا کرتے وقت پیمایش اور حدود میں رکھتا ہے۔

بچے کو اس کی جسمانی نشوونما اور ارتقا کے بارے میں بے خبر رکھنا بالخصوص جب وہ بلوغت کے مرحلے تک پہنچ چکا ہو، اس کو غلط اور تشویش ناک معلومات کا شکار بنا سکتا ہے، جن کو ہو سکتا ہے وہ دوسرے سے سنے یا وہ خرافات اور توہمات پر مشتمل ہوں، یہی نہیں، بلکہ ایسا بچہ زیادتی کرنے والوں کا نشانہ بن سکتا ہے، لہٰذا باپ کا فرض بنتا ہے کہ وہ بچے کو اس کے جسم میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور جنسی نشوونما کو بطورِ انسان ایک فطری چیز ہونے کے اعتبار سے قبول کرنے میں مدد فراہم کرے۔ یہ اس کی زندگی کا ایک فطری حصہ ہے، جس کی روشنی میں اس کے اخلاقی، معاشرتی اور دینی رویے کی تشکیل ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس لذت کا منبع بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس انسان میں پیدا کی ہے، جس طرح حدیثِ نبوی ﷺ میں ذکر ہوا ہے:

((وفي بضع أحدكم صدقة))

''تم میں سے ہر ایک کی شرم گاہ میں بھی صدقہ ہے۔''

یعنی جب خاوند اپنی بیوی کے ساتھ مقاربت کرتا ہے اور نیت درست رکھتا ہے تو اس کو صدقے کا اجر ملتا ہے۔

بچے کی اس انداز میں تربیت کرنا غلط ہے کہ وہ اپنے تناسلی اعضا کے بارے میں یہ خیال رکھے کہ یہ کوئی گندی، قابلِ نفرت اور رذیل چیز ہے۔

بہتر تو یہ ہے کہ اس کو اپنے جسم اور نفس میں ہونے والی تبدیلی کو قبول کرنا سکھایا جائے، لیکن وقار، پاک دامنی اور دین اور اخلاق کی روشنی میں ضبطِ نفس کی تربیت بھی دی جائے۔

جب ہم اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں کہ جنسی تقاضا، احساسات اور جنسی نمو کے تمام مظاہر گندی اور غیر اخلاقی چیزیں ہیں تو اس کا جسم اس نشو ونما اور ارتقا سے رک نہیں جائے گا، اس کے جذبات اور احساسات چھپ نہیں سکیں گے، وہ یہ سیکھے گا کہ وہ ان کا اظہار نہیں کرے گا، ظاہر کرے گا کہ یہ احساسات اس میں وجود نہیں رکھتے، حالاں کہ یہ اس کی تفکیر، جذبات اور احساسات کا سب سے بڑا محور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے جنسی تقاضوں اور ظاہر داری کے درمیان ایک اندرونی کشمکش کی کیفیت میں داخل ہو جاتا ہے، ایک طرف یہ تقاضے اور دوسری طرف جنسی نمو اور جذبات و احساسات کا جھوٹا انکار۔

ایک انسان کی زندگی میں جنسی جذبہ اور تقاضا بڑا طاقت ور اور منہ زور ہوتا ہے۔ اگر اس کی درست سمت راہنمائی نہ کی جائے تو یہ اذیت بے قراری اور بے اطمینانی کا باعث بن جاتا ہے، اس لیے والدوں کے چاہیے کہ جب ان کے بچے اس عمر سے گزر رہے ہوں تو وہ جنس کے بارے میں ان خیالات اور احساسات کی کھوج لگانے کی کوشش کریں، تا کہ ان کی درست سمت پر راہنمائی

کریں اور وہ بے راہ روی سے بچ جائیں، اگر بچے جنس کے بارے میں یہی نظریہ رکھتے رہے کہ وہ ایک بری عیب ناک اور قبیح چیز ہے تو بلاشبہ غیر محسوس انداز میں یہی اندازِ فکر وہ اپنی اولاد میں منتقل کر دیں گے، کیوں کہ والدوں کا نقطہ نظر وہی کچھ پیش کرے گا جو انھوں نے اپنے بچپن میں سیکھا اور جن تجربات کو انھوں نے اپنی زندگی اور دوسروں کے تجربات سے حاصل کیا۔

متمدن معاشرہ اپنے بیٹوں کو وہ اخلاقی قواعد وضوابط سکھاتا ہے، جو جنسی تقاضوں کو ضبط کے دائرے میں لاتے ہیں اور اندازِ اظہار سکھاتے ہیں۔

اس میں دینی اور ثقافتی معاشرے کی قدریں شامل ہیں، وہ بچہ جو اپنے جسم، زندگی اور احساسات کے بارے میں صحیح معلومات کے ساتھ دینی اور اخلاقی ضوابط سیکھتا ہے، یہ تعلیم اس کے لیے اپنے باپ کے ساتھ صریح انداز میں گفتگو کرنے کے لیے سازکار فضا مہیا کرتی ہے اور وہ بچہ جس کو ان امور کے بارے میں گفتگو کرنے اور ان کے متعلق سوچنے سے منع کر دیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کا دماغ قصے کہانیوں اور خرافات سے بھر جاتا ہے، ان دونوں میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے، ان دو بچوں کے درمیان بھی بہت زیادہ فرق ہوتا ہے، جن میں سے ایک کو مکمل سمجھ اور ادراک کے ساتھ اخلاقی ضوابط کی پاس داری پر اکسایا جاتا ہے اور دوسرا وہ جو سمجھ یا جنسی تربیت کے بارے میں کوئی سوچ نہیں رکھتا، لیکن اخلاقیات کی پاس داری کرتا ہے۔

جنسی احساسات جن کو انسان سوچتا اور محسوس کرتا ہے، وہ بذاتِ خود کوئی شرم سار یا قبیح کام نہیں، بلکہ اس کے عکس وہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

اس نے لوگوں کو اس فطرت پر پیدا کیا اور اس کو ان کی جبلت بنا دیا،

تا کہ اس زمین پر مخلوق کا وجود باقی رہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

[البقرۃ: ۳۰]

"اور (یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا: کیا تو زمین میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا؟ اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ نے کہا: بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

لیکن یہ سوال ضرور پیش کیا جاتا ہے کہ ہم اس جنسی تقاضے کے ساتھ کیا کریں، ہم پیچیدہ معاشروں کے باسی ہیں، جو جنسی امور کے ساتھ بڑا سخت اور حرج پر مبنی رویہ اپناتے ہیں۔ اباحیت پسند معاشرے جو جنس کو ہر معاملے میں داخل کرتے ہیں، حتی کہ اشتہار بازی اور کمرشل ایڈورٹائزمنٹ میں بھی اس کا سہارا لیتے ہیں، وہ جنسی ہیجان کی لگام چھوڑ دیتے ہیں، لوگ جس طرح چاہیں بلا روک ٹوک اپنے جذبات کی تسکین کرتے ہیں۔

اسی طرح وہ معاشرے جو کھلے انداز میں جذبات کو دبانے اور کچلنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ معاشرتی، نفسیاتی اور جنسی پریشانیوں کے بارے میں بحث مباحثہ کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتے، ان کو پریشانیاں بھی بہت زیادہ ہیں، کیوں کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس موضوع کو اندھیرے ہی میں رکھیں اور جو گفتگو کرتے ہیں، وہ صرف انھی تک محدود رہنی چاہیے، یہ دونوں صورتیں

معاشرے کو اس موضوع کے بارے میں بنیادی نظریے سے بھی محروم رکھتی ہیں جو یہ ہے کہ جنس انسانی زندگی کا محض ایک پہلو ہے، اس کا بجلی کی طرح اپنا دائرہ کار، نظام اور ضوابط ہیں، اگر اس کو نظام اور ضوابط کے تابع نہ کیا جائے تو وہ ہلاکت اور تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾

[الأنعام: ٣٠]

''اور اگر آپ انھیں اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے تو وہ فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں! (یہ حق ہے) ہمارے رب کی قسم! تو اللہ فرمائے گا: پھر تم عذاب (کا مزہ) چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔''

جنس ایک تقاضا ہے جو مرد اور عورت کو شادی کے محبت اور مودت بھرے رشتے میں باندھ دیتا ہے، یہ رشتہ اور تعلق اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نشانی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الروم: ٢١]

''اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی، بلاشبہ

اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔''

کچھ لوگ جنس یا جنسی لذت ہی کو زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں، جب کہ اس کے برعکس کچھ کا خیال ہے کہ انسان کو پہنچنے والی ہر مصیبت اور پریشانی کی یہی جڑ ہے، اس لیے یہ کوئی حیرت ناک بات نہیں کہ معاشرے جنس کے بارے میں متضاد رویوں کے شکار ہیں، جنس کو سب کچھ سمجھ کر اس کو موقع پرستی، انانیت اور ظلم زیادتی کا وسیلہ بنانے والوں اور جنس کو ایک شرم ناک اور گندی چیز خیال کرنے والوں کے درمیان ایک مستقل کشمکش جاری ہے۔

یہ ایک فطری بات ہے کہ بچہ جنس کے موضوع کو معمولی انداز میں لیتا ہے، وہ ان الجھنوں اور پیچیدگیوں میں نہیں پڑتا جو بڑوں کی دنیا میں ہوتی ہیں، بچے میں چونکہ ہر چیز کو جاننے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی رغبت ہوتی ہے، چنانچہ وہ اپنے جسم پر توجہ دینا شروع کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنس کے ساتھ دل چسپی ناگہانی انداز میں شروع نہیں ہوتی، بلکہ درجہ بہ درجہ اور سست روی کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔

اچھا آغاز اس طرح ہوگا کہ بچہ جوں ہی جنس اور اعضائے تناسلی کے بارے میں کوئی سوال کرنے لگے تو والدین بچے کو اس کے سوالات کے علمی انداز میں اور حکمت بھرے اسلوب میں جواب دیں۔ بچہ جیسے جیسے بڑا ہوگا یہ بہت شروع عمر کی تربیت اس کے کام آئیں گی۔

باپ کے لیے بچے کو محض 3 یا 4 سال کی عمر میں بڑے سادہ انداز میں سمجھا دینا 13 سال کی عمر میں اس کو سمجھانے سے بہت زیادہ آسان ہوگا، لہٰذا باپ کو چاہیے کہ وہ بچے کی بڑھتی ہوئی عمر کے اعتبار سے اس کو صحیح معلومات دینا

شروع کر دے اور یہ معلومات قبول کرنے پر اس کی مدد بھی کرے۔

ڈاکٹر عبداللہ ناصح علون کا کہنا ہے:

اسلام کا نظریہ جنس انسانی فطرت کے ادراک پر بنیاد رکھتا ہے، اس کا مقصد انسان کے شوق اور میلان کی تسکین اور حاجت برآوری ہے، تاکہ معاشرے کا کوئی فرد بھی اپنی فطرت کی حدود سے تجاوز کر کے انسانی جبلت سے ٹکرانے والے کسی منحرف راستے کا مسافر نہ بن جائے، بلکہ اس درست اور سلیم الفطرت منہج کے تقاضے پر گامزن رہے جو اس کے لیے اسلام نے متعین کیا ہے اور وہ شادی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے بقول:

جنسی تربیت سے مقصود بچے کو اسی وقت سے صاف اور صریح انداز میں تعلیم اور آگاہی دینا ہے جب وہ جنس کے متعلق مسائل انسانی جبلت کے تقاضوں اور شادی سے تعلق رکھنے والے امور کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، تاکہ بچہ جب جوان ہو تو زندگی کے معاملات سمجھتا ہو، حلال و حرام سے واقفیت رکھتا ہو، اسلامی کردار اس کی پختہ عادت بن چکا ہو اور کسی شہوت کا اسیر اور کسی غیر اخلاقی جھنجھٹ کا شکار نہ ہو جائے۔

اسلام زندگی گزارنے کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے، جس میں کوئی پہلو ادھورا اور تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ٥٦]

''اور میں نے جن اور انسان اسی لیے تو پیدا کیے ہیں کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔''

جنسی نمو بھی ان نشو ونما پانے والے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے، جن سے بچے اپنے بچپن سے لے کر بالغ ہونے تک کے عرصے میں گزرتے ہیں۔ یہ بچے کا اپنی ذات اور اپنے جسم کے بارے میں معرفت حاصل کرنے کا ایک حصہ ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو بچے کی شخصیت اور مستقبل پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ ان تمام وجوہ کی بنا پر اسلام جنس کو سنجیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ایسا موضوع سمجھتا ہے جس کے بارے میں قرآنی آیات نازل ہوں اور رسولِ کریم ﷺ اپنی احادیث میں اس کے متعلق راہنمائی فرمائیں۔

نسلِ انسانی کی حفاظت اسلامی شریعت کے پانچ بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے، یہ ایک ایسی جبلت ہے جس کو اخلاق اور معاشرہ ضابطوں میں مقید کرتے ہیں اور اس پر پہرہ لگاتے ہیں، اس لیے اسلام اس پر شادی، خاندان اور انسانی تعلقات کے ضمن میں گفتگو کرتا ہے، لیکن اسلام ہمیشہ جنس کے موضوع پر اس انداز میں گفتگو کرتا ہے کہ یہ انسانی زندگی کا ایک اہم موضوع ہے، بالخصوص جس کا اس کے ازدواجی تعلق کے ساتھ ربط ہے۔

اسلام جنس کے بارے میں یہ ضابطہ بیان کرتا ہے کہ یہ انسان کی زندگی اور انسانیت کی ثابت شدہ قدروں اور مبادیات پر قائم ہے، یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو لوگوں کے مزاجوں اور خواہشات کے مطابق قابلِ تبدیل ہو۔ اسلام انسان کے متعلق یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ وہی اپنی خواہشات اور رغبتوں کا حاکم ہے، کوئی دوسرا نہیں، جس طرح بعض قدیم معاشرے یا معاصر معاشرے ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسلام اباحیت اور جذبات کو بالکل کچل دینے کی درمیانی راہ پیش کرتا ہے۔

اسی لیے ہمارے دین نے والدین کی ذمے داری لگائی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ہر پہلو سے تیار کریں، انھی پہلوؤں میں جنسی زندگی بھی داخل ہے۔ یہ حکم دونوں جنسوں، یعنی مذکر ومونث کے لیے ہے، اسی بنا پر بعض علمائے کرام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین، تربیت کرنے والوں، اساتذہ اور مصلحین پر سب سے بڑی یہ ذمے داری عائد کی ہے کہ وہ بچے کو تمیز کی عمر ہی سے اس کے جبلی رجحان اور جنسی پختگی کے متعلق شرعی احکام سکھائیں، اس تعلیم میں مذکر ومونث دونوں شامل ہیں، کیوں کہ وہ شریعت کے مکلّف اور اللہ تعالیٰ اپنے اساتذہ اور معاشرے کے سامنے اپنے اعمال کے جواب دہ ہیں۔

مسلمانوں نے شروع ہی سے جنسی تربیت کے متعلق بہت ساری کتابیں تالیف کی ہیں، اگرچہ انھوں نے جنسی تربیت کی اصطلاح استعمال نہیں کی، کیوں کہ نسبتاً نئی اصطلاح ہے۔ مجھے اپنی تحقیق کے دوران میں بعض ایسے قدیم مخطوطے ملے ہیں، جو اس موضوع کے گرد گھومتے ہیں، لیکن وہ زیادہ جامع مناسب اور عام ناموں کے تحت ہیں۔

جنسی تربیت:

قرآن اسلام اور انسانیت کی ایک زندہ جاوید کتاب ہے۔ زندگی کی کتاب کے اعتبار سے یہ انسان کی زندگی اور معاشرے کے مختلف پہلوؤں کو موضوعِ بحث بناتی ہے، انھی پہلوؤں میں جنسی پہلو بھی داخل ہے۔ یہاں ہم چند قرآنی آیات پیش کریں گے جن میں بہت ایسے اشارے ملتے ہیں، جن کا جنسی زندگی کے ساتھ یا مرد وعورت اور میاں بیوی کے تعلق کے ساتھ نزدیک یا دور کا تعلق ہے۔ شاید قرآنی آیات میں ان مختلف معانی کا تداخل انسانی زندگی

کے مزاج اور اس کے مختلف نفسیاتی اور معاشرتی پہلوؤں کے ایک دوسرے میں اثر و نفوذ اور تداخل کی ترجمانی کرتا ہے۔

بچوں کی اخلاقی اور ادبی تربیت کے لیے ان تمام معانی سے استفادہ کرنا ممکن ہے۔ یہاں جو آیات دی جا رہی ہیں ان کے علاوہ بھی قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں ایسی بہت ساری آیات ہیں جو جنسی زندگی کے بعض پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں، ان کی طرف بھی رجوع کیا جا سکتا ہے، مثال کے طور پر دیکھیے: سورت نور، یوسف، فرقان، مریم، القصص، طلاق، اور تحریم وغیرہ میں وہ آیات جن کا انسان کی زندگی اور جنسی اور معاشرتی زندگی کے ساتھ تعلق ہو۔

1 ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [النساء: ١]

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر کے ان دونوں سے مرد اور عورتیں کثرت سے پھیلا دیے اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو اور رشتے توڑنے سے ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔“

2 ﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ﴾ [النساء: ٣]

”اور اگر تمھیں ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کی بجائے ان عورتوں میں سے جو تمھیں اچھی لگیں،

دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو۔"

3 ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِّنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [النور: ٥٨]

"اے ایمان والو! جن (غلاموں اور لونڈیوں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں اور (ان لڑکوں اور لڑکیوں کو) جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، (انھیں) چاہیے کہ تم سے تین بار اجازت مانگیں (پھر گھر میں داخل ہوں)، نمازِ فجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتارتے ہو اور نماز عشا کے بعد، یہ تین وقت تمھارے لیے پردے (کے) ہیں، ان (اوقات) کے بعد (بلا اجازت آنے سے) نہ تم پر اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے، تم ایک دوسرے کے پاس بکثرت آیا جایا ہی کرتے ہو۔"

جنسی تربیت کی اہمیت:

یہ بات تحقیق سے ثابت ہوئی ہے کہ 13 سے لے کر 15 سال کی عمر کے اکثر لڑکے جنس، منشیات اور تشدد کے بارے میں اپنے سوالات کے لیے دوستوں، ٹیلی ویژن اور فلموں کا رخ کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر ہم اپنی اولاد کو وہ معلومات نہیں دیں گے جن کی ان کو ضرورت ہے تو وہ دوسروں سے حاصل کر لیں گے۔ اگر ہم بچوں کو مناسب انداز میں صحیح معلومات نہ دیں

تو اس سے جو خطرات جنم لے سکتے ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ مثال کے طور پر کوئی شخص ان کی اپنی زندگی کے اس اہم پہلو کے بارے میں جاننے کی خواہش سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ایک باپ کا کہنا ہے:

اگر ہمارے بچے ہم سے جنس کے متعلق معلومات حاصل نہیں کریں گے تو وہ بہت سارے مصادر سے حاصل کر لیں گے، جو غلط، خراب یا انحراف پر مشتمل ہو سکتے ہیں۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی مفید ہو گا کہ بچے بعض مغربی معاشروں میں سالانہ 9000 ایسے مناظر دیکھتے ہیں جن کا جنس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، چاہے یہ ٹیلی ویژن پر دیکھیں یا مختلف رسالوں میں۔

بچوں کو جنسی تربیت کی کیوں ضرورت ہوتی ہے؟

بچوں کو درج ذیل امور کی وجہ سے جنسی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے:

1. زندگی میں ذمے داری کا بوجھ اٹھانے کے لیے۔
2. اپنی نشوونما کے مختلف پہلوؤں میں سے ایک اہم پہلو کو جاننے کے لیے۔
3. زندگی میں درست فیصلے کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے کے لیے۔
4. اپنے جذبات اور احساسات کے ساتھ رچ بس جانے کی صلاحیت بڑھانے کے لیے۔
5. دوستوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ گھل مل جانے کی صلاحیت حاصل کرنے کے لیے۔
6. جنسی جبلت کو کسی منفی یا عیب ناک رو میں بہنے سے روکنے کے لیے۔

7. جنسی جبلت کے متعلق نفسیاتی پریشانیوں سے بچنے کے لیے۔
8. جنسی رسوائی سے بچنے اور غیرت پیدا کرنے کے لیے۔
9. دوسروں کو رسوا کرنے یا زیادتی کا نشانہ بنانے سے بچانے کے لیے۔
10. مستقبل میں اپنی بیویوں کے ساتھ محبت بھرے تعلقات استوار کرنے کی غرض سے حالات سازگار بنانے کے لیے۔

جنسی تربیت کے اہداف و مقاصد:

1. بچے کو اپنے نفس اور جسم کو قبول کرنے کے قابل بنانا کہ اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ناپسندیدہ یا عیب ناک ہو۔
2. بچے کو سمجھانا کہ جنسی جبلت اللہ تعالیٰ کی نعمت اور ایک اہم ذمے داری ہے۔
3. فرد کی جنسی شناخت مرد اور عورت ہونے کے اعتبار سے۔
4. جنسی جبلت دینی اور اخلاقی ضوابط کی پابند بنائی جا سکتی ہے۔
5. عفت و عصمت پاک دامنی اور ادب سے آراستہ ہونا۔

جب بچہ سوال کرنے لگتا ہے تو اس کی معلومات حاصل کرنے کی اس خواہش سے فائدہ اٹھا کر اس کی عمر کے مطابق اس کو تعلیم دینی چاہیے، زندگی اور معاشرے میں رونما ہونے والے طبعی واقعات اور خبروں سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مثال کے طور پر کسی کی ولادت ہوئی ہو یا کوئی اس طرح کا موقع پیدا ہو تو اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔

عموماً چھوٹی عمر کے بچوں کے ساتھ گفتگو کرنا آسان ہوتا ہے، اس لیے اگر والدین بچپن ہی میں بچے کو ایسی گفتگو کرنے اور سننے کا عادی بنا لیں تو جب وہ بڑا ہو جائے تب ان کو یہ امور سمجھانے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہو گی، اس

تعلیم کا مرحلہ 10 سے لے کر 12 سال تک کی عمر ہے۔

سائنسی، حیاتیاتی اور عضوی حقائق کو اخلاقی اور دینی اقدار کے ساتھ ملا کر پیش کرنا چاہیے، تاہم احترام کے دائرے میں رہ کر ہلکے پھلکے اور پرمزاح انداز میں بات سمجھانی چاہیے، بہت زیادہ سختی، ترش روئی یا حد سے زیادہ سنجیدگی پر مبنی انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

بچے کی غلطیوں کو بھی مثبت انداز میں اس کو تعلیم دینے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، غلطیوں کو صرف سرزنش کرنے کا موقع ہی نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ غلطیاں بچے کو تعلیم دینے اور تفصیلی طور پر سمجھانے کے لیے بڑا بنیادی موقع خیال کی جاتی ہیں۔

آپ کے جسم کی حرکات اور آواز کا اتار چڑھاؤ آپ کی باتوں کے ہم آہنگ ہونا چاہیے، اپنے بچے کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کریں جو اعتماد اور صاف گوئی پر مشتمل ہو۔ اپنے بچے کی پرائیویسی کا اسی طرح احترام کریں جس طرح آپ اپنی پرائیویسی اور راز داری کا احترام چاہتے ہیں، اپنی اولاد کی جاسوسی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحجرات: ١٢]

''اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور تم ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو اور نہ تم میں سے کوئی

دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ تو (ظاہر ہے کہ) تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

تعلیمی اور طبعی مواقع سے فائدہ اٹھائیں۔ مثال کے طور پر جب آپ کسی میڈیکل سٹور پر جائیں، کوئی ٹیلی ویژن پر ایسا پروگرام چل رہا ہو، کسی رشتے دار کے ہاں کسی بچے کی پیدائش ہوئی ہو، بچے کو درست اور مختصر جوابات دیں، طوالت کی ضرورت نہیں۔ جب کوئی ایسا سوال کرے جس کا آپ کو جواب نہیں آتا تو غلط معلومات دینے کے بجائے صاف انداز میں لاعلمی کا اعتراف کریں، بچے جس طرح سوال کرتے ہیں، ان کو ان کی تفسیر یا تجزیے کے بغیر قبول کریں، تا کہ آپ سوالات کے پس منظر کو جان سکیں، ممکن ہے کہ سوال کے دوران ہی میں آپ کے ذہن میں کوئی بات آجائے کہ آپ بچے کی راہنمائی کر سکیں۔

اپنے نظریات، اخلاقی قدروں اور ابتدائی اصول میں واضح اور دوٹوک پالیسی اختیار کریں، اس دنیا کو سمجھیں جس میں آپ کا بچہ زندگی گزار رہا ہے، نیز ان مختلف قسم کے دباؤ کی اقسام بھی جاننے کی کوشش کر جن سے بچہ دوچار ہے۔

یہ مت بھولیں کہ آپ اس موضوع پر جتنی مرضی تاخیر سے لب کشائی کریں، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہو گا، بس گفتگو اور مکالمے کا دروازہ کھلنا چاہیے، بچے ہمیشہ ان معلومات کو خوش دلی سے قبول کرتے ہیں جو ان کے والدین کی ان کے لیے فکرمندی کو آشکار کرتی ہیں اور ان کو ان کے ساتھ مسلسل رابطے کا احساس دلاتی ہیں۔

بچوں کے ساتھ مکالمہ:

اپنے بیٹے یا بیٹی کی بات توجہ سے سنیں، روزانہ کتنے ایسے مواقع آتے ہیں کہ بچے والدین کو کچھ کہنا چاہتے ہیں، لیکن وہ ان مواقع کو ضائع کر دیتے ہیں۔

ہر انسان پیدائشی طور پر اچھا سننے والا نہیں ہوتا، لیکن اس کو سیکھا ضرور جا سکتا ہے، جب آپ محسوس کریں کہ آپ کا بچہ آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے تو اس پر دھیان دیں، جو آپ کر رہے ہیں اس کو چھوڑ دیں اور اپنی تمام تر توجہات اس کو دیں، اس کے ساتھ اپنے آمنے سامنے بیٹھیں، اس کے احساسات اور جذبات کے ساتھ ہم آہنگی کا اظہار کریں۔ اپنے بچے کے ان جذبات کو نام دینے میں مدد کریں جن کے بارے میں وہ شاید نہ جانتا ہو (مثلاً آپ محسوس کریں تو کہہ سکتے ہیں: لگتا ہے تم کو اس فلاں دوست کے رویے سے ناگواری محسوس ہوتی ہے) آپ کا اس کے جذبات کے ساتھ شفقت بھرا ردِ عمل دکھانا اس کو امن کا احساس دلائے گا اور یہ احساس دلائے گا کہ آپ اس کو سمجھتے ہیں۔ یہ آپ دونوں کے درمیان اعتماد کو پیدا کرے گا اور جیسے ہی وہ پریشان ہو گا، یہ رویہ اس کو آپ کے ساتھ گفتگو کرنے اور سب کچھ بیان کرنے کا حوصلہ دے گا۔

ممکن ہے کہ آپ اپنے بچے کے احساسات کو سمجھ نہ پائیں، لیکن آپ کو پریشانی کے وجود کا ادراک کرنا ہو گا۔ اپنے بچے کے احساسات باہر نکالنے کی کوشش کریں اس پر اپنے مخصوص احساسات داخل کرنے کی کوشش نہ کریں، اپنے بچے کے الفاظ دہرائیں، تاکہ اس کو اطمینان ہو کہ آپ اس کو سمجھ رہے ہیں۔ اس سے کھلے سوال کریں، مثلاً: تمھاری ان معاملات میں کیا رائے ہے؟ تاکہ آپ اس کو گفتگو پر اکسائیں، اپنا منہ بند کر کے اپنے مکمل حواس کے ساتھ

اس کی بات سنیں، مگر کبھی سر ضرور ہلائیں۔

گفتگو میں دلچسپی پیدا کرنے والی عبارتیں:

اس کے بعد کیا ہوا؟ کیا آپ مجھے مزید بتائیں گے؟

بچے کو اپنے مخصوص الفاظ اور عبارتوں میں اپنی پریشانیاں بیان کرنے دیں، بات کا موضوع اس وقت تک تبدیل نہ کریں جب تک اس پر اتفاق نہ ہو جائے۔ جب آپ کا بچہ آپ کے ساتھ اپنے احساسات اور خیالات کا تبادلہ کر رہا ہو تو اپنے سکون کو برقرار رکھیں، اس کے کسی نقطہ نظر پر اپنا کوئی فیصلہ مسلط کرنے میں جلدی نہ کریں، بلکہ اس کے سامنے متعدد امکانات پیش کریں اور اس کو خود کوئی امکان یا احتمال منتخب کرنے دیں، صرف وہی حل پیش نہ کریں جو آپ کی رائے میں مناسب ہے۔

اس کو محسوس کروائیں کہ جو آخری حل ہے وہ اسی کا اختیار ہے، اس کو مستقبل کی زندگی کے لیے تیار کریں، ہمیشہ اس کو امید اور نیک شگونی کا سبق سکھائیں، اس کی راز داری اور ان باتوں کی حفاظت کریں جو اس نے آپ کے سپرد کی ہیں، لیکن اگر یہ کسی کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا ہو تو پھر علاحدہ بات ہے اور ہمیشہ توجہ کے ساتھ ساتھ اس کے مسائل سنیں۔

جنسی تربیت کے عمر کے اعتبار سے مراحل:

درج ذیل عمر کے اعتبار سے مراحل کے لحاظ سے بچے کی نشوونما کی تقسیم کی جا سکتی ہے، کیوں کہ ہر مرحلے کے جنسی تربیت کی حیثیت سے کچھ اپنے تقاضے ہیں:

ولادت سے لے کر 2 سال تک۔

2 سے 5 سال تک۔

5 سے 7 سال تک۔

7 سے 9 سال تک۔

9 سے 13 سال تک۔

13 سے 18 سال تک۔

ولادت سے لے کر 2 سال کی عمر تک:

اس ابتدائی عمر میں بھی بچے کو بہت ساری ایسی باتیں سکھائی جا سکتی ہیں، جن کا درج ذیل مراحل میں جنسی نشوونما کے ساتھ تعلق ہو گا۔ وہ امور درج ذیل ہیں:

- بچوں کو اٹھانے اور ان کے ساتھ پیار کرنے کا طریقہ۔
- ان کو غذا دینے ان کی صفائی کرنے اور ان کو دھونے کا طریقہ۔
- ان کے ساتھ برتاؤ کرتے اور گفتگو کرتے وقت ان کو خوش کرنے اور چپ کروانے کے لیے نکالی جانے والی آوازوں کا انداز۔
- یہ فطری امر ہے کہ شیر خوار بچہ اپنے جسم کو محسوس کرتا ہے اور ایک حد تک لذت کا انکشاف بھی کرتا ہے۔ ہم اگر اس کو ڈانٹتے ہیں، اس کے سامنے چیختے ہیں، اس کو تھپڑ رسید کرتے ہیں یا غصے کا اظہار کرتے ہیں تو ان تمام افعال کا ردعمل اس پر ظاہر ہوتا ہے، اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو وہ یہ سب مسلسل محسوس کرے گا، لیکن اس کے دل میں عموماً اعتماد اور گناہ کے احساس کی گرہ بیٹھ جائے گی۔
- پاخانہ یا پیشاب کرنا یہ ایک طبعی اور صحت مندانہ علامت ہے، لیکن صفائی کا بھرپور خیال رکھا جائے، اس میں کوئی عیب ناک بات نہیں۔

- ان کو اپنے جسموں کے بارے میں جانتے وقت اچھا احساس پیدا کرنے میں مدد کرنا۔
- ان کی اپنے احساسات کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت اچھا احساس پیدا کرنے میں مدد کرنا۔
- ان کے ساتھ محبت، مسکراہٹ، اہتمام اور شفقت کی فضا میں برتاؤ کرنا۔

2 سال سے 5 سال کی عمر تک:

- بچے کو اعضائے تناسلیہ سمیت اس کے جسم کے تمام اعضا کا نام سکھانا۔
- وہ اپنے جسم کے بارے میں گفتگو کرنے کی صلاحیت پیدا کرے، لیکن اس کو اس وقت قطعاً ایسے الفاظ سے یاد نہ کیا جائے کہ وہ کتنا بے شرم یا بے حیا ہے جو ایسی باتوں کے بارے میں گفتگو کرتا ہے۔
- اس کو ادراک ہونا چاہیے کہ دو جنسیں ہیں، ایک کو مذکر (نر) کہا جاتا ہے اور دوسرے کو مونث (مادہ)، اور دونوں کے جسمانی اعضا ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔
- اس کو سکھایا جائے کہ اس کا جسم اس کی ملکیت ہے اس لیے وہ ہر اس شخص کے ہاتھ اور چھونے کو جھٹک سکتا ہے جو اس کے لیے ناگواری کا باعث بنتا ہو۔
- عورت جب مرد کے ساتھ شادی کرتی ہے تو وہ بچے پیدا کرتی ہے، پیٹ میں جو بچہ ہوتا ہے اور جب بچہ جنم لیتا ہے تو یہ شادی کا پھل اور نتیجہ ہے۔ یہ بات بچے کو بتائی جا سکتی ہے، نیز وہ اس قابل ہو جائے کہ جس پر اعتماد کرتا ہو اس سے جنس کے بارے میں سوال کر سکتا ہو۔
- اس کو ستر اور طہارت کے مفہوم کی سمجھ ہو۔

- جنس کے متعلقہ امور کے بارے میں گفتگو گھر میں کسی مخصوص ماحول کے تابع ہو کر کی جائے اور وہ اس سلسلے میں کسی اجنبی سے گفتگو نہ کرے۔
- یہ بھی فطری امر ہے کہ بچے اپنے والدین یا دوسرے لوگوں کے جسم کے بارے میں جاننے کی کوشش کرے۔ چنانچہ گھر والوں کو چاہیے کہ وہ مناسب ضوابط مقرر کریں، صرف مار کارگر ثابت نہیں ہوتی۔
- بعض بچے دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر بہت سارے کھیل کھیلتے ہیں۔ (جیسے ڈاکٹر اور مریض کا کھیل) اس کھیل سے منع کرنا ممکن ہے، لیکن کسی ایسے طبعی رویے کے لیے جس کا بچوں سے صادر ہونا ممکن ہو، صرف سزا کافی نہیں۔
- اس عمر میں بچے یہ جاننے کی رغبت رکھتے ہیں کہ اولاد کس طرح اور کہاں سے آتی ہے، یہاں جماع کے عمل کی تفصیل وشرح کی ضرورت نہیں، اتنا بتا دینا ہی کافی ہے کہ بچے ماں کے پیٹ کے ایک مخصوص حصے میں بڑے ہوتے ہیں، پھر وقت اور عمر کے ساتھ نئی معلومات کا اضافہ بھی ممکن ہے۔
- یہ بھی طبعی امر ہے کہ 4 سال کی عمر میں بچہ والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ زیادہ لگاؤ رکھنے لگتا ہے، اس سے قطع نظر کہ اس کی جنس کیا ہے؟ یہ رویہ کسی جنسی رجحان کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔
- بچہ بعض اوقات باپ کی چارپائی پر لیٹنے کی تمنا رکھتا ہے، اس میں اگرچہ کوئی مضائقہ نہیں، لیکن بچے کو اس کا عادی نہیں بنانا چاہیے۔

بچے کہاں سے آتے ہیں؟

بچے یہ سوال اکثر کرتے ہیں، اس کا جواب بچے کی عمر کے مطابق مختلف

سطحوں پر دیا جا سکتا ہے اور عمر کے ساتھ کچھ تفصیل میں بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ 2 سال سے لے کر 5 سال تک کی عمر کے بچے کو درج ذیل انداز میں جواب دیا جا سکتا ہے:

- اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمارے پاس بھیجا ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماں کے بیضے اور باپ کے نطفے سے ماں کے پیٹ میں پیدا کیا۔
- ماں کے رحم سے جب نطفہ بیضے سے ٹکراتا ہے تو حمل کاری کا عمل رونما ہوتا ہے۔
- حمل کے 9 ماہ بعد بچہ ماں کے پیٹ کے نیچے ایک سوراخ کے ذریعے جنم لیتا ہے۔
- جب میاں بیوی ایک ساتھ سوتے ہیں تو باپ کا نطفہ ماں کے بیضے کے ساتھ مل جاتا ہے۔

5 سال سے لے کر 7 سال تک کی عمر:

- اس مرحلے میں بچے کا والدین کے ساتھ تعلق میں کمی واقع ہونا ایک طبعی بات ہے، وہ مرد یا عورت ہونے کے اعتبار سے اپنی جنس کی نوعیت کا ادراک کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس لیے اگر وہ کہے کہ وہ جنس مخالف کے بچوں کو پسند نہیں کرتا تو یہ بھی ایک طبعی امر ہے۔ بچے کے ان احساسات کی بنا پر اس کو مذاق کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے نہ اس کو ان احساسات کے متعلق بھڑکانا ہی چاہیے۔
- ہوسکتا ہے وہ طبعاً شرمیلا ہو، اس لیے سوال نہ کرے، اس کا مطلب بالکل

نہیں کہ اس کے پاس سوالات نہیں ہوتے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے بچے کے اغوا اور ان پر زیادتی کے بارے میں کچھ سنا ہو، اس لیے خاموش رہتا ہو۔

- وہ اگرچہ براہ راست کچھ نہ بھی پوچھے، پھر بھی اس کے ساتھ بات چیت جاری رکھیں، بچے کے ذہن میں خاندان کے افراد کے بارے میں بہت سارے خیالات اور جنسی افکار ہوتے ہیں، اس لیے اس کو اطمینان دلائیں کہ کسی چیز کا خیالات اور خوابوں میں ہونا ضروری نہیں، جو اس کو حقیقت کی دنیا میں وقوع پذیر کر دے۔
- جب بچہ اپنے اعضائے جسم کے ساتھ کھیلتا ہوا نظر آئے تو اس کو آرام سے سمجھا دیں کہ ایسا کرنا درست نہیں۔

7 سال سے 9 سال تک کی عمر:

- اس عمر میں بچہ حیوانات اور نباتات میں پیدائش اور افزائشِ نسل کے عمل کا مطالعہ شروع کر دے۔
- دونوں جنسوں کو اپنے تناسلی اعضا کے بارے میں معلومات ہوں اور وہ اپنی خصوصی صفائی کا اہتمام کرنا شروع کر دیں۔
- ان کو علم ہونا چاہیے کہ تمام مخلوقات کی نسل کی افزائش ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ﴾ [الأنعام: ٣٨]

”اور زمین پر چلنے والا کوئی جانور اور اپنے دونوں پروں سے اڑنے

والا کوئی پرندہ ایسا نہیں جو تمھاری طرح (الگ) امت نہ ہو، ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی (جس کا ذکر نہ کیا ہو)، پھر وہ سب اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔"

- پیدائش اور بڑھاپے میں زندگی کے چکر کی پہچان۔
- اعضائے جسم کے بارے میں گفتگو کرتے وقت قابلِ قبول اور غیر مقبول الفاظ کی پہچان۔
- مرد اور عورت کے درمیان ازدواجی تعلق کی مقبول اور جائز صورت کی سمجھ۔
- خاندان کے افراد، زندگی میں ان کے مرتبے اور ہر ایک کے کردار اور ذمے داری کے بارے میں آگاہی۔
- صحت، مرض کے مفہوم، طبعی اہتمام کے کردار اور فوائد کا اِدراک۔
- تناسلی امراض جیسے ایڈز وغیرہ کے بارے میں بنیادی آگاہی۔

ابتدائی نوخیزی (9 سے 13) سال:

- جنسی تعلق کو زندگی کا ایک فطری حصہ سمجھنا، جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔
- جنسی نمو کے احساسات ہر انسان کی پیدائش میں فطری ہیں۔
- میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلق بچے پیدا کرنے کا طریقہ ہے اور اس میں ان دونوں کے لیے لذت بھی ہے۔
- جنسی تعلق ایک طرف نعمت ہے تو دوسری طرف ذمے داری۔

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے: "تمھاری شرم گاہوں میں بھی صدقہ ہے۔"

- جنسی تعلق کا فطری نتیجہ حمل ہونا اور بچے کو جنم دینا ہوتا ہے۔
- حمل، ولادت، پری میچور (خام) ولادت، اسقاطِ حمل، حمل کا ضائع ہو جانا

ان تمام معاملات کے بارے میں سرسری معلومات ہونی چاہئیں۔

- شادی اور بچے پیدا کرنا تیاری، پختگی اور ذمے داری اٹھانے کی قابلیت کے ساتھ مربوط ہے۔منع حمل کے کئی طریقے ہیں۔
- مرد اور عورت کے جسموں میں ہونے والی تبدیلیوں کی کیفیت، دونوں جنسوں کے درمیان بنیادی اختلافات کی نوعیت، دونوں جنسوں کے جوان ہونے کے اوقات میں اختلاف، دونوں جنسوں میں بالغ ہونے کی علامات، لڑکے کو احتلام اور لڑکی کی ماہواری، غسل کی فرضیت اور کیفیت کا علم، خودکاری یا خودلذتی ان تمام امور کے بارے میں آگاہی دے دینی چاہیے۔
- اس مرحلے میں جذباتی اور مزاجی تبدیلیوں کی کیفیت۔
- اِباحیت پرمبنی جنسی تعلق یا حرام جنسی تعلق۔
- حیاتیاتی اور عضوی نمو اور دینی و معاشرتی اقدار کے درمیان تعلق۔
- جنسی امراض کے متعدی ہونے، علاج اور پرہیز کے بارے میں معلومات۔
- لڑکے یا لڑکی کا اپنے جسم کے بعض اعضا کے مظاہر اور سراپے یا جنسی صفات کے بارے میں پریشانی کو سمجھنا اور ان کو سمجھانا کہ ہر شخص جسمانی اعتبار سے دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ یہ ایک طبعی امر ہے، اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔
- نوجوان لڑکے اور لڑکی کو ذاتی تفکیر پر ابھارنا اور لوگوں یا دوستوں کی خواہشات کے پیچھے چلنے سے منع کرنا۔
- دونوں جنسوں کو ستر ڈھانپنے پر تاکید کی جائے۔
- لڑکی کو حجاب اوڑھنے کی رغبت دلائی جائے اور اس کو اس کی نشوونما کا حصہ

بنا دیا جائے۔

- نوجوانوں کو یہ ادب سکھایا جائے کہ عورتوں کے پاس بغیر اجازت داخل ہونا درست نہیں۔

جنسی زیادتیوں کی نوعیت اور ان سے بچاؤ کے طریقے:

تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ دس سال کی عمر میں بچہ درج ذیل امور کے بارے میں جاننا چاہتا ہے:

- حرام اور مباح کی حدود کیا ہیں؟
- دوسرے دوستوں کے دباؤ کے ساتھ کس طرح برتاؤ کیا جائے؟
- جنسی نمو کے ہم دوش جذباتی عوامل۔
- جسم میں ہونے والی تبدیلیوں کو دیکھنا یا محسوس کرنا بالکل طبعی امر ہے۔
- دوسروں سے مختلف ہونا اور جو ان کے بارے میں کہا سنا جاتا ہے، اس سے منفرد ہونا بھی طبعی چیز ہے۔

پختہ نو خیزی کی عمر (13 سے لے کر 18 سال):

ذرائع اِبلاغ کے اثرات سے بچاؤ کے اقدامات، کیوں کہ یہ اس مرحلے میں بسا اوقات جنسی اباحیت پر حوصلہ بڑھاتے ہیں۔

- جنسی عمل کے تنوع کو سمجھنا اور اس میں قابلِ قبول اور حرام کے درمیان فرق کا اِدارک کرنا۔
- مرد اور عورت کے درمیان تعلقات کی کیفیت کا گہرا فہم حاصل کرنا۔
- جنس کے متعلق اپنے خیالات، اقدار اور اخلاقیات کے بارے میں اظہار کی صلاحیت رکھنا۔

- شادی کے ذریعے قائم ہونے والے منظّم تعلق کا مثبت اور تہذیبی کردار۔
- نفس کو حرام کاری سے بچا کر رکھنے کا فرد اور معاشرے کی تشکیل میں کردار و اثر۔
- ذاتی شناخت پر فخر اور ذاتی رویے کی خود ذمے داری کا احساس۔
- شرعی شادی کے دائرے سے باہر جنسی تعلق کی خطرناکی اور حرمت سے آگاہی۔
- نوجوان کا معاشرتی دباؤ کے باوجود غیر شرعی جنسی تعلق قائم کرنے سے انکار کرنے کی ہمت۔
- خود اعتمادی کی تعمیر، صاف گوئی کی عادت اور معاشرتی روابط قائم کرنے کی صلاحیت۔
- شادی کے کردار، ازدواجی تعلق کی کیفیت اور ذمے داری کی سمجھ اور اس کے لیے مناسب عمر کا ادراک۔
- متوقع اولاد کا باپ بننے اور ان کی تربیت اور نشوونما کے معاملات سمجھنے کی صلاحیت۔
- خاندانی تعلقات میں وقت کے ساتھ ساتھ، اولاد کے بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ رونما ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہی اور اس کی سمجھ۔
- جنسی نشوونما بھی نوجوان کی نشوونما کے دیگر عام پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے، زندگی کی حفاظت میں جنسی پختگی کا مثبت کردار۔
- چھوٹی عمر کی شادی اور بچے پیدا ہو جانے کی مشکلات اور پریشانیوں کی سمجھ۔
- شادی میں تاخیر یا اس میں بے رغبتی کی پریشانیوں کا ادراک۔

اپنے نفس اور اپنی پاک دامنی کی حفاظت کس طرح ممکن ہے، اس مرحلے میں ان تمام امور کا نوجوان کو علم اور سمجھ ہونی چاہیے۔

نوجوان کا اگر یہ شعار بن جائے: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو وہ ہر برائی سے بچ جائے گا۔

آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے دوسرے سے کہا تھا:

﴿لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾ [المائدۃ: ۲۸]

''اگر تو نے اپنا ہاتھ میری طرف (اس ارادے سے) بڑھایا کہ مجھے قتل کر دے تو بھی میں اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کردوں۔ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

سیرتِ طیبہ کا ایک معطر جھونکا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ برتاؤ:

نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے؟ اس محبت بھرے منظر کی ایک جھلک ملاحظہ کیجیے:

سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا جب اپنے والدِ مکرم کی ملاقات کے لیے تشریف لاتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان الفاظ میں ان کا استقبال کرتے:

((مَرْحَبًا يَا بِنْتِي!)) ''پیاری بیٹی کو خوش آمدید!''

پھر ان کا ہاتھ پکڑتے، ان کو بوسہ دیتے، پیار کا اظہار کرتے اور ان کی عزت وتکریم کے لیے ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ملاقات کے لیے ان کے گھر تشریف لے

جاتے تو وہ بھی اسی طرح محبت و احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے اٹھ کر رسولِ اکرم ﷺ کا استقبال کرتیں، آپ ﷺ کو بوسہ دیتیں اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ یہ باپ بیٹی کے باہمی احترام کا خوب صورت ترین منظر ہوتا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی پدری شفقت ومحبت اپنی نیک اور فرماں بردار بیٹی کی محبت سے ہم آہنگ ہوتی، جو آپ ﷺ کی محبت کے ذوق آشنا تھی، جس کا محبت، احترام اور فرماں بردای کی صورت میں تبادلہ کرتی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جذبات کا چھلکنا، پدری محبت کا اعلان، ملاقاتوں، محبت بھرے بوسوں اور محبت ولذت بھرے جملوں کے ذریعے خوب صورت انداز میں اس کا اظہار، اتنی وضاحت، تنوع اور کثرت کے ساتھ پدری جذبے کا مظاہرہ، باپ بیٹی کے تعلق کو بہت زیادہ مضبوط خوب صورت اور عافیت مند بنا دیتا ہے۔ یہ رویہ بلند نفسیاتی صحت، احساسات میں برابری اور جذبات کی سیرابی پر دلالت کرتا ہے۔

والدوں کے دلوں میں فطری پدری جذبہ موجود ہوتا ہے، لیکن تقصیر یا ناکامی اس کے اظہار کی صلاحیت میں چھپی ہوتی ہے۔ یہ جذبہ بچوں کو اس کی حرارت اور سرمستی سے آشنا کرتا ہے۔ بعض والد اپنے الفاظ کے ذریعے نہیں، بلکہ اپنی زبانِ حال سے اس کا اظہار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کیا ہماری محنت، مشقت اور جان فشانی ان کو نظر نہیں آتی؟ یہ سب کچھ ان کے لیے نہیں تو اور کس کے لیے ہے؟ لیکن نبوی پدری سبق ہمیں سکھاتا ہے کہ محبت کا اظہار اور نفسیاتی ضرورتوں کی تکمیل، باپ کے دیگر فرائض اور ذمے داریوں سے کہیں کم نہیں۔ جب باپ یہ بھی کرتا ہے تو یہ رویہ بچوں کے لیے اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

اور ان کے بہت بڑے حق کا احساس کرنے میں معاونت فراہم کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے پدری تعلق میں محبت اور قوتِ جذبہ کے ساتھ ایک اور معنی بھی ہم آہنگ نظر آتا ہے اور وہ اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے احترام ہے جو آپ ﷺ کے ان کا اٹھ کر استقبال کرنے، ان کا ہاتھ پکڑنے اور اپنی جگہ پر بٹھانے میں ظاہر ہوتا ہے، آپ ﷺ اس چاہت کا اظہار اپنی بیویوں کے سامنے کرتے۔ یہ اس شخص کا احترام تھا، جو اس معاشرے کا پروردہ تھا، جہاں عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، جہاں عورت کا مقصد زندہ درگور ہونا تھا، خواہ یہ درگوری محسوس انداز میں ہو یا معنوی انداز میں۔

﴿يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ [النحل: ٥٩]

''وہ اس عار کے باعث لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے جس کی اسے بشارت دی گئی ہے، (سوچتا ہے) کیا (اپنی) توہین کے باوجود اسے باقی رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے؟ آگاہ رہو! بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

اس کے باوجود وہ شخص، وہ نبیِ عظیم ﷺ معاشرتی نظریے سے اپنا نقطہ نظر کشید نہیں کرتا تھا، بلکہ انسانیت کو سیدھی راہ پر گامزن کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے وحی کے ذریعے علم حاصل کرتا تھا۔

آپ ﷺ کے پدری تعلق نے انسانیت کو سبق دیا کہ اولاد کو اپنی شخصیت کی مثبت تعمیر کے لیے احترام کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کو اپنی مکمل اور سلیم الفطرت شخصیت کی تشکیل کے لیے ایسے جذبے کی ضرورت ہوتی ہے جو ان

کے احساسات کی سیرابی اور نفسیات کی تکمیل کے لیے سامان فراہم کرے۔

بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کی محبت بھی پروان چڑھتی رہتی ہے، وہ کوئی کھلونے نہیں ہوتے کہ بچپن میں ان سے کھیلا جائے اور دل بہلایا جائے اور جب وہ بڑے ہو جائیں تو ان سے بے توجہی برتی جائے۔

نبی مکرم ﷺ کا یہ محبت، شفقت، نرمی اور پدری محبت سے سرشار برتاؤ اس لڑکی کے ساتھ تھا، جو پچیس سال کی تھی، شادی شدہ اور پانچ بچوں کی ماں تھی۔ ہم بسا اوقات اپنے بڑے بچوں اور بچیوں کے لیے پدرانہ محبت کے جذبات کا واضح طور پر اظہار کرنے میں کوتاہی برتتے ہیں اور وہ اسی غم میں پگھلے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں احترام نہیں دیتے۔ ہم یہی انتظار کرتے رہتے ہیں کہ وہ کب ہمارے سامنے ادب و احترام کے کورنش بجا لائیں گے! کیا نبی کریم ﷺ کا یہ پدری رویہ ہمیں کچھ نہیں سکھاتا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کامل مومن وہ ہے جس کا برتاؤ اچھا ہے، تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔''

2 فصل:

ہمارے بچے اور مردانگی کا مفہوم

اس فصل میں درج ذیل امور زیر بحث آئیں گے:

1 ہمارے بچے اور مردانگی کا مفہوم۔

2 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مردانگی۔

2 ایک واقعہ۔

4 ایک واقعہ جو اپنی کہانی خود بیان کرتا ہے۔

1 ہمارے بچے اور مردانگی کا مفہوم

اکثر لوگ اس بات کا شکوہ کرتے ہیں کہ ان کے بچوں میں لچکیلے پن اور نازک پن کے اثرات نظر آتے ہیں۔

اس پریشانی کا حل تلاش کرنے کے لیے درج ذیل سوال کا جواب جاننا ضروری ہے:

ہم اپنے بچوں کی شخصیت کے مردانگی عوامل کو کس طرح پروان چڑھائیں؟

اس سوال کا موضوع دورِ حاضر میں گھمبیر تربیتی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے، بچے کی شخصیت میں مردانگی کو پروان چڑھانے کے کئی اسلامی اور شرعی حل موجود ہیں۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

کنیت:

لڑکے کو ابو فلاں اور لڑکی کو امِ فلاں کہہ کر بلانا ذمے داری کے احساس کو پیدا کرتا ہے اور بچہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنی عمر سے بڑا ہے، چنانچہ اس کی پختگی بڑھ جاتی ہے، وہ بچپن کی عادی اور معروف سطح سے آگے کا شعور رکھنے لگتا ہے اور بڑوں کی مشابہت محسوس کرنے لگتا ہے۔

رسول کریم ﷺ بھی بچوں کی کنیت رکھتے تھے۔

امِ خالد بنتِ خالد روایت کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے پاس کپڑے لائے گئے، جن میں ایک سیاہ رنگ کا ریشمی کپڑا بھی تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: آپ لوگوں کا کیا خیال ہے یہ کس کو پہنانا چاہیے؟ لوگ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے کہا: میرے پاس امِ خالد کو لے کر آؤ۔ آپ ﷺ کے پاس امِ خالد کو اٹھا کر لایا گیا (یعنی وہ اتنی چھوٹی تھی) آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اس کو پہنا دیا اور اس سے کہا: اس کو استعمال کر کے پرانا کرنا، اس میں سبز یا زرد رنگ کا نشان بھی تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: امِ خالد: یہ بڑا خوب صورت ہے۔'' (أخرجه البخاری)

بچے کو اچھی محفلوں میں ساتھ لے کر جانا اور بڑوں کے ساتھ بٹھانا:

بچے کو اچھی محفلوں میں شریک کرنا اس کے فہم کی تخم ریزی کرتا ہے، اس کی عقل میں اضافہ کرتا ہے، اس کو بڑوں کی نقل اتارنے پر اکساتا ہے اور کھیل کود میں منہمک رہنے سے دور کر دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں ساتھ لے کر

آیا کرتے تھے۔

معاویہ بن قرۃ سے ایک واقعہ مروی ہے، وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ جب بیٹھتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند لوگ بھی آپ کے اِرد گرد بیٹھ جاتے، ان میں ایک آدمی تھا جس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا، جو اس کے پیچھے سے آجاتا تو وہ اس کو سامنے بٹھا دیتا۔'' (أخرجه النسائي)

اسلامی جنگوں، فتوحات اور سپہ سالارانِ اسلام کے واقعات سنانا:

شجاعت اور بہادری کے یہ واقعات بچوں میں شجاعت کی اہمیت اجاگر کرتے ہیں، جو مردانگی کی ایک اہم صفت ہے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے دو بچے تھے، انھوں نے ایک کو کسی معرکے میں شریک کیا، دوسرا باپ کے کندھے پر پرانے زخموں کے نشانات کے ساتھ کھیلتا۔ عروہ بن زبیر سے روایت ہے:

''یرموک کے موقع پر صحابہ کرام نے حضرت زبیر سے کہا: آپ حملہ کریں، ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر حملہ کریں گے: انھوں نے جواب دیا: ہم آپ کو رسوا نہیں کریں گے۔

''انھوں نے اہلِ روم پر حملہ کیا، وہ ان کی صفیں چیرتے ہوئے آگے نکل گئے اور ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔

''پھر وہ از سرِ نو ان کی طرف جھپٹے تو رومیوں نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور آپ کے کندھے پر دو وار کیے، ان کے درمیان ایک وہ ضرب بھی تھی جو آپ کو معرکہ بدر میں لگی۔

''عروۃ کہتے ہیں: میں جب چھوٹا تھا تو ان کے اندر انگلیاں ڈال کر

کھیلا کرتا تھا۔

عروۃ کا کہنا ہے: اس دن ان کے ساتھ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے، جن کی عمر اس وقت 10 سال تھی، انھوں نے ان کو ایک گھوڑے پر سوار کیا اور ایک آدمی کے سپرد کیا۔" (أخرجه البخاري)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"گویا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ میں بہادری اور سپہ سالاری کو محسوس کر لیا تھا تو اس کو گھوڑے پر سوار کر دیا، لیکن ان کو یہ خدشہ ہوا کہ وہ کہیں اس گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ نہ کر دے، جو اس کے بس کی بات نہیں، اس لیے ایک آدمی کی ذمے داری لگا دی کہ جب وہ خود جنگ میں مصروف ہوں تو وہ اس کو دشمن کی چال سے محفوظ رکھے۔"

ابن مبارک نے جہاد میں یہ ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عبداللہ بن زبیر کی سند سے روایت نقل کی ہے کہ عبداللہ بن زبیر جنگِ یرموک کے موقع پر اپنے والد کے ساتھ تھے، جب مشرکین شکست کھا گئے تو انھوں نے ان مشرکوں کے سر اتارنا شروع کر دیے، جب وہ میدانِ جنگ میں تڑپ رہے تھے۔ یہ بچپن ہی میں ان کی شجاعت اور مضبوط دل گردے کی دلیل ہے۔

بچوں کو بڑوں کے ساتھ آداب سکھانا:

اس سلسلے میں احادیث منقول ہیں۔ ان میں ایک یہ حدیث بھی ہے، جس کو حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"چھوٹا بڑے کو سلام کرے، گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے زیادہ کو۔" (أخرجه البخاري)

بچوں کو مجالس میں قدر و منزلت دی جائے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ مروی سے ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نوش فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ایک بچہ تھا جو سب سے چھوٹا تھا، بزرگ آپ کی بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے پوچھا: اے لڑکے! کیا تم مجھ کو اجازت دیتے ہو کہ میں بزرگ کو دے دوں؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے بچے ہوئے کو کسی دوسرے کو دینے پر ترجیح نہیں دوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اس کو دے دیا۔" (أخرجه البخاري)

بچوں کو مردانہ کھیلوں کی تعلیم:

کسی طاقت ور کو بچھاڑنا اور مغلوب کرنا فخر کی بات نہیں، بلکہ فخر کمزور کے ساتھ انصاف کرنے میں ہے۔

تیر اندازی، گھڑ سواری، تیراکی؛ یہ بڑے صحت مند مشغلے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا:

"اپنے بچوں کو تیراکی سکھاؤ۔" (أخرجه أحمد)

لچکیلے اور ہیجڑے پن سے بچانے کے اسباب:

بچے کے سرپرست کو چاہیے کہ وہ اس کو عورتوں کی طرح رقص کرنے، مٹک مٹک کر چلنے اور نسوانی انداز و اطوار اختیار کرنے اور اس کو ریشم اور سونے کی بنی اشیا پہننے سے منع کرے۔

امام مالک فرماتے ہیں:

”میں ناپسند کرتا ہوں کہ لڑکے سونے کی کوئی چیز پہنیں، کیوں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ مردوں کے لیے اس کو مکروہ خیال کرتا ہوں، خواہ وہ بڑے ہوں یا بچے۔“ (موطا امام مالک)

بچوں کی اہانت سے اجتناب کرنا، بالخصوص دوسرے لوگوں کے سامنے، اس کے خیالات کی بے توقیری سے احتراز برتنا، اس کی مشارکت پر حوصلہ افزائی کرنا اور اس کو اس کی اہمیت اور قدر و منزلت کا احساس دلانا۔ اس کے لیے درج ذیل امور کو مدِ نظر رکھا جائے:

1. اس کو سلام کہنا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”رسول اللہ ﷺ کا لڑکوں سے گزر ہوا تو آپ نے ان کو سلام کہا۔“

(أخرجه مسلم)

2. اس سے مشورہ لینا اور اس کی رائے کو اگر درست ہو تو اختیار کرنا۔
3. اس کی عمر اور صلاحیتوں کے مطابق اس کو ذمے داریاں سونپنا۔
4. اس کو راز چھپانے کے لیے کہنا۔

احادیثِ نبویہ سے عملی مثالیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ میرے پاس رسول کریم ﷺ آئے، ہمیں سلام کیا اور مجھے ایک کام کے لیے بھیج دیا۔ میں گھر میں دیر سے پہنچا تو میری والدہ نے دیر سے آنے کا سبب دریافت کیا، میں نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک کام کے لیے بھیج دیا تھا۔

ماں نے پوچھا: کیا کام تھا؟ میں نے کہا: وہ ایک راز ہے۔ ان کی والدہ کا جواب تھا: رسول اللہ ﷺ کا راز کسی کو نہ بتانا۔ (رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے:

''میں لڑکا تھا اور لڑکوں میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے پاس رسول کریم ﷺ تشریف لائے، ہم کو سلام کہا، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک خط دے کر بھیج دیا، خود ایک سائے میں بیٹھ گئے تا آنکہ میں واپس آ گیا۔ (أخرجه أبو داود)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''میں لڑکا تھا اور لڑکوں کے ساتھ بھاگ رہا تھا، پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میری طرف آ رہے ہیں۔ میں نے سوچا: اللہ کے نبی میرے ہی پیچھے کیوں آ رہے ہیں، وہ کہتے ہیں: میں دوڑ کر گھر کے دروازے کے پیچھے چھپ گیا، مجھے محسوس بھی نہ ہوا کہ آپ ﷺ نے مجھ کو پکڑ لیا اور میری گدی پر ایک شفقت بھرا ہاتھ رسید کیا اور کہا: ''جا جا کر معاویہ کو میرے پاس لے کر آ'' وہ کہتے ہیں: معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے کاتب تھے۔ میں دوڑ کر حضرت معاویہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: اللہ کے نبی ﷺ کی بات سنیں، ان کو کوئی ضرورت ہے۔'' (أخرجه أحمد)

بچوں میں مردانگی کو پروان چڑھانے کے کئی دیگر ذرائع بھی ہیں:

1 بچے کو سکھانا کہ جہاں جرأت دکھانے کا موقع ہو، وہاں ضرور جرأت دکھانی چاہیے، جھجکنا نہیں چاہیے۔ بچے کو خطابت کی تربیت دینا اسی میں داخل ہے۔

2 لباس کے انتخاب میں وقار کا لحاظ رکھنا، بالوں اور کپڑوں کے فیشن میں اٹھنے بیٹھنے اور جسمانی حرکتوں میں لچکیلے اور ہیجڑے پن سے دور رکھنا، ریشمی لباس پہننے سے بھی دور رکھنا، کیوں کہ یہ عورتوں کی طبیعت کے ساتھ میل کھاتا ہے۔

3 بچوں کو ناز ونعمت، آرام سستی اور بے کاری سے دور رکھنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''کھردرا پن اختیار کرو، کیوں کہ نعمتیں ہمیشہ نہیں رہتیں۔''

4 لہو ولعب، رقص وسرود اور گانے بجانے کی محفلوں سے دور رکھنا، کیوں کہ یہ مردانگی اور سنجیدگی کے منافی ہے۔

چند ایک وسائل اور طریقے ہیں جو بچوں میں مردانگی کے احساس کو بڑھاتے اور پروان چڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح راہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

2 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مردانگی کا معنی

مدینہ کے ایک گھر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے جھرمٹ میں بیٹھے تھے کہ آپ ان سے کہنے لگے: ہر کوئی اپنی اپنی تمنا پیش کرے۔ ایک نے کہا: میری یہ تمنا ہے کہ کاش! یہ گھر سونے سے بھر جائے اور میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔

دوسرے نے کہا: میں تمنا کرتا ہوں کہ یہ گھر سونے اور جواہرات سے بھر جائے اور میں وہ سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں اور صدقے میں دے دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: کوئی تمنا کرو۔ انھوں نے کہا: امیر المومنین! ہم نہیں جانتے کہ کیا کہیں؟

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''لیکن میں ابو عبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل اور حذیفہ رضی اللہ عنہم کی طرح کے مردوں کی خواہش کرتا ہوں، تاکہ میں اللہ تعالیٰ کا

کلمہ بلند کرنے میں ان سے مدد لوں۔"

اللہ تعالیٰ امیر المومنین رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ وہ الہام کی زبان سے بولتے تھے، وہ اچھی طرح آگاہ تھے کہ تہذیبیں، پیغامات اور قومیں کس بنیاد پر قائم اور زندہ رہ سکتی ہیں۔

قوموں اور نظریات و پیغامات کو مال اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن اس سے پہلے ان کو ایسے عالی دماغ مفکروں کی ضرورت ہوتی ہے جو مال، قوت، اسلحہ اور مضبوط ارادوں کو مثبت انداز میں استعمال کرنے پر قادر ہوتے ہیں، انھیں مردوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک باصلاحیت اور نیک مرد ہی نظریات کا ستون، قومی بیداری کی روح اور اصلاح کا محور ہوتا ہے۔ آپ اسلحے کے جتنے چاہیں کارخانے بنا لیں اور جتنا اسلحہ چاہیں ذخیرہ کر لیں، یہ ہتھیار جنگجو اور سپاہی کے بغیر کسی کام کے نہیں۔ آپ تعلیم و تربیت کے جتنے چاہیں مناہج اور نظام تشکیل دے لیں، کوئی نظام اس آدمی کے بغیر کارگر ثابت نہیں ہو سکتا، جس کو مدرس یا معلم کہا جاتا ہے۔ جتنی چاہیں تنظیمیں قائم کر لیں، کوئی منصوبہ اس وقت تک پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک کوئی غیرت مند اور مخلص مرد موجود نہ ہو۔

یہ حقیقت ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ قوتِ تلوار کی دھار اور تیزی میں اس قدر نہیں ہوتی جس قدر سپاہی کے دل میں ہوتی ہے۔ تربیت کتاب کے صفحات میں اتنی نہیں ہوتی، جتنی معلم کی روح میں ہوتی ہے اور منصوبوں کی کامیابی محض تنظیمیں قائم کرنے کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی، جس قدر وہ ان کی قیادت کے جوش اور ولولے کے ساتھ مربوط ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پختگی عقل کے کیا کہنے! کہ انھوں نے سونے چاندی

اور جواہرات کی تمنا نہیں کی، بلکہ اعلیٰ طرز کے مردوں کی تمنا کی، جن کے ہاتھوں زمین کے خزانے اور آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔

بعض اوقات ایک آدمی سو آدمیوں کے برابر ہوتا ہے، کبھی ایک ہزار کے برابر اور کبھی ایک آدمی پوری قوم کے برابر تولا جاتا ہے۔

ایک کہاوت ہے: ''ایک باہمت آدمی پوری قوم کو زندہ کر دیتا ہے۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ شہر کا محاصرہ کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کمک طلب کی۔ انھوں نے ان کی مدد کے لیے صرف ایک آدمی قعقاع بن عمرو تمیمی کو روانہ کیا اور کہا: جس لشکر میں اس جیسا آدمی ہو، اس کو شکست نہیں دی جا سکتی۔ وہ کہا کرتے تھے: فوج میں قعقاع کی آواز ہزاروں لڑاکوں سے بہتر ہے!

جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتحِ مصر کے موقع پر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی تو انھوں نے ان کے نام یہ خط لکھا:

''بعد از سلام۔ میں نے چار ہزار آدمیوں کی کمک روانہ کر دی ہے اور ان میں سے ہر ایک ہزار پر ایسا سپہ سالار مقرر کیا ہے جو ایک ہزار کے قائم مقام ہے، وہ یہ ہیں: زبیر بن عوام، مقداد بن عمرو، عبادۃ بن صامت اور مسلمہ بن مخلد (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔''

لیکن ہماری آدمی سے کیا مراد ہے؟ کیا بنی نوع انسان کا ہر وہ فرد جس کی لبوں پر مونچھیں اور چہرے پر ڈاڑھی اُگی ہوئی ہو؟ اگر یہی مراد ہے تو یہ بے شمار ہیں۔

مردانگی کا عمر رسیدگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، کتنے ایسے ستر، اسی سالہ

بوڑھے ہوتے ہیں جن کا دل ایک سات سال کے بچے کا ہوتا ہے۔ جو چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ساتھ خوش ہو جاتا ہے۔ معمولی اور گھٹیا قسم کی چیزوں کی وجہ سے رونا شروع کر دیتا ہے، جو اس کی چیز نہیں ہوتی اس پر نگاہ رکھتا ہے، جو اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس کو بخیل کی طرح پکڑ کر رکھتا ہے اور کسی کو اس میں شریک نہیں کرتا، لہٰذا یہ چھوٹا سا بچہ ہوتا ہے، لیکن اس کے چہرے پر مونچھیں اور ڈاڑھی ہوتی ہے!

اس کے مقابلے میں کتنے ایسے لڑکے ہوتے ہیں جو ابھی سبزۂ آغاز میں ہوتے ہیں کہ ان کے اقوال، تفکیر اور اخلاق میں قبل از وقت مردانگی کی جھلک نظر آتی ہے۔

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بچوں کی ایک ٹولی سے گزر ہوا جو کھیل رہے تھے، ان کو دیکھتے ہی ایک نوجوان کے سوا سب بھاگ گئے۔ جو بچہ اپنی جگہ کھڑا رہا، اس کا نام عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھا۔

ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم اپنے دوستوں کے ساتھ کیوں نہیں بھاگے؟ انھوں نے جواب دیا: ''اے امیر المومنین! میں نے کوئی گناہ نہیں کیا کہ آپ سے بھاگتا پھروں اور نہ راستہ اتنا تنگ ہے کہ آپ گزر نہ سکتے ہوں اور میں اسے کھلا کر دوں!''

ایک عربی لڑکا ایک اموی خلیفہ کے دربار میں اپنے قبیلے کی ترجمانی کے لیے حاضر ہوا تو خلیفہ نے کہا: تم سے بڑی عمر کا کوئی آدمی آئے۔

اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! اگر عمر رسیدگی ہی کوئی معیار ہوتا تو امت میں بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو اس کی وجہ سے آپ سے زیادہ

خلافت کا حق رکھتے ہیں۔

یہ چھوٹے بچے تھے جو حقیقت میں بڑے تھے۔ آج ہماری دنیا میں کتنے ایسے چھوٹے ہیں جو حقیقت میں بڑے ہیں اور کتنے بڑے ہیں جو حقیقت میں چھوٹے ہیں؟

مردانگی جسمانی قوت، دراز قامتی اور گٹھے ہوئے جسم کا نام نہیں۔ اللہ تعالیٰ منافقوں کے ایک گروہ کے بارے میں کہتے ہیں:

﴿وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ﴾ [المنافقون: ٤]

''اور جب آپ انھیں دیکھیں تو آپ کو ان کے جسم اچھے لگتے ہیں اور اگر وہ (کوئی بات) کہیں تو آپ ان کی بات پر کان لگائیں، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہوں۔ وہ ہر اونچی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں، وہی (اصل) دشمن ہیں، لہٰذا آپ ان سے بچیں، اللہ انھیں ہلاک کرے، وہ کہاں پھیرے جاتے ہیں؟''

صحیح حدیث میں رسول کریم ﷺ کا یہ قول مذکور ہے:

''قیامت کے دن ایک بہت بڑا اور موٹا تازہ آدمی آئے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے برابر اس کی حیثیت نہیں ہوگی۔'' (رواہ البخاری)

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان پڑھیں:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا﴾ [الكهف: ١٠٥]

''یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا، چنانچہ ان کے اعمال برباد ہوگئے، لہٰذا روزِ قیامت ہم ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے نحیف و نزار تھے، ایک دن ان کی پنڈلیاں ننگی ہوگئی جو بہت باریک اور کمزور تھیں، ان کو دیکھ کر آپ کے بعض ساتھی ہنس دیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم ان کی پنڈلیوں کے باریک ہونے پر ہنستے ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ میزان (ترازو) میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔'' (أخرجه أحمد وابن أبي شيبة)

چنانچہ مردانگی، عمر رسیدگی، مضبوطی جسم اور جاہ و مال کی کثرت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی، بلکہ مردانگی ایک نفسیاتی قوت ہے جو آدمی کو بلند مرتبوں پر فائز کرتی ہے اور گھٹیا اور بے قیمت امور سے دور رکھتی ہے۔ یہ ایسی قوت ہے جو اس کو صغر سنی ہی میں بڑا، فقیری ہی میں مال دار اور کمزوری میں طاقت ور بنا دیتی ہے۔ یہ ایسی طاقت ہے جو اس کو لینے سے پہلے دینے اور اپنے حق کے مطالبے سے پہلے اپنا فرض ادا کرنے کا خوگر بناتی ہے۔ یہ انسان کو سکھاتی ہے کہ اس کے اپنی ذات، اپنے رب، اپنے گھر، اپنے دین، اپنے معاشرے اور اپنی امت کی طرف سے عائد کردہ کون سے فرائض ہیں جو ادا کرنے ہیں۔

مردانگی اختصار کے ساتھ، اخلاق کی قوت اور قوت کی تخلیق کا نام ہے۔

کوئی ملک اپنی قوم کے لیے جو بہترین کام کر سکتا ہے، تعلیمی نظام جس عظیم ترین منشور کو پیش کر سکتا ہے اور مسجد، مکتب، سکول، سمیت تمام ابلاغی اور

کردار ساز ادارے، جس بہترین چیز کو تیار کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں، وہ اس مردانگی کی تشکیل اور اس طرز کے مردانِ کار کی تربیت ہے۔

عظیم الشان مردانگی اور نیک مردوں کی تربیت صرف مضبوط عقائد، تسلیم شدہ اخلاقیات، اصلی معیاروں، قابلِ لحاظ قدروں اور کفالت شدہ حقوق کے زیر سایہ ہی پروان چڑھ سکتی ہے۔

یقین کو توڑنے والے شک، کافرانہ بے دینی، کھلی بے حیائی اور قاتلانہ محرومیت کے سائیوں میں کبھی صحیح مردانگی نشو ونما نہیں پا سکتی، جس طرح پودے کو اگر ہوا، پانی اور روشنی سے محروم کر دیا جائے تو وہ پروان نہیں چڑھ سکتا۔

دنیا مردانگی کی اس سے زیادہ اجلی ہوئی، صاف شفاف اور کامل ترین معنوی اور حسی صورت نہیں دیکھ سکتی جو اس نے عمدہ نمونوں میں دیکھی، جن کو اسلام نے رسولِ اسلام ﷺ کے ہاتھوں تشکیل دیا۔

یہ تو وہ مرد تھے جو پریشان اور گھبراہٹ کے وقت آگے آگے ہوتے، لیکن جب طمع اور مال کے حصول کا کوئی موقع ہوتا تو وہاں خال خال نظر آتے، ان کو کوئی وعدہ پھسلا سکتا نہ کوئی دھمکی نرم کر سکتی، نہ فتح اور نصرت گمراہ کر سکتی اور نہ ہزیمت ہی توڑ سکتی۔

3 دو کہانیاں...... دو اسباق

1 ہم اپنے بچوں کی تربیت کیسے کریں؟

"ایک پرائیویٹ سکول میں ایک استانی نے نرسری کے ایک بچے سے کہا

کہ وہ سورت نصر سنائے، بچے نے اس طرح سورت سنائی:

"إِذْ جَاءَ هِلَالُ اللّٰهِ وَالفَتْح"

استانی نے اصلاح کی: "هَلَال اللّٰه" نہیں "نَصْرُ اللّٰه" ہے۔

بچے نے اصرار کیا "نَصْرُ اللّٰه" نہیں، بلکہ "هِلَالُ اللّٰه" ہی ہے۔

بڑی کوششوں کے بعد وہ استانی اس چھوٹے سے بچے کو قائل کر سکی کہ قرآنی آیات "نَصْرُ اللّٰه" ہے "هَلَالُ اللّٰه" نہیں، "هِلَال" اور "نَصر" کا "اللّٰه" کے کلام کے ساتھ کوئی لینا دینا نہیں۔"

(ہلال اور نصر سعودی عرب کی فٹ بال کی دو بڑی مشہور ٹیمیں ہیں، جس طرح یہاں لوگ الیکشن کے موقع پر اپنی پسندیدہ ٹیم کی جیت کے لیے "نصر من اللّٰه و فتح قریب" کے نعرے لگاتے ہیں یا اشتہارات پر چھپواتے ہیں، اس طرح ہر جگہ لوگ اس طرح کے مواقع پر اپنی خوشی کے اظہار کے لیے اور اپنی پسندیدہ ٹیم کی حوصلہ افزائی کے لیے اس طرح قرآنی آیات کا استعمال کرتے ہیں، اس بچے کو بھی اپنی پسندیدہ ٹیم کے ساتھ لگاؤ تھا کہ اس نے سورت میں اپنی پسندیدہ ٹیم "الهلال" کا اضافہ کر لیا)

اسلام کھیل سے منع نہیں کرتا، لیکن اگر نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو یہ خطرے کی گھنٹی ہے۔

اُب اس کے مقابلے میں یہ کہانی بھی سنیے:

"یہ واقعہ بھی ایک پرائمری سکول میں رونما ہوا، استانی نے بچوں سے کہا کہ ہر کوئی اپنی خواہش بتائے کہ وہ بڑا ہو کر کیا بننا چاہتا ہے۔ کسی نے انجینئر بننے کا ارادہ ظاہر کیا، کسی نے ڈاکٹر بننے کی تمنا پیش کی تو کسی نے پائلٹ بننے کی

خواہش کا اظہار کیا۔

اس طرح باری باری ہر بچے نے اپنی اپنی خواہش کا اظہار کیا، یہاں تک کہ ایک چھوٹے سے بچے کی باری آ گئی جس کی عمر چار پانچ سال کے درمیان تھی۔

استانی نے اس سے پوچھا: اور تم چالاک بچے کیا بننا چاہتے ہو؟

کیا آپ کو علم ہے اس نے کیا کہا؟

اس نے کہا: میری خواہش ہے کہ میں صحابی بنوں، ہاں!

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی!

استانی نے جب یہ بات سنی تو اس کے ہوش اڑ گئے، اس نے اس بچے کی والدہ کے ساتھ رابطہ کیا اور اس کے سامنے اس کی تمنا کا ذکر کیا۔

ماں نے جواب دیا: اس میں کوئی قابلِ تعجب بات نہیں، کیوں کہ اس کا باپ اس کو ہر روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سناتا ہے اور یہ یوں محسوس کرتا ہے گویا انہی میں سے ہے، ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے اور ان کے معرکوں اور قربانیوں میں شریک ہوتا ہے۔

یہ دو صورتیں ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑی ہیں اور کسی تبصرے یا تعلیق کی محتاج نہیں۔

کیا ہم نے جان لیا ہے کہ ہم کس طرح اپنی اولاد کی تربیت کریں اور کس طرح ان میں مردانگی کا حقیقی مفہوم اجاگر کریں؟

④ ایک دوسری کہانی

''میں جب اس دنیا میں آیا تو میں نے اپنے والد کو نہ پایا، وہ میری ماں سے علاحدہ ہو چکا تھا اور مجھے قربانی کا بکرا بننا تھا۔ میں اپنی ماں کے علاوہ کسی کو

نہیں جانتا تھا جو میرے ساتھ بڑا لاڈ پیار کرتی۔ میری ہر خواہش پوری کرتی۔ میں جب دوسرے بچوں کو اپنے باپوں کی انگلی پکڑے چلتے پھرتے دیکھتا تو میرا دل حسرت کی وجہ سے کڑھتا رہتا، میرا باپ کہاں ہے؟ میں باپ کے بغیر کیوں ہوں؟

میں باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے جذباتی محرومی اور باپ کی شفقت کی عدمِ دستیابی کا شکار تھا۔ یہ تھی میری پہلی پریشانی جس کا شکار تھا اور میں یہ بات چھپاؤں گا نہیں کہ اس نے میری زندگی کو متاثر کیا۔

تاہم میں سکول میں داخل کروا دیا گیا، میری تعلیمی کارکردگی غیر معمولی اور نہایت اعلیٰ تھی۔ میں آٹھ سال کی عمر میں تھا اور تیسری کلاس میں پڑھتا تھا، یہیں سے میری پریشانی کا آغاز ہوا جو آج تک میرے ساتھ چمٹی ہوئی ہے۔

میری والدہ، صحیح ہے کہ وہ میرے ساتھ بہت زیادہ لاڈ پیار کرتی تھی، لیکن وہ مجھے کسی چیز سے نہیں روکتی تھی۔ میں کہاں جاتا ہوں، کس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہوں، اس نے اس بارے میں مجھ سے کبھی سوال نہیں کیا تھا، اس نے مجھے کبھی نہیں کہا تھا: تم آج دیر سے کیوں آئے ہو؟

خیر! اس منحوس دن میں بچوں کے ساتھ محلے میں کھیل رہا تھا، کچھ بچے میری عمر کے تھے اور کچھ مجھ سے بڑے تھے۔

ان میں سے ایک بڑی عمر کے لڑکے نے جس کی عمر تقریباً 13 / 14 سال تھی اور میں 8 سال کا تھا، مجھے علاحدہ کیا اور میرے چھوٹے ہونے کی وجہ سے مجھے پھسلا کر میرے ساتھ بدفعلی کر دی، اس کے بعد میں چلا گیا۔ ایک تو میرا معصوم بچپن تھا اور دوسرا کوئی نگران بھی نہیں تھا، میں اس بدفعلی کا عادی ہو گیا اور میں بار بار اس کے پاس جانے لگا، ایک مدت تک، شاید یہ ایک یا دو ماہ

کی مدت تھی، میں اس کے پاس جاتا رہا، اس کے بعد میں نے اس کام سے دور رہنے کا فیصلہ کرلیا اور میں اس شخص سے نفرت کرنے لگا، میں نے اس سے دور رہنے کی کوشش کی اور کامیاب بھی ہوا، لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ یہاں سے دوسری پریشانی کا آغاز ہوتا ہے، جس کو میں آج تک بھگت رہا ہوں۔

میں نے پڑھائی جاری رکھی، آپ اس کو جنسی زیادتی کا نام دیں یا بچپن کو قتل کرنے کا، تاہم میں نے ثابت قدمی سے محنت جاری رکھی اور مڈل کلاس تک پہنچ گیا، میں بعض اساتذہ کے بارے میں عجیب طرح کا شعور محسوس کرنے لگا، اگر زیادہ کھلے لفظوں میں بات کی جائے تو مجھے ان کے ساتھ عشق اور محبت کا احساس ہونے لگا، میں ان کو چاہنے لگا، لیکن میں اس احساس کو چھپائے رکھتا، اپنے نفس کو دبائے رکھتا۔

میں ایسی کیفیت میں میٹرک تک پہنچ گیا، مجھے مردوں کی طرف رغبت محسوس ہوتی تھی، لیکن میں نے اپنے دل میں مچلنے والی خواہش کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا۔ جب یونیورسٹی پہنچ گیا وہاں بھی یہی احساس چھایا رہا۔ اس کے بعد ایک کمپنی میں ملازم ہو گیا، لیکن یہ بدبخت عادت چھوٹتی نہیں تھی، کیوں کہ گھریلو اور معاشرتی دباؤ کا یہ شدید تقاضا تھا۔ شادی کے ابتدائی ایام میں ایک مشکل ترین مرحلے سے گزرا، ابتدائی ایام میں میں اپنی بیوی کے ساتھ مقاربت کرنے پر قادر نہ ہو سکا، آخر کار کچھ علاج معالجے کے بعد یہ مرحلہ بھی سر ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے بھی نواز دیا، لیکن یہ انحراف کا جو ابھی تک قابو میں نہیں آسکا، یہ گاہے بگاہے ورغلاتا رہتا ہے۔

کبھی اس کے حملے تیز ہو جاتے ہیں تو کبھی ٹھنڈے، پھر آخر میں مجھ کو

انٹرنیٹ پر کج فطرت لوگوں کے ساتھ چیٹنگ کی لت بھی پڑ گئی۔

وہ مجھ کو بدفعلی کرنے کروانے کی دعوت دیتے ہیں، میں کبھی کبھی ان کی دعوت کو قبول بھی کرنا چاہتا ہوں، لیکن میرا ضمیر، اللہ تعالیٰ کا خوف، عزت کا خیال، مردانگی کا دبدبہ، شہرت اور بیوی بچوں کا لحاظ؛ یہ ساری چیزیں مجھ کو باز رکھتی ہیں۔

یہ ہے میری کہانی، جو پدرانہ شفقت کی بھیک مانگنے سے شروع ہوئی اور نفسانی ڈپریشن پر ختم ہوتی ہے کہ کہیں میں غلط راستے پر نہ چل نکلوں۔

ہمارے اور کامیابی کے درمیان صرف ایک چیز حائل ہے اور وہ ہے تمام حالات میں اپنے آپ کو بدلنا۔ قرآن کریم اس دانش سے بھرا پڑا ہے:

﴿قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ﴾ [آل عمران: ١٦٥]

''کہہ دیجیے کہ یہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے۔''

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾ [المدثر: ٣٨]

''ہر نفس نے جو کیا، اس کے بدلے وہ گروی ہے۔''

﴿حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ [الأنفال: ٥٣]

''یہاں تک کہ وہ خود اپنے نفسوں کی حالت بدلیں۔''

3 فصل:

تبدیلی...... تمام اَشکال اور اَطراف سے

اس فصل میں درج ذیل امور زیرِ بحث آئیں گے:

1 تبدیلی کی کیفیت۔

2 نفس میں پہلے سے موجود نمونوں میں تبدیلی۔

3 تبدیلی کی راہ میں درپیش رکاوٹیں۔

4 اصلاح کی راہ پر چلنے کے اقدامات۔

5 چند لمحات میرے ساتھ گزاریں۔

6 سیاہ چشمہ اتار دیں اور مایوس نہ ہوں۔

7 کہانی...... یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک سوال پیش کیا جائے جو جواب چاہتا ہے:

پہلے مسلمانوں نے کس طرح ترقی کی اور عظمت کے مینار کھڑے کیے اور ہم کیوں پس ماندہ رہ گئے ہیں، بلکہ جو انھوں نے بنایا تھا اس کو بھی خاک میں ملا دیا ہے؟

کیوں کہ ان کے راستے متعین اور واضح تھے، لیکن ہمارے راستے واضح نہیں، ہمارے ہاتھوں میں جو ہے وہ شاید اس لیے ہے کہ انھوں نے منزل تک

پہنچنے کی جدوجہد کی، لیکن ہم تو آغازِ سفر میں ہی تھک گئے ہیں۔

شاید انھوں نے علم کے ساتھ عبادت کی تو اپنی اصلاح کر لی اور ہم نے علم کے ساتھ عبادت نہیں کی، اس لیے اپنے آپ کو خراب کر لیا۔

امام دارمی نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بارے میں نقل کیا ہے، انھوں نے اہلِ مدینہ کے نام خط لکھا:

”جس نے علم کے بغیر عبادت کی، وہ اصلاح سے زیادہ خرابی پیدا کرے گا۔“

شاید انھوں نے جو سوچا اس پر عمل بھی کیا، کیوں کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جو صرف سوچتے ہیں، کرتے کچھ نہیں یا کچھ کرتے بھی ہیں تو سوچ کے بغیر۔

کسی بنیاد اور تفکیر کے بغیر کوئی کام کرنا ایسے ہی ہے، جیسے بلا ہدف نشانے بازی کرنا۔

یہاں ہمارا ہدف اور مقصد ایسے زندگی سے بھر پور اصول متعین کرنا ہیں جو نشانِ منزل تک پہنچا دیں۔ اگر آپ اپنی زندگی میں تبدیلی لانا چاہتے ہیں تو صرف اس ایک دانش کو گرہ میں باندھ دیں:

”بڑی عقلوں کے اہداف ہوتے ہیں، جب کہ چھوٹی عقلوں کی صرف خواہشات ہوتی ہے!“

1 تبدیلی کی کیفیت

رجحانات میں تبدیلی پیدا کرنے کی کیفیت یا ان کو کسی بھی نظریاتی اور عملی پریشانی میں تبدیلی لانے کے قابل کرنے کی حالت کا علم ہونا، بہت زیادہ اہمیت

رکھتا ہے۔ بالخصوص، معاشی، معاشرتی، سیاسی اور سائنسی تبدیلی کے لمحات میں، جس وقت ہم کو کوئی علم نہیں کہ مستقبل اپنے اندر دنیا کے لیے کون سی تبدیلی چھپائے بیٹھا ہے، تاہم توقع کی جاتی ہے کہ یہ تبدیلی، بلکہ تیز ترین تبدیلی کے تمام پہلوؤں میں ہوگی، جو یقیناً ظاہر ہو کر رہے گی۔

اس تمہید سے رجحانات میں تبدیلی پیدا کرنے کے متعلق ہماری تحقیق کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے، جو آج ہماری دنیا کی اہم نفسیاتی پریشانیوں کی ترجمانی کرتی ہے۔

رجحانات میں تبدیلی پیدا کرنے کی دو اقسام ہیں:

1 تبدیلیِ مخالف:

یہ کسی بھی رجحان کے اصل نقطہ نظر کے خلاف نقطہ نظر اختیار کرنے کا نام ہے۔

2 تبدیلیِ موافق:

یہ اس راستے میں تبدیلی پیدا کرنے کا نام ہے، جو کسی بھی رجحان کے اصل نقطہ نظر کی طرف جاتا ہے اور اس کو مضبوط کرتا ہے۔

وہ عملی صورتِ حال جو ایک انسان کے ارادے کے تابع ہوتی ہے، وہ اس میں پہلے سے موجود معاشرتی اور تہذیبی ڈھانچوں کے نمونے اور تصورات ہوتے ہیں، جو اس کو فعل و عمل پر اکساتے ہیں، اس کے رویے اور کردار کی تشکیل کرتے ہیں، راستوں کو متعین کرتے ہیں، عقل کے حرکت میں آنے کے وقت اور کیفیت کی حد بندی کرتے ہیں اور عملی زندگی میں ان کے استعمال کرنے کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔

② نفس میں پہلے سے موجود انماط (نمونوں) میں تبدیلی

اگر نفس میں پہلے سے موجود نمونے برائی، فسق و فجور اور خرابی پر اکسائیں یا نیکی، تقویٰ اور اصلاح کی جانب رواں دواں کریں تو افعال کا رخ اور کردار اور رویے کے مقاصد تبدیل ہو جاتے ہیں۔

اس طرح نیت اور ارادے پر مشتمل ان اسباب اور محرکات میں تبدیلی پیدا کر کے عملی اور حقیقی رویوں میں تبدیلی لانا ممکن ہو جاتا ہے۔

چنانچہ عملی تبدیلی ہی انسان اور معاشرے میں موجود رویوں کو تبدیل کر سکتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ، جو نفسوں کو پیدا کرنے والا ہے، ان کو نیکی اور بدی کا شعور بخشنے والا ہے، سینوں کا بھید جاننے والا ہے، وہ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَ اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾

[الرعد: ١١]

”بے شک اللہ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے، حتیٰ کہ وہ اسے بدل لیں جو ان کے نفسوں میں ہے اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی (عذاب) کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی واپسی نہیں اور ان کے لیے اس کے سوا کوئی کارساز نہیں۔“

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت کے بدلنے کا

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جو نعمت، بھلائی، فضیلت اور تقویٰ

عطا کیا ہوتا ہے اور جو ان کے حال سے ظاہر ہوتا ہے، اس کو اس وقت تک ان سے چھینتے نہیں، جب تک وہ خود اپنے نفسوں میں موجود نمونوں، احکام، قدروں اور معیاروں کو نہیں بدل دیتے۔ جب وہ اپنی معیشت کے بل بوتے پر سرکش ہو جاتے ہیں، عیش و عشرت میں پڑ جاتے ہیں، پھر فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس طرح اللہ، عزیز و غالب، کے حکم اور نعمت کے خلاف خود بغاوت کا اعلان کر دیتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ [الأنفال: ٥٣]

”یہ اس لیے کہ بے شک اللہ کوئی نعمت، جو اس نے کسی قوم کو بخشی ہو نہیں بدلتا، یہاں تک کہ وہ خود اپنے نفسوں کی حالت بدلیں اور بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔“

چنانچہ تبدیلی کا آغاز نفس سے ہوتا ہے۔ نفس میں موجود قدروں اور نمونوں کو تبدیل کرنا حقیقت کی دنیا میں تبدیلی لانے کا پہلا قدم ہے۔

دوسرے لفظوں میں وہ حقیقت میں تبدیلی کی موضوعی اور بنیادی شرط ہے۔

3 تبدیلی کی راہ میں درپیش رکاوٹیں

کہا جا سکتا ہے کہ گزشتہ صفحات میں جن باتوں کا ذکر ہوا ہے، ہم نے کئی مرتبہ سنی ہیں اور ان میں کسی کو بھی اختلاف نہیں، لیکن جو اصل نقطہ ہے جس کے پاس ہم کھڑے ہیں اور ان سے گزر نہیں سکتے، وہ یہ ہے کہ تبدیلی کی کیفیت کیا ہے؟

ہم نظریاتی باتوں کو عملی جامہ کس طرح پہنا سکتے ہیں؟

اپنے نفس میں موجود سابقہ رویوں اور قدروں کو تبدیل کرنے کی کیفیت کے بارے میں مجوزہ تصور پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس حالت کی تشخیص کر لیں، جو آج ہماری ہو چکی ہے، ان اسباب کو تلاش کریں جنھوں نے اس صورتِ حال کو جنم دیا ہے، جس کو ہم دیکھ رہے ہیں۔

رویہ کس طرح تشکیل پاتا ہے؟

اختیاری رویہ رونما ہونے سے پہلے تین مراحل سے گزرتا ہے جو انسان کے اندر تکمیل پاتے ہیں:

1 جس کام کو کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے، اس کے لیے عقل کا آمادہ اور قائل ہونا (آمادگیوں میں تبدیلی)۔

2 عقل کی آواز پر دل کا جواب دینا اور جو وہ کہتی ہو اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنا (دلی رضا مندی)۔

3 دل سے دیگر اعضا کو اس پر عمل کرنے کے لیے حکم جاری ہونا۔

یہ تینوں مراحل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ایک ساتھ ذکر ہوئے ہیں:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَ لِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ﴾ [الأنعام: ۱۱۲، ۱۱۳]

’’اور اسی طرح ہم نے انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین، ہر نبی

کے دشمن بنائے، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے کان میں چکنی چپڑی باتیں ڈالتا رہتا ہے تاکہ اسے دھوکے میں رکھے اور (اے نبی!) اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے۔ چنانچہ آپ ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ جھوٹ گھڑ رہے ہیں، اس کو رہنے دیجیے اور تاکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اس جھوٹ کی طرف مائل ہو جائیں اور وہ اس (جھوٹ) کو پسند کرتے رہیں اور وہ جو (برے کام) کر رہے ہیں وہ کرتے رہیں۔"

پہلا محور...... عقل:

اگر انسان کا کردار اور رویہ احساسات کے تابع ہوتا ہے، جو مجموعی طور پر انسان کے دل کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں تو جو چیز ان احساسات کو حرکت دیتی ہے، وہ فکر اور سوچ ہوتی ہے۔ چنانچہ سوچ رویے کی پہلی بنیاد اور مرکزی نقطہ ہوتا ہے۔ عقل جس قدر کسی چیز سے متاثر اور قائل ہو گی، اسی قدر احساسات کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھے گی۔

شعور اور لاشعور:

انسان کی عقل دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے:

1. مدرک (ادراک کرنے والی)
2. غیر مُدرک (جو ادراک نہیں کرتی)

انسان عقلِ مدرک کے ساتھ معلومات وصول کرتا ہے، ان کو سمجھتا ہے اور ان کے مفہوم کا ادراک کرتا ہے۔ اگر وہ ان کے ساتھ اتفاق رکھے اور ان کا قائل ہو جائے تو دل کے ذریعے ان کے تقاضے کو عملی شکل دینے کے لیے راستہ

بن جاتا ہے، لیکن اگر وہ ان کا قائل نہ ہو سکے تو وہ معلومات اس کی عقل سے آگے نہیں بڑھتیں۔

عقلِ غیر مُدرک جس کو لاشعور بھی کہا جاتا ہے، اس میں وہ تمام معلومات جمع ہو جاتی ہیں جو انسان میں (اپنے، اپنے خاندان، اپنے خیالات، تصورات اور عقائد کے متعلق) راسخ ہوتی ہیں۔

یقین کس طرح تشکیل پاتا ہے؟

انسان کا یقین ان افکار سے تشکیل پاتا ہے جو اس پر عقلِ مُدرک کی طرف سے آتے ہیں، جس نظریے کو شعور اور عقلِ مُدرک قبول کر لیتی ہے، وہ لاشعور کے علاقے میں داخل ہو جاتا ہے۔

جب یہ نظریہ بار بار شعور سے لاشعور کی طرف جاتا ہے تو راسخ ہو جاتا ہے اور انسان کے یقین، اعتقادات اور پختہ اقدار میں شامل ہو جاتا ہے، پھر وہ اس کے خودکار افعال کا مصدر اور محرک بن جاتا ہے۔

یقین کا تغییر کے ساتھ تعلق:

ہمارے درمیان یہ ایک قابلِ ملاحظہ رویہ ہے کہ ہم اکثر بہت ساری اقدار، روایات اور تصورات کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور جو سنتے اور کہتے ہیں اس کے متعلق اپنے مکمل اطمینان کا اظہار بھی کرتے ہیں، پھر ناگہانی طور پر دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر لوگ جو اپنی زبان سے کہتے ہیں اپنے عمل کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر جب یہ موضوع زیرِ بحث آتا ہے کہ بیوی بیٹے کو جنم دے یا بیٹی کو تو ہر کوئی بڑھ چڑھ کر دلائل دے گا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے

سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے، جو اللہ تعالیٰ نے ہماری قسمت میں لکھا ہے اس پر راضی رہنا چاہیے، یہ قول کی حد تک ہے۔ جہاں تک واقعاتی حقائق کا تعلق ہے تو ممکن ہے صورتِ حال اس سے مختلف ہے۔ کچھ لوگ اپنی نومولود بچی کو اس رضا مندی سے کبھی قبول نہیں کرتے، جس رضا مندی کا وہ زور وشور سے بحث مباحثے میں اظہار کرتے ہیں۔ اگر ایسے شخص کی بیوی دوسری مرتبہ بھی بچی کو جنم دے دے تو اس کی تنگ دلی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور اگر تیسری مرتبہ بھی وہ بچی ہی کو جنم دے تو وہ اس کو طلاق کی دھمکی بھی دے دیتا ہے۔

یقین سازی کے ذرائع:

یقین سازی کے ذرائع وہ مصادر اور مراجع ہوتے ہیں، جن سے انسان اپنی معلومات اخذ کرتا ہے۔ ان میں سرفہرست وہ ماحول ہوتا ہے، جس میں وہ پرورش پاتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ عمر جتنی کچی ہوگی، یقین سازی اتنی ہی جلد ہوگی، کیوں کہ ایسا فرد اپنی عقلِ مُدرک کے ساتھ معلومات اخذ کرتا ہے، وہ ان میں زیادہ غور وفکر نہیں کرتا اور ان کو لاشعور کے علاقے میں داخل کر دیتا ہے، تاکہ بار بار گزرنے کی وجہ سے یہ معلومات وہاں راسخ ہو جائیں۔

یہ ایک پہلو ہے۔ دوسری طرف ماں باپ ہی بچوں کے لیے نمونہ اور آئیڈیل ہوتے ہیں، چنانچہ ماں باپ کی تربیت یقین سازی کا ایک اہم عامل ہے، بچپن سے اپنے گھر میں جو وہ دیکھتا ہے، ماں باپ کے زندگی کے معاملات کے سلجھانے کے طریقے کو دیکھتا ہے، ان کی دل چسپیوں کا مشاہدہ کرتا ہے، ان کے دیگر لوگوں کے ساتھ برتاؤ کو دیکھتا ہے، یہ تمام اشیا انسان کے اندر یقین سازی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔

یقین سازی کا دوسرا عامل:

مختلف ذرائع ابلاغ، بالخصوص ٹیلی ویژن انسان کے اندر رجحان اور یقین سازی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے، خواہ یہ صحیح ہو یا غلط۔ اس ڈیوائس پر صبح و شام تکرار کے ساتھ جو فلمیں ڈرامے، سیریز اور اشتہارات دکھائے جاتے ہیں، ان کا انسان کے اندر صحیح یا غلط یقین تشکیل دینے میں بہت بڑا کردار ہے، بالخصوص بچوں میں سکرین پر جو تصویریں دکھائی جاتی ہیں، ان کی لاشعور پر براہِ راست اثر انداز ہوتی ہے، عقلِ مُدرک یا شعور بالعموم ان کو سوچ بنا گزرنے نہیں دیتا۔

دوسری طرف اگر اس ڈیوائس کو صحیح افکار کی ترویج کے لیے کنٹرولڈ اور صحیح راہ پر گامزن کر کے استعمال کیا جائے تو فرد اور معاسرے کے اندر صحیح یقین سازی میں اس کا بڑا زبردست کردار ہو سکتا ہے۔

یقین سازی کا تیسرا عامل:

یقین سازی کا تیسرا بڑا عامل سکول ہے، جہاں افکار، اقدار، دل چسپیوں اور تصورات کی تبلیغ کی جاتی ہے، سکول کے ساتھ ہی فرد کا ذاتی ماحول بھی اہم عامل ہے، جس میں اس کے دوست ہمسائے اور رشتے دار شامل ہوتے ہیں، اسی طرح علوم و معارف کے دیگر وسائل جیسے کتابیں، اخبارات و رسائل، کمپیوٹر اور کھیلیں وغیرہ۔ یہ تمام عوامل صحیح یا غلط یقین کی تشکیل کے اہم عوامل شمار ہوتے ہیں۔ جو ان عوامل کے اثرات کے اعتبار سے جن کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ہر فرد کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

دل چسپی، تصورات اور پھر رویے میں درست تبدیلی لانے کے لیے ضروری ہے کہ لاشعور کے علاقے کو از سر نو تعمیر کیا جائے اور غلط یقین کو صحیح

یقین میں تبدیل کیا جائے، جس کے سرچشمے سے انسان کی زندگی میں رونما ہونے والے خیالات، دلچسپیاں اور خودکار افعال پھوٹیں۔

دوسرا محور...... دل:

سوچ اور فکر کی اہمیت کے ساتھ، جو رویے کے بنیادی مرکز اور قاعدے کی حیثیت رکھتی ہے، دل میں رضا مندی اور مثبت جواب اور ردِ عمل کا پیدا ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ افکار عقل کی قید میں بند رہیں گے اور ایسا شخص اپنے نظریے اور کردار میں تضاد کا شکار رہے گا۔

اسی طرح ہم ایسی چیزوں کو بھی نہیں چھوڑ سکتے، جن کے ساتھ ہماری زندگی پر خطرناک اثرات کا ہمیں پورا یقین ہوتا ہے، اس کا سبب صرف دلی ارادے کی کمزوری اور نفس کے سامنے شکست خوردگی کا رویہ ہوتا ہے۔

اگرچہ عقل رویے کا پہلا محرک ہے، لیکن اعضا کو عملی جامہ پہنانے کا حکم بہرحال دل ہی دیتا ہے۔ انسان کا دل تمام اعضا بدن پر حکمران ہوتا ہے، انسان جو بھی اختیاری فعل کرتا ہے، اس کو عملی جامہ پہنانا دل کی اجازت کا مرہونِ منت اور اس کی موافقت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

”یاد رہے! جسم میں ایک ٹکڑا (پرزہ) ہے اگر وہ صحیح رہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے، اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم ہی خراب ہو جاتا ہے، یاد رہے! وہ دل ہے۔“ (متفق علیہ)

چنانچہ ہر فعل سے پہلے جو بندہ کرتا ہے، ایمان اور خواہش کے درمیان ہاتھا پائی ہوتی ہے، جو ان دونوں میں زیادہ طاقت ور ہو، وہ سرفراز ہو جاتا ہے اور

دل کے ارادے پر غالب آجاتا ہے، اس کے بعد فعل اس کا نصیب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [القصص: ٥٠]

''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لیجیے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بلاشبہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

انسان کے احساسات اور دل پر جس قدر ایمان باللہ کا غلبہ ہوگا، اسی قدر اس کا عکس اس کے اچھے رویے اور نیک عملوں کی صورت میں ہوگا اور جس قدر ان احساسات پر ہوا وحرص کی حکمرانی ہوگی اسی قدر نافرمانیاں اور غفلتیں ہوں گی۔

4 اصلاح کی جانب اقدامات

1. دنیا کی زندگی کی حقیقت کا ادراک، یہ دنیا فانی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر باقی رہنے والا اور دیرپا ہے۔
2. دین اور اس میں موجود بھلائی اور جامعیت کی پہچان، تاکہ ہر زمان و مکان میں انسان اس دین پر فخر کرے اور سینہ پھیلا کر چلے۔
3. ہر جگہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا ادراک اور یہ یقینِ کامل کہ انسان کے ساتھ ہر وقت دو فرشتے ہوتے ہیں، جو اس کے تمام اعمال درج کرتے ہیں۔
4. اس سے پہلے کہ آپ کا حساب شروع ہو جائے، اپنے نفس کا محاسبہ کر

لیں، اللہ تعالیٰ سے حساب میں آسانی کی دعا کرتے رہا کریں اور ہر وقت تیار رہیں یہ نہ ہو کہ آپ ان لوگوں کی قطار میں جا کھڑے ہوں جن کا اللہ تعالیٰ روزِ قیامت کڑا حساب لے گا اور ان کو سخت ترین سزا دے گا۔

5 چند لمحات میرے ساتھ گزاریں

اب علاحدگی میں اپنے نفس کے ساتھ چند لمحات گزاریں اور اس سے یہ سوالات پوچھیں، ہر سوال پر تھوڑا سا توقف کریں اور اس کا اپنے نفس سے جواب طلب کریں۔

- کیا آپ اکثر اوقات تنگ دلی یا بدمزاجی محسوس کرتے ہیں؟
- کیا آپ نے کبھی اس تنگ دلی کا سبب دریافت کرنے کی کوشش کی ہے؟
- کیا آپ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو ہر وقت پریشان رہتے ہیں اور اطمینان محسوس نہیں کرتے؟
- کیا آپ نے کبھی کسی بھی طریقے سے اس تنگ دلی سے نجات پانے کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش کس حد تک کامیاب ہوئی ہے؟
- کیا آپ ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کو خوش رکھیں اور ان کی نگاہ اس بات سے قطع نظر کہ ان کے رجحانات اچھے ہیں یا برے؟
- کیا آپ نے کبھی سوچا ہے یا اپنے نفس سے سوال کیا ہے کہ کیا میں نے اپنے رب کو اپنے آپ سے راضی کیا ہے؟
- کیا قرآن کریم کی تلاوت کے وقت آپ کی تنگ دلی زائل ہوتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ [العنكبوت: ٤٥]

''(اے نبی!) اس کتاب کی تلاوت کیجیے جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کیجیے، یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور بلاشبہ اللہ کا ذکر تو سب سے بڑی چیز ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

پریشانی، تنگ دلی، بدمزاجی، اکتاہٹ وغیرہ وغیرہ۔

- کیا آپ جانتے ہیں کہ ان تمام حالتوں کا کیا سبب اور ان احساسات کا کیا منبع ہے؟
- کیا آپ نے کبھی یہ آیت تلاوت کی ہے اور اس کو گہرائی تک محسوس کیا ہے:

﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی﴾ [طه: ١٢٤]

''اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو بلاشبہ اس کے لیے گزران تنگ ہوگا اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

علمائے کرام نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ لفظ ﴿ضنك﴾ ض، ن، ک، پر مشتمل ہے، ''ض'' سے مراد ''ضیق'' (تنگ دلی) ''ن'' سے مراد ہے: ''نکد'' (بدمزاجی) اور ''ک'' سے مراد ہے: ''کدر'' (کبیدگی)۔

- کیا آپ سعادت اور خوش گواری کے متلاشی ہیں؟
- کیا آپ نے تنگ دلی سے نجات پانے کا ارادہ کر لیا ہے؟

- آپ اس کے لیے کون سا طریقہ استعمال کریں گے؟
- اپنے نفس اور روح کی سنیں؟

ان دنوں نفسیاتی مریضوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ چکی ہے، نفسیاتی علاج گاہیں بہت زیادہ ہو چکی ہیں، اکتاہٹ کے سائے ہر طرف منڈلا رہے ہیں اور بعض لوگوں کی زندگی بے مقصد پھیکی اور ایمانی روح سے خالی اور مردہ ہو چکی ہے۔

- کیا آپ جانتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ انتہائی سادہ جواب ہے: دین سے دوری۔ اللہ کی قسم! اگر ہم ایک ایک قدم اسلام کی ہدایات کے مطابق اٹھاتے تو کبھی تنگ دلی کا شکار نہ ہوتے، کسی لمحے بھی کبیدہ فکر نہ ہوتے اور زندگی کے کسی لمحے میں بھی اکتاہٹ محسوس نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [الرعد: ۲۸]

''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں، آگاہ رہو! اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔''

اب کیا آپ نے صحیح راہ اور درست لائن کو پہچان لیا ہے؟

6 سیاہ چشمہ اتاریں اور مایوس نہ ہوں

- کمزوری کے لمحے میں انسان مایوسی کی زنجیروں کے سامنے بے دست و پا ہو جاتا ہے، ان زنجیروں کے سامنے سپر انداز ہو جانے کے چند اسباب ہوتے ہیں، جن میں سب سے بڑا سبب اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی اور یہ ناواقفیت ہوتی ہے کہ اس کو جو تکلیف پہنچی ہے یا جو اچھائی ملی ہے،

اس کی حکمت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، نیز انسان کی کسی بھی معاملے کے نتائج جاننے کی جلد بازی اس کو ناکامی کا احساس دلاتی ہے اور وہ ان زنجیروں کا قیدی بننا پسند کر لیتا ہے۔ مایوسی کے سامنے یہ شکست خوردگی اس کو ایسے خطرناک گڑھوں میں پھینک دیتی ہے جن سے اس کا بچ نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

- اپنی اندھیری کوٹھری سے باہر نکلیں، زندگی کی تروتازگی کے ساتھ ہاتھ ملائیں، کائنات کے حسن میں غوروفکر کریں اور یاد رکھیں افسردگی کے لمحات انتہائی کمزور ہوتے ہیں، سعادت کے لبوں سے جدا ہونے والی تکبیر کی صدائیں ان کو شکست دے دیں گی۔
- مایوس نہ ہوں! آپ بلند ارادے کے مالک ہیں۔
- مایوسی بیماری ہے! ایمان اس کا علاج ہے۔
- صبر کریں! صبر کرنا لازمی ہے۔
- قرآن نے اسی کی وصیت کی ہے۔
- اللہ کو غافل نہ سمجھیں! وہ بڑی وسعت والا اور بہت احسان کرنے والا ہے۔
- اگر آپ جانتے ہیں کہ آپ کا رب قادر ہے تو پھر تنگ دلی کیسی، اے انسان!
- مشکل سے گھبرائیں نہیں، ڈرنے کی ضرورت نہیں، اس کا سامنا کریں، ہر مشکل راہ بہادروں کے سامنے آسان ہو جاتی ہے۔
- ناممکن آخر کار ممکن ہو ہی جاتا ہے، خواہ وقت زیادہ لگ جائے۔
- علم نفس کو شرافت کی بلندیوں پر بٹھا دیتا ہے۔
- جہالت وہ غلام ہوتا ہے جو بے دست و پا ہوتا ہے۔

✿ بیٹو! آؤ، بلندیوں کے محلات تعمیر کریں اور اللہ رحمان ہماری کوششوں کو بابرکت بنائے۔

7 کہانی ...... یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اب محسوس کرتا ہوں کہ میں دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں، کیوں کہ ایک تو مجھے اللہ تعالیٰ نے مکمل شفا عطا فرمائی ہے اور دوسرے میں نے اپنے نفس میں کئی سالوں تک اٹھنے والی سرکش خواہش کو نکیل پہنا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَ بِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾

[یونس: ۵۷، ۵۸]

''اے لوگو! یقیناً تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نصیحت اور شفا، ان (بیماریوں) کے لیے جو سینوں میں ہیں اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آگئی ہے (اے نبی!) کہہ دیجیے: (یہ) اللہ کے فضل اوراس کی رحمت سے (نازل ہوا) ہے، لہٰذا (لوگوں کو) چاہیے کہ وہ اسی کے ساتھ خوش ہوں، یہ ان چیزوں سے بہت بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

میں بدقسمتی سے سکول داخل ہونے سے پہلے ہی زیادتی کا شکار ہوگیا، اس زیادتی نے مجھے بدکاری کے بدبودار جوہڑ میں دھکیل دیا اور میں اس علت کا شکار ہوگیا۔ میرے کئی لوگوں سے رابطے اور تعلقات قائم ہوئے، لیکن میں اپنے

آپ کو منحرف نہیں سمجھتا تھا۔ میں خیال کرتا تھا کہ یہ لڑکپن اور جوانی کا ایک مرحلہ ہے جو گزر جائے گا۔ میں نے ہر طرح کی بدفعلی کی اور کروائی، لیکن میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ میں مرد پسند ہوں۔

میں نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کیا، اس کے سامنے گڑگڑا کر دعائیں کرتا کہ وہ مجھ کو اس عادت سے نجات دے دے۔ میں رو رو کر نماز پڑھتا، یہاں تک کہ میں نے پورا قرآن کریم بھی ختم کر دیا۔

میں بسا اوقات کمزور ہو جاتا اور دوبارہ اس بدفعلی کا ارتکاب کر لیتا، لیکن میں مایوس نہ ہوا۔ نماز پڑھتا، استغفار کرتا اور آیندہ سے اس کام سے باز آنے کا عزم کرتا۔ گناہ کا احساس گہرا ہونے لگتا اور آہستہ آہستہ میری یہ عادت کمزور پڑنے لگ گئی۔

اس کے بعد میں نے شادی کر لی۔ میں سمجھتا تھا کہ شادی کے ساتھ ہی معاملات درست ہو جائیں گے، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ مجھے بیوی میں کوئی رغبت محسوس نہ ہوتی، میں نے پھر اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹایا جو مسبب الاسباب ہے، میں نے کہا: اے میرے رب: مجھے عورتوں میں قطعاً دل چسپی نہیں، لیکن میں نے صرف تیری رضا کے لیے شادی کی ہے، تاکہ میں تیری نافرمانی سے بچ جاؤں۔

سبحان اللہ! وہ اللہ کتنا سچا ہے، جو کہتا ہے:

''میں اپنے بندے کے اپنے بارے میں گمان کے قریب ہوتا ہوں،
لہٰذا وہ میرے بارے میں جو چاہے گمان کر لے۔''

اس کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مکمل طور پر اس مرض سے شفا دے دی۔ اب میری زندگی خوش گوار ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی عطا کیا ہے، جو

روزانہ قرآن کریم کے ایک پارے کی تلاوت، نیک لوگوں کی صحبت اور قیام اللیل کا سب سے بڑا محرک اور مددگار ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے ہمیشہ اس علت سے محفوظ رکھے، اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق دے اور امت کے تمام نوجوانوں کو اس مصیبت سے محفوظ رکھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ [یوسف: ۱۱۱]

''البتہ یقیناً ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے عبرت ہے۔''

قرآن کریم کی تاریخ کے بارے میں آیات عبرت حاصل کرنے کے لیے ہیں، اس لیے نہیں کہ ہم اس ماضی کے خیالات میں زندہ رہیں یا عظمتِ رفتہ کے گیت گاتے رہیں۔ کرنے کا کام صرف یہ ہے کہ جب ہمیں کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑے تو ماضی میں پناہ نہ ڈھونڈیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

''صلاح الدین ایوبی کو سویا ہوا ہی رہنے دو، اگر وہ حقیقت میں جاگ گیا تو تم اس کو قتل کر دو گے!''

4 فصل:

نوخیزی (Teenage) اور اس کے درپیش مسائل

اس فصل میں درج ذیل امور زیرِ بحث آئیں گے:

1. نوخیزی کا مفہوم۔
2. نوخیزی کے مراحل۔
3. نوخیزی کے مرحلے کے آغاز کی علامات۔
4. نوخیزی کی پریشانیاں۔
5. نوخیزی کی پریشانیوں کا علاج۔
6. نوخیزی کے مرحلے کے ساتھ برتاؤ۔
7. نوخیز کی تیاری۔

انسان جن مختلف مراحل اور اطوار سے گزرتا ہے، ان میں سے خطرناک ترین مرحلہ نوخیزی کا مرحلہ شمار کیا جاتا ہے، جو مسلسل جدت اور انسانی پختگی کی طرف سفر سے عبارت ہے۔

اس مرحلے میں جو انسان کو بچپن کے مرحلے سے ذہنی پختگی کی عمر میں داخل کر دیتا ہے، خطرے کا مقام وہ تبدیلیاں ہیں جو جسمانی، عقلی، معاشرتی، انفعالی، دینی اور اخلاقی نمو کے مختلف مظاہر میں رونما ہوتی ہے، اس مرحلے میں انسان مختلف داخلی اور خارجی کشمکشوں کا سامنا کرتا ہے۔

(1) نوخیزی کا مفہوم

نوخیزی عمر کے لیے عربی زبان میں "المراھقة" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو "راھق" فعل کا مصدر ہے، جس کا معنی ہوتا ہے: کسی چیز کے قریب ہونا۔ عربی میں کہا جاتا ہے "راھق الغلام"، یعنی لڑکا احتلام اور بلوغت کے قریب ہو گیا۔ یہاں یہ معنی پختہ عقلی اور سمجھ داری کے قریب ہونے کے لمحے پر دلالت کرتا ہے۔

نفسیات کی روشنی میں "مراھق" یعنی نوخیز سے مراد ہے: جسمانی، عقلی، معاشرتی اور نفسیاتی پختگی کے قریب ہونا۔

بلوغت اور نوخیزی (Teenage) میں فرق ہے۔ بلوغت کا مطلب ہے: نوخیز کا انزال کی صلاحیت تک پہنچ جانا، اس کے جنسی غدودوں کی نشوونما مکمل ہو جاتی ہے اور اس کا جنسی نظام جنسی فعل کرنے کے لیے مکمل طور پر تیار ہو جاتا ہے، لیکن نوخیزی کا لفظ جسمانی، عقلی، معاشرتی اور نفسیاتی پختگی کی طرف بتدریج سفر کی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہ انتقالِ مرحلہ اس کے جسم، عقل اور وجدان میں نمو اور تبدیلی کی شکل اختیار کرتا ہے۔

اختصار کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آتش فشاں قسم کی نمو ہوتی ہے کہ جسم اندر سے کیمیائی، ذہنی اور انفعالی طور پر اور اعضا کے افعال اور ہارمونز کے اعتبار سے اور اس کے ساتھ ساتھ اندرونی اور بیرونی طور سے عضوی نشوونما پا رہا ہوتا ہے۔

(2) نوخیزی کے مراحل

نوخیزی کے مرحلے کی زمانی مدت ہر معاشرے کے اعتبار سے مختلف ہے، کچھ معاشروں میں یہ دورانیہ مختصر ہوتا ہے اور کچھ میں طویل۔ اس لیے

نفسیات دانوں نے اس کو درج ذیل تین مراحل میں تقسیم کیا ہے:

1 ابتدائی نوخیزی:

11 سے لے کر 14 سال تک کا دورانیہ۔

اس دورانیے میں بڑی تیز حیاتیاتی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

2 درمیانی نوخیزی:

14 سے لے کر 18 تک کا دورانیہ۔

یہ حیاتیاتی تبدیلیوں کی تکمیل کا مرحلہ ہے۔

3 آخری نوخیزی:

18 سال سے لے کر 21 سال تک دورانیہ۔

اس مرحلے میں نوجوان لڑکا یا دوشیزہ اپنے سراپے اور برتاؤ کے لحاظ سے سمجھ دار انسان بن جاتا ہے۔

اس تقسیم سے واضح ہوتا ہے کہ نوخیزی کا مرحلہ ایک انسان کی عمر کے تقریباً دس سالوں پر محیط ہوتا ہے۔

3 نوخیزی کے آغاز کی علامات

عمومی طور پر ایک نوخیزی پر تین طرح کی حیاتیاتی تبدیلیاں یا علامتیں طاری ہوتی ہیں، جو اس طرح ہیں:

1 جسمانی نمو:

نوخیز کا وزن اور قد بڑی تیزی سے بڑھ جاتا ہے۔ تاہم مذکر اور مونث

کے لحاظ سے اس نشوونما کا تناسب مختلف ہوتا ہے۔

2 جنسی پختگی:

لڑکیوں میں جنسی پختگی کی علامت ماہواری کا آنا ہوتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ثانوی جنسی خصوصیات بھی ضرور ظاہر ہوں۔ مثلاً: پستانوں کی نشوونما، بغلوں کے اندر اور اعضائے تناسلیہ کے اِردگرد بالوں کا اُگنا۔

لڑکوں میں جنسی پختگی کی پہلی علامت خصیوں کا بڑا ہو جانا، اس کے ساتھ جنسی اعضا کے اردگرد بالوں کا اُگنا اور عضوِ تناسل کے حجم میں اضافہ۔

لڑکیوں میں تقریباً تیرہ سال کے عمر کے نزدیک ماہواری شروع ہو جاتی ہیں اور لڑکوں میں عموماً پندرہ سال کی عمر میں پہلا انزال ہوتا ہے۔

3 نفسیاتی تبدیلی:

نوخیزی کے مرحلے میں ہارمونز کی تبدیلیوں اور جسمانی تغیرات کا نوخیز کی ذاتی صورت، مزاج اور معاشرتی تعلقات پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ عورتوں میں ماہواری کا شروع ہونا ممکن ہے اس کا کوئی پیچیدہ ردِعمل ظاہر ہو، جو خوف، جھنجلاہٹ اور ناگہانی صورتِ حال کے ملے جلے احساسات سے عبارت ہو، بلکہ بسا اوقات یہ مسرت بھرا احساس بھی ہوسکتا ہے اور یہی احساس لڑکوں میں بھی پہلے انزال کے وقت ہوسکتا ہے، یعنی مثبت اور منفی احساسات سے ملا جلا شعور۔

تاہم اکثر لڑکوں کو اس کے بارے میں پہلے سے علم ہوتا ہے اور لڑکیاں عموماً اکثر ماؤں سے اس سلسلے میں بات چیت کرتی ہیں اور ان سے معلومات حاصل کر لیتی ہیں۔ یہ موضوع کے متعلق موجود لٹریچر سے استفادہ کرتی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرحمان عیسوی کہتا ہے:

"نوخیزی کا مرحلہ ہر فرد، جغرافیائی علاقے اور خاندان ونسل کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، اسی طرح یہ ان تہذیبی اطوار کے اعتبار سے بھی علاحدہ ہوتا ہے، جن کے سائے میں کوئی نوخیز تربیت پاتا ہے، مثلاً: دیہات کے ماحول میں تربیت پانے والے افراو کا یہ مرحلہ شہروں میں زندگی گزارنے والے افراد کے اس مرحلے سے مختلف ہوتا ہے، ایسے ہی قدیم معاشرے کے باشندوں کا یہ مرحلہ جدید معاشروں کے باشندوں سے مختلف ہے۔ چونکہ اس مرحلے میں جنسی نشوونما ہوتی ہے، تاہم یہ ضروری نہیں کہ یہ نشو ونمو نوخیزوں کے لیے ضرور پریشانیوں اور بحرانوں کو جنم دے۔

تجربات بتاتے ہیں کہ جدید معاشرتی نظام، جن کے سائے میں نوخیز تربیت پاتا ہے، وہی اس کے لیے کسی پریشانی یا بحران کے پیدا ہونے کا سبب بنتے ہیں۔ مغربی معاشروں میں نوخیزی کی پریشانیاں مشرقی اور اسلامی معاشروں کی نسبت بہت زیادہ ہیں، وہاں نوخیزی کی کئی مشکلیں ہیں۔ مثلاً:

1 صحیح سالم نوخیزی: جو ہر طرح کی پریشانیوں اور مشکلات سے خالی ہو۔

2 انخلا پر مبنی نوخیزی: اس میں یوں ہوتا ہے کہ نوخیز خاندان اور دوستوں کی صحبت سے نکلنا شروع کر دیتا ہے، وہ علاحدگی اور خلوت کو ترجیح دیتا ہے تنہائی پسند ہو جاتا ہے اور اپنی ذات اور پریشانیوں کو اکیلا ہی حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

3 جارحانہ نوخیزی: اس طرز کی نوخیزی کا رویہ اپنی ذات، دوسرے لوگوں اور چیزوں کے متعلق جارحیت پسند ہوتا ہے۔

4 اس مرحلے میں والدین کو بچوں کی جانب سے پیش آمدہ اہم مشکلات

والدین کو یہ زائد از ضرورت خدشہ رہتا ہے کہ بچے کہیں برے دوستوں کی صحبت کا شکار نہ ہو جائیں، وہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کے پاس ابھی زندگی کا کچھ زیادہ تجربہ نہیں ہوتا یا وہ بہت زیادہ سرکش ہوتے ہیں۔ ہر نصیحت کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں، وہ بہت جوشیلے اور عاقبت نااندیش ہوتے ہیں، اس لیے صحیح اور غلط کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، بہت زیادہ آزادی اور خود مختاری کا مطالبہ کرتے ہیں، اپنی مخصوص دنیا میں جیتے ہیں اور مختلف ذرائع استعمال کر کے باپوں سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نوخیز کی زندگی کی نمایاں پریشانیاں اور اخلاقی چیلنجز

1 داخلی کشمکش:

ایک نوخیز کئی طرح کی اندرونی کشمکشوں کا شکار رہتا ہے۔ خاندان سے علاحدگی اور اپنی خود مختاری کے درمیان کشمکش بچپن کے اثرات اور مردانگی یا نسوانیت کے تقاضوں کے درمیان کشمکش بلند آرزوؤں اور اپنے رویے اور عمل میں واضح تقصیر کے درمیان کشمکش۔

2 تنہائی کا احساس اور سرکشی:

نوخیز شکوہ کرتا ہے کہ اس کے ماں باپ اس کو سمجھتے نہیں، اس لیے وہ اپنی انفرادیت اور امتیازی حیثیت کو ثابت کرنے کے لیے اپنے والدین کی

خواہشات، اقدار اور خیالات سے نکلنے اور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔

3 شرمندگی اور تنہائی پسندی:

بہت زیادہ لاڈ پیار یا بہت زیادہ سختی: یہ دونوں ہی رویے نوخیز میں اپنی پریشانیوں کے حل کے لیے دوسروں پر اعتماد کرنے کا شعور پیدا کر دیتے ہیں، لیکن اس مرحلے کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ فرد خاندان سے علاحدہ ہو کر اپنی ذات پر اعتماد کرے، چنانچہ اس کے اندر کشمکش کی شدت بڑھ جاتی ہے اور وہ معاشرتی دنیا سے کنارہ کشی ہو کر اپنی ہی ذات تک محدود ہو جاتا ہے، تنہائی پسند اور شرمیلا بن جاتا ہے۔

4 جھنجھلاہٹ بھرا رویہ:

اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ نوخیز عمومی مفادات کے بجائے اپنے ذاتی مفادات اور مقاصد کے حصول کی خواہش رکھتا ہے، لہٰذا وہ کبھی چیختا چلاتا ہے، کبھی گالیاں نکالتا ہے، کبھی چوری کرتا ہے، چھوٹوں کو لاتیں مارتا ہے، بڑوں سے جھگڑتا ہے، چیزیں خراب کرتا ہے، معمولی معمولی باتوں پر جھگڑتا ہے، پریشانیوں کو مول لیتا ہے، اجازت کے حق کو پامال کرتا ہے اور دوسروں کے احساسات کا بالکل خیال نہیں کرتا۔

5 جارحیت، غصہ اور تنگ مزاجی:

نوخیز جارحیت اور سخت مزاجی پر مبنی برتاؤ کرتا ہے، وہ طاقت اور تشدد کے بل بوتے پر اپنے حق کا مطالبہ کرتا ہے، وہ اس قدر تناؤ کا شکار ہوتا ہے کہ اپنے اردگرد کے افراد کے لیے بہت زیادہ پریشانی کا باعث بن جاتا ہے۔

ڈاکٹر احمد مجدوب نوخیزی کے مراحل اور اس کی خصوصیات کی وضاحت

کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اس مرحلے میں فرد خیالات میں ڈوبا رہتا ہے، جنسی کہانیاں، جاسوسی ناول اور جرم وسزا کے موضوع پر افسانے اس کے زیرِ مطالعہ رہتے ہیں، وہ جاگتی آنکھوں کے ساتھ خواب دیکھتا رہتا ہے۔ پہلی نظر کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے، مہم جوئی، خطروں سے کھیلنا اور اپنے محبوب آئیڈیلز کی نقل اتارنا اس کا مشغلہ ہوتا ہے، اسی طرح وہ نشوونما کے امراض کا بھی شکار رہتا ہے۔''

ڈاکٹر مجدوب، ماہر معاشرتی امور، اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ اس مرحلے میں بعض پریشانیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں، جیسے: جنسی انحراف، ہم جنس پسندی، ماحول کے ساتھ عدمِ مطابقت، اسی طرح زیادتی، چوری اور بھاگنے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انحرافات۔

ڈاکٹر صاحب وضاحت کرتے ہیں کہ یہ انحرافات نوخیز کے گھر اور سکول میں شفقت، پیار، محبت، نگرانی سے محرومی، خواہشات کی ناآسودگی اور دینی راہنمائی کی کمی کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔

نوخیزی کا مرحلہ اپنی خصوصیات اور نتائج کے اعتبار سے ایک خطرناک موڑ ہوتا ہے جس سے ایک نوجوان کو گزرنا پڑتا ہے۔ یہ وہ سب سے بڑی پھسلن ہے، اگر اس کو راہنمائی اور توجہ نہ ملے تو اس کا قدم پھسل سکتا ہے۔

5 نوخیز کی مشکلات کے حل کے طریقے

ماہرین معاشرتی امور، نفسیات دانوں اور تعلیم وتربیت سے وابستہ افراد کا اتفاق ہے کہ نوخیز کو ان منظّم مباحثوں میں شریک کرنا ازبس ضروری ہے، جو اس کی پریشانیوں کے حل پر بحث کے لیے منعقد کیے جاتے ہیں، اس کو اپنی

پریشانیاں پیش کرنے کی عادت ڈالی جائے، وہ بڑوں کے ساتھ اعتماد اور صاف گوئی کے ساتھ بحث کرے۔

نیز اس کو علمی اور موضوعاتی تدریس کے ذریعے جنسی تعلیم دی جائے، تاکہ وہ جہالت، بربادی، یا ورغلانے کا شکار نہ ہو جائے۔

سائنسی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ عالمِ عرب میں نوخیزوں کی 80 فی صد پریشانیاں صرف اس وجہ سے ہیں کہ بچوں کے سرپرست ان کو اپنی آرا، روایات اور معاشرتی اقدار کے مطابق چلانے کی براہِ راست کوشش کرتے ہیں۔

اسی طرح نفسیات کی تحقیقات میں جدید رجحانات کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ اس عمر میں توجہ سے سننا اور سخن وسماعت کے ساتھ رشتہ استوار رکھنا ہی نوخیزوں کی پریشانیوں کا حل ہے۔

ذات پر اعتماد آمرانہ اور ناصحانہ انداز کے درمیان توازن پیدا کرنا اور اس کو دوستی، خیرخواہی اور تبادلۂ افکار کی صورت میں تبدیل کر دینا، اپنے اور اس کے درمیان دوستی کا پل تعمیر کرنا، تاکہ دوست اور بھائی کی زبان میں اس تک تجربات منتقل کیے جائیں، نہ کہ سرپرست کی زبان میں۔

اس عمر میں باپوں اور بیٹوں کے درمیان گہرا تعلق پیدا کرنے کا یہ سب سے بہترین طریقہ ہے۔

GSSW امریکن سکول فار سوشل سٹڈیز نے 400 بچوں پر ایک تحقیق کی، جن کی عمریں بالترتیب 18,15,9,5 اور 21 سال کے درمیان تھیں۔ اس تحقیق نے ثابت کیا کہ ایسے گھرانوں میں تربیت پانے والے نوخیز بڑے مضبوط اور گہرے روابط رکھتے ہیں، جن کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ ربط و تعلق

رکھتے ہیں، خاندانی مجالس میں فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں اور گھر کے تمام افراد ایک دوسرے کے معاملات میں دل چسپی لیتے ہیں، وہ کم دباؤ کا شکار ہوتے ہیں، زندگی، اس کے معاملات اور پریشانیوں کو زیادہ مثبت نظر سے دیکھتے ہیں، جب کہ دوسرے لوگ نفسیاتی دباؤ اور افسردگی کا شکار رہتے ہیں۔

6 نوخیزی کے مرحلے کے ساتھ کس طرح پیش آیا جائے؟

گزشتہ صفحات میں ہم نے اس موضوع کے کئی پہلوؤں پر بحث کی ہے، اب باقی پہلوؤں کو ذکر کیا جاتا ہے:

اسلام نے اس مرحلے کا کس طرح حل پیش کیا ہے؟ ڈاکٹر احمد مجدوب اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

''رسول کریم ﷺ نے تمام لوگوں سے پہلے اس معاملے پر توجہ فرمائی، جو آپ ﷺ کے اس حکم سے ظاہر ہوتی ہے:

> ''اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کی تعلیم دو، دس سال کی عمر میں (اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو) انھیں اس کی وجہ سے مارو اور ان کے بستروں کو علاحدہ علاحدہ کر دو۔''

ڈاکٹر مجدوب دلیل کے طور پر اس تحقیق کو پیش کرتے ہیں جو ایک امریکی سائنس دان الفریڈ کانسی نے امریکیوں کے ہاں جنسی رویے کے عنوان سے پیش کی، اس نے اپنی یہ تحقیق زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے 2 ہزار امریکی شہریوں پر کی، اس تحقیق کے مطابق 22 فی صد لوگوں نے پہلے جنسی تجربے کے سوال کے جواب میں کہا کہ ان کا پہلا جنسی تجربہ 10 سال کی عمر میں تھا اور یہ بھائی، بہن یا ماں کے ساتھ تھا۔

یہ تحقیق جو چالیس کی دہائی کے آغاز میں کی گئی، اس نے یہ نتیجہ پیش کیا کہ لڑکے اور لڑکی میں جنس کی ابتدائی اور خام علامات 10 سال کی عمر میں شروع ہو جاتی ہیں۔

ڈاکٹر مجدوب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے الیفریڈ کانسی سے 14 صدیاں پہلے ثابت کر دیا ہے!

لیکن ہم اپنے دین کی تعلیمات سے اچھی طرح واقفیت حاصل نہیں کرتے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے 200 نمونوں کی فیلڈ سٹڈی کی، جس کے نتائج سے ثابت ہوا کہ محارم (جن کے ساتھ نکاح حرام ہوتا ہے) کے ساتھ زنا کا سبب، جو افسوس کی بات ہے کہ ہمارے معاشروں میں عام ہوتا جا رہا ہے، ایک ہی بستر پر بہن یا ماں کے ساتھ سونا تھا۔ اسی انجام سے خبردار کرنے کے لیے رسول کریم ﷺ نے اپنے اس فرمان میں حکم دیا ہے کہ ان کے بستروں کو الگ کر دو۔

ایک عربی ملک کے مردم شماری کے ادارے کی جانب سے صادر ہونے والی رپورٹ کے مطابق 20 فی صد ایسے خاندان ہیں جو ایک کمرے کے گھر میں رہتے ہیں اور ان کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ سوتے ہیں!

تاہم محارم کے ساتھ زنا کا ایک اہم سبب انتہائی زیادہ جہالت اور بے دینی بھی ہے۔

مردم شماری کی آخری رپورٹ کے مطابق 35 سال تک 9 ملین کنوارے لڑکے اور لڑکیاں ہیں جو شادی کی طاقت نہیں رکھتیں اور 9 ملین دوسرے ہیں جو 35 سال سے زیادہ ہو چکے ہیں اور ان کے ہاتھ سے شادی کی گاڑی چھوٹ چکی ہے۔

اسلام نے کئی ایک نشانات پیش کیے ہیں، جو نوخیزی کے مرحلے کو انضباط میں لانے کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، جیسے: فرماں برداری، یعنی اللہ تعالیٰ اس کے رسول، والدین اور جو ان کے حکم میں داخل ہیں ان کی فرماں برداری کرنا۔ قرآن کریم نے یہ مفہوم حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وصیت میں بڑی تاکید کے ساتھ پیش کیا ہے، وہ اس کو نصیحت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے:

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان: ۱۳]

''اور (یاد کریں) جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا: اے میرے پیارے بیٹے! تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، بے شک شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔''

نیکوں کی اقتدا، جن کی اقتدا کرنی چاہیے، میں سرِفہرست رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع ہمارے دینِ حنیف کا اصل اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ [الأحزاب: ۲۱]

''یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملاقات) اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔''

ڈاکٹر محمد سمیر عبدالفتاح (پروفیسر نفسیات، صدر مرکز نفسیاتی بحوث، منیا یونیورسٹی) کا کہنا ہے کہ نوخیز کو ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے، جو اس کی نفسیاتی

حالت سمجھ سکے اور اس کی جسمانی ضروریات کا خیال رکھے، اس لیے اس کو ایک پختہ کار دوست کی ضرورت ہوتی ہے جو سمجھ کر، شفقت بھرے انداز میں اور وضاحت کے ساتھ اس کے سوالوں کے جواب دے۔ اس کی بات آخر تک دھیان کے ساتھ سنے، اس کو کاٹے، نہ مذاق کرے اور نہ شک ہی کرے، اس کو درحقیقت دوست ماں اور سمجھنے والے باپ کی ضرورت ہوتی ہے۔

ڈاکٹر سمیر عبدالفتاح (ماہر نفسیات) سرپرستوں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ نوخیز کی زندگی کی پروگرامنگ کرنے کی کوشش ترک کر دیں اور اس کے بدلے میں مکالمہ پیش کریں، لیکن صبر کا دامن نہ چھوڑیں، اس کی خود مختاری اور سوچ کا احترام کریں، اس کے ساتھ اس طرح برتاؤ کریں، جیسے وہ کوئی بڑا شخص ہے بچہ نہیں، اس کے ساتھ اس کو زیادہ شفقت اور توجہ کا مرکز بنائیں۔

اس مرحلے کو سمجھنے میں والدین کی معاونت کے لیے نفسیات دانوں نے نمو کے فرائض متعین کیے ہیں، جو اس مرحلے سے اس کے بعد والے مرحلے میں منتقل ہوتے وقت پیدا ہونے چاہئیں، وہ حسبِ ذیل ہیں:

1. ہم عمر دوستوں کے ساتھ پختہ تعلقات کی ایک نئی نوع کا آغاز۔
2. دین اور معاشرے کی نگاہ میں دونوں جنسوں کا مرد یا عورت ہونے کے اعتبار سے اپنا اپنا کردار قبول کرنا۔
3. فرد کا اپنے جسم کو قبول کرنا اور اس کا صحیح اور صالح استعمال کرنا۔
4. والدین اور دیگر بڑوں سے انفعالی اور جذباتی خود مختاری حاصل کرنا۔
5. پیشہ منتخب کرنا اور اس کے لیے ضروری تیاری کرنا۔
6. شادی اور متاہلانہ زندگی کے لیے تیاری کرنا۔

7. معاشرتی زندگی میں داخل ہونے کے لیے عقلی مہارتوں اور ضروری امور کو پروان چڑھانا۔
8. اخلاقی اور دینی اقدار کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا، جو اس کے کردار کی راہ متعین کریں۔
9. نوخیز یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس مرحلے میں پانچ عناصر کی ضرورت محسوس کرتا ہے، جو یہ ہیں:

① محبت اور امن کی ضرورت۔
② احترام کی ضرورت۔
③ اپنی ذات کو ثابت کرنے کی ضرورت۔
④ معاشرتی مقام کی ضرورت۔
⑤ مثبت راہنمائی کی ضرورت۔

7 نوخیز کی تیاری

نمو کے فرائض کو عملی جامہ پہنانے کے لیے، جو نفسیات دانوں نے متعین کیے ہیں، اس مرحلے میں نوخیز کی ضروریات کا خیال رکھنے کے لیے گھر والوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے نوخیز لڑکے اور لڑکی کو اس مرحلے میں داخل ہونے کے لیے تیار کریں، تاکہ وہ پریشانیوں کا سامنا کیے بغیر اس سے گزر جائے۔

1 مراہق (نوخیز) کو بتانا کہ وہ ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل ہو رہا ہے، وہ بچپن سے نکل کر ایک نئے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے، جس کا مطلب ہے وہ بڑا ہو گیا ہے اور اپنے تصرفات کا ذمے دار بن چکا ہے، اس کو تکلیف (شرعی احکام بجا لانے کی پابندی) کا مرحلہ کہا جاتا ہے،

کیوں کہ وہ اس عقلی اور نفسیاتی پختگی تک پہنچ چکا ہے، جو اس کو اپنے افعال اور اختیارات کے نتائج پر قادر اور ان کا ذمے دار بنا دیتا ہے۔

2 اس کو بتانا کہ اس کی نفسیات اور ڈھانچے میں جسمانی، جذباتی، عقلی اور معاشرتی تبدیلیاں رونما ہونے والی ہیں جو اس انقلاب کا نتیجہ ہیں، جو اس کے اندر اس کی زندگی کی ذمے داریوں میں تبدیلی لانے کے لیے اور اس کو اس کے لیے تیار کرنے کے لیے پیدا ہوتا ہے۔

وہ اب بچہ نہیں رہا جو کھیل کود میں مصروف رہتا ہے، بلکہ اس کا زندگی میں ایک کردار متعین ہو چکا ہے، اس لیے اس کا جنسِ مخالف کی جانب جذباتی لگاؤ اور رغبت کا احساس ضروری ہے کہ اسے کردار کو ادا کرنے کے لیے استعمال کیا جائے۔

جذباتی اور جنسی احساسات کوئی حقیر یا قابلِ نفرت چیز نہیں، کیوں کہ اس کا زمین کی آباد کاری، نسلِ انسان کی بقا اور اللہ تعالیٰ کے مقصود، خلافتِ انسان کی مطلب برآری میں اہم اور بنیادی کردار ہے۔

یہ بڑے بلند مرتبہ احساسات ہیں، اس جانب ان کو احسن انداز میں استعمال کیا جائے، اس لیے ضروری ہے کہ انسان ان احساسات کو عظیم سمجھے اور ان کو اس عظیم مقصد کی صحیح راہ پر گامزن کرے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ (جذبات) انسان میں رکھے ہیں۔

چنانچہ جب ہم کہتے ہیں کہ ان جذبات اور احساسات کی تسکین کا شرعی حل صرف شادی ہے تو ہم ان کی سیرابی اور درست روی کے لیے درست سمت کا تعین کرتے ہیں۔

3 نوخیز کو غسل، طہارت، نماز اور روزے کے احکام سکھائے جائیں، یہ اس کو

جنس کے متعلق اپنے سوالات پوچھنے کا موقع مہیا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے، تاکہ وہ بیرونی جانب سے یہ معلومات حاصل کرنے پر مجبور نہ ہو، جو ممکن ہے اس کے لیے نقصان دہ ہوں یا اس کی کسی غلط یا حرام کام کی طرف راہنمائی کر دیں۔

4 نوخیز جس پریشانی، اضطراب، سرکشی اور غصیلے پن سے گزر رہا ہوتا ہے، اس کو مکمل طور پر سمجھنا اور اس کے غصے کو فرو کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ مرحلہ بہت زیادہ حساس ہوتا ہے اور اس میں احساسات بہت زیادہ تیز ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے نوخیز ایسا شخص بن جاتا ہے، جس کو بہت جلد بھڑکایا جاتا ہے۔ اس لیے گھر والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے کے دل میں امن اور اطمینان کا احساس پیدا کریں، مثلاً: بعض اوقات یہ بات کہنا مفید ہوتا ہے کہ ''مجھے پتا ہے تمھارے بھائی تمھیں تنگ کرتے ہیں، میں بھی بسا اوقات تنگ آ جاتا ہوں، لیکن ایسے لگتا ہے کہ کوئی اور بات ہے جس نے تجھ کو کبیدہ خاطر اور غضب ناک کیا ہوا ہے، کیا تم اس کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہو۔'' کیوں کہ یہ بات نوخیز کو اپنے دل کی باتیں بیان کرنے کا حوصلہ دے گی۔

5 گھرانے میں مشورے کی روح کو رواج دینا، کیوں کہ یہ ماحول نوخیز کو یہ ادراک کروائے گا کہ دوسرے کی رائے بھی معتبر ہو سکتی ہے، جس کا احترام کرنا ضروری ہے، نیز یہ اس کو سکھائے گا کہ وہ اپنی رائے کو کس طرح منطقی اور عقلی انداز میں پیش کرے اور اس کو یہ بھی علم ہو جائے گا کہ کچھ امور دفاعی اور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، جن پر کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا،

مثلاً: دین، خاندانی مضبوطی، اخلاق اور اقدار۔

نوخیز کے ساتھ برتاؤ...... علم اور فن ہے:

معاشرتی امور کی ماہرہ ڈاکٹر منی یونس، سرپرستوں کے لیے اپنے نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے لیے عملی ہدایات اور علاج کا نسخہ پیش کرتے ہوئے کہتی ہے:

''کبھی دوسروں کے سامنے ان پر تنقید نہ کرو، جب وہ تمھارے ساتھ بات کر رہے ہوں تو بڑے توجہ اور دھیان کے ساتھ ان کی بات سنو، ان کی بات کو کاٹو، نہ ان کی رائے کو بچگانہ اور بے وقوفانہ ہی خیال کرو۔

''ان کو مخاطب کرتے وقت ایسے الفاظ استعمال نہ کرو جو حوصلہ شکنی یا مایوسی پر مبنی ہوں، مثلاً: مجھے علم ہے تمھیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا، تمھیں اپنی بات مکمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، جو ہوا مجھے یہی توقع تھی، اب میری بات توجہ کے ساتھ اور کاٹنے کے بغیر سن، میری بات سن اور مجھ سے بحث مت کر، بے وقوفی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، پھر غلطی کر دی! اوست، انا پرست، تم بچے ہو اور تم کو اپنے فائدہ کا کوئی علم نہیں۔

''اس کے عکس تحقیقات ثابت کرتی ہیں، تحسین آفرین کلمات ان بچوں کے پڑھائی کے لیول کو بڑھانے میں بڑا مفید ثابت ہوتے ہیں جو پڑھائی و توجہ میں مشکلات اور ترکیز کمی کا شکار ہوتے ہیں، مثلاً:

''ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ تیری محنت میں برکت ڈالے! بہت عمدہ خوب! شاباش! اب تمھاری پڑھائی میں بہت بہتری آئی ہے، تم نے جو کیا ہے وہی صحیح ہے، یہ بہترین طریقہ ہے، تمھارے افکار بہت عمدہ ہیں، زبردست کامیابی ہے،

تمھارے کپڑوں کا انتخاب کیا عمدہ ہے، مجھے تم پر فخر ہے، تم نے ذمے داری اٹھانے میں اپنی سچی رغبت کا احساس کر لیا ہے، مجھے تم پر اعتماد ہے، تم اس کام میں ماہر ہو............"

"جسمانی تعریف اور حوصلہ افزائی کے اسلوب اختیار کرنے پر زور دیں، جیسے: مسکراہٹ، سینے لگانا، ہاتھوں کو پکڑنا، کندھے پر تھپکی دینا، سر پر ہاتھ پھیرنا وغیرہ۔

سر پرستوں کو اپنی اولاد کے ساتھ نوخیزی کے مرحلے میں برتاؤ کرتے وقت کئی اصول اور عمومی ہدایات کو زیرِ نگاہ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے ڈاکٹر منی اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہتی ہے:

"اس کو بلوغت کے مرحلے کے لیے تیار کرنے پر توجہ دیں، اس کو وضاحت کے ساتھ سمجھائیں کہ یہ اس کی زندگی کے خوب صورت ترین لمحات ہیں۔

"طہارت و غسل اور نماز روزے کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان کریں، جب وہ آپ سے بات کر رہا ہو تو اس کی بات پر توجہ دیں اور اس کا احترام کریں، اس کے سراپے پر بھی توجہ دیں، لیکن اس کو انتخاب کی آزادی دیں، اس کے دوستوں کی مہمان نوازی کریں، ان کو قریب سے جاننے کی کوشش کریں اور ان کو بھر پور عزت اور احترام دیں۔"

آپ جو کام بھی کریں گے اس کی قیمت ضرور چکائیں گے۔

فرماں برادری کی قیمت:

پہلے شفقت ہے اور بعد میں راحت۔

نافرمانی کی قیمت:

پہلے لذت ہے اور بعد میں تکلیف، کبیدہ خاطری اور ندامت۔

باب 4

انحراف کے اسباب اور موانع (رکاوٹیں)

اس میں درج ذیل فصلیں ہیں:

1 انحراف کے اسباب۔

2 آپ کے بچوں کے دوست کیسے ہیں؟

3 جنسی تشدد اور انحراف کی وجہ سے لاحق ہونے والے امراض۔

4 علاج اور شفا۔

5 اختتام نصیحت۔

ہم بہت سارے معاملات میں اختلاف کر سکتے ہیں، لیکن ایک بات میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے اور وہ ہے اچھا اخلاق۔

((قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا)) ”لوگوں سے اچھی بات کہو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”اگر مجھ سے فرعون بھی کہے: ”بارك الله فيك“ تو میں اس سے بھی یہی کہوں گا: ”بارك الله فيك“

فصل 1

انحراف کے اسباب

اس فصل میں زیرِ نظر عنوانات پر مفصل گفتگو ہو گی:

1. خاندانی پریشانیاں۔
2. والدین کی مشغولیت۔
3. خراب ماحول۔
4. گاڑیوں کو بے مقصد گھمانا پھرانا (ون ویلنگ کرنا)
5. فرصت۔
6. ماں باپ کا درشت رویہ۔
7. تشدد اور جرم کے موضوع پر فلمیں۔
8. منشیات کی تجارت کا پھیلاؤ۔
9. بین الاقوامی سازشیں۔
10. ایک مبتلائے مصیبت کا خط۔
11. کہانی: میرے باپ نے مجھ سے غفلت برتی۔

یہ لعین آتش فشاں پھٹ چکا ہے، انحراف ہمارے اسلامی عربی اور مشرقی معاشرون پر حملہ آور ہو چکا ہے، اس کا حملہ صرف خیالی نہیں، بلکہ حقیقت کا روپ دھار چکا ہے، اس کا مقابلہ کرنے کے لیے مشترکہ جدوجہد کی ضرورت ہے، یہ نہیں کہ ہم تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہیں اور شتر مرغ کی طرح سر ریت میں دھنس لیں یا پھر وقتی حل اور سکون آور اشیا کا سہارا لیں جو کچھ مفید ثابت نہیں ہو سکتیں۔

اس باب میں ہم اس کے اسباب ذکر کریں گے، ڈرانے کے لیے نہیں، بلکہ اس کے خلاف مضبوط مورچے تیار کرنے کے لیے جو ہمیں اس کے شر سے محفوظ رکھیں۔

اس مصیبت اور بلا کا مقابلہ کرنے کے لیے، ہمیں سر دھڑ کی بازی لگانے کی ضرورت ہے۔ یہاں اس کے چند اسباب ذکر کیے جاتے ہیں:

1 خاندانی پریشانیاں

والدین کے درمیان جھگڑوں اور ناچاقی کا پیدا ہونا، باپ کا گھر سے باہر دوستوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا یا کاروباری سرگرمیوں میں مصروف رہنا، گھر اور بچوں کے امور کو نظر انداز کر دینا، گھروں میں اضطراب بے چینی اور بے قراری کا باعث بنتا ہے۔ بچے اس گھٹن زدہ ماحول سے بھاگ کر گلی محلوں یا مختلف گلیوں کا رخ کرتے ہیں، جہاں عموماً برے دوستوں کی صحبت مل جاتی ہے، جو نہی حالات

کا شکار ہو کر ان سے پہلے اس راستے کے مسافر بن چکے ہوتے ہیں۔

بالخصوص جب بچے کو ماں باپ میں سے کسی ایک طرف سے بھی خصوصی توجہ اور مکمل اہتمام نہ ملے، اگر کسی کی پہلی شادی کامیاب نہیں ہوتی اور وہ دوسری شادی کرتا ہے تو ایسی صورت میں دونوں میاں بیوی ایک دوسرے میں مگن ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے پہلے سے بچے ہوں تو وہ انحراف کا شکار ہو جاتے ہیں، کیوں کہ وہ توجہ اور پیار سے عموماً محروم ہو جاتے ہیں۔

2 والدین کی مشغولیت

پہلی حالت میں بہت سارے بچے بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں، کیوں کہ والدین ان کی تربیت سے غفلت برتتے ہیں، کبھی باپ موجود ہے، کبھی نہیں، کیوں کہ وہ اپنا اکثر وقت گھر سے باہر گزارتا ہے یا اپنے کاروبار میں مصروف رہتا ہے یا تعلیم و تربیت کی ذمے داری سے منہ چراتا ہے، ماں اکیلی تربیت کا کام نہیں کر سکتی، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچہ انحراف اور بدچلنی کی راہ پر چل نکلتا ہے، وہ خاندان کے کنٹرول سے باہر ہو جاتا ہے، دوستوں کے ساتھ واقفیت اس کو بعض اوقات نشے کا عادی بنا دیتی ہے یا پھر جنسی بے راہ روی کا شکار کر دیتی ہے۔

3 خراب ماحول

ماحول جتنا زیادہ راست رو، اقدار پسند، روایات کا پاس دار اور مضبوط و مربوط ہو گا، اتنا ہی اس کے افرادِ جنس کے خطرات سے محفوظ رہیں گے اور ان کے اعصاب و خیالات پرسکون رہیں گے، لیکن اگر ماحول اخلاق باختگی اور بے راہ روی

پر مشتمل ہو تو یقینی بات ہے کہ اس ماحول میں رہنے والے افراد بھی منحرف اور بے راہ رو ہوں گے، کیوں کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ الْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَ الَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ﴾

[الأعراف: ٥٨]

''اور جو ستھری زمین ہوتی ہے اس کی پیداوار اپنے رب کے حکم سے (خوب) نکلتی ہے اور جو خراب ہوتی ہے اس کی پیداوار ناقص ہی نکلتی ہے۔ اسی طرح ہم (اپنی) آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔''

غربت بھی افراد کے انحراف کا ایک سبب ہے، بالخصوص جدید دور میں نوجوان کے تقاضے بہت بڑھ چکے ہیں، وہ لباس، فیشن اور گاڑی وغیرہ میں اپنے دوستوں سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔

جوں ہی بچہ جوان ہوتا ہے، غربت کو اپنے اردگرد بسیرا کیے ہوئے دیکھتا ہے اور وہ روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے بھی ترستا ہے تو اس کے نفس میں سرکشی اور نفرت کی روح جوش کھانے لگتی ہے۔

اور وہ دوسروں بالخصوص مال داروں سے انتقام لینے کی خاطر، چوری چکاری اغوا اور جبر کی راہ پر چل نکلتا ہے، پھر ان سے جنم لینے والے دیگر جرائم، جیسے: زنا، بدفعلی اور منشیات کا عادی ہو جاتا ہے۔

جرم کے معاشرے مجرموں کو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا خوب موقع

مہیا کرتے ہیں، چنانچہ چھوٹے بچوں کی جب آنکھیں جرم اور ڈاکا زنی کے ماحول میں کھلتی ہیں تو وہ بڑوں کا طرزِ زندگی ہی اختیار کرتے ہیں۔

4 ون ویلنگ

گاڑیوں کو اپنے ہاتھوں پر نچانا اور انھیں ایک ٹائر پر گھمانا، ایک ایسا پرخطر کام ہے جو دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ ون ویلنگ کرنے والے کے لیے بھی موت کا پیغام لے کر آتا ہے۔

سامی حفظِ قرآن کا ایک بڑا ہونہار طالب علم تھا، اس کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سریلی آواز سے نوازا تھا اور وہ بڑے بڑے قرائے کرام کے انداز میں قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتا تھا، اس کی خواہش تھی کہ ایک دن وہ بھی ان کی طرح اپنا نام روشن کرے۔

ایک دن اس نے ہمارے ساتھ عصر کی نماز ادا کی اور نماز کے بعد میری اس کے ساتھ ملاقات ہوئی، یہ آخری ملاقات تھی۔ اسی دن عشا کی نماز کے بعد وہ اپنے دو بھائیوں کے ساتھ امتحانات کے نوٹس لینے کے لیے گیا کہ اچانک ایک عاقبت نااندیش نوجوان، جس کو دوسروں کی زندگیوں کی کوئی پروا نہیں تھی، اپنی گاڑی کو اڑاتا، بھگاتا اور نچاتا ہوا آیا اور نوجوانوں کی توجہ اور داد پانے کے لیے ان کے سامنے اپنی گاڑی کو گھمانے لگا۔

آن ہی آن میں سامی اس کی گاڑی کی زد میں آ گیا اور اس نے اس کو کچل کر رکھ دیا، وہ جو ابھی ایک لمحہ پہلے اپنے بھائیوں کے ساتھ مستِ خرام تھا، لقمہ اجل بن چکا تھا۔

اکیلا سامی ہی نہیں، احمد، عبداللہ، خالد اور نجانے کتنے نوجوان ہیں جو

اس غلط حرکت کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلے گئے ہیں۔

میں نے ٹیلی ویژن پر ایک اس مہم جوئی کے شکار نوجوان کا انٹرویو دیکھا، وہ کہہ رہا تھا:

''میں نے اپنے ہاتھوں کو جلا دیا، تاکہ گاڑیوں کو گھمانے کی بری عادت سے باز آ جاؤں، لیکن میرا ایک دوست کے ساتھ عاشقانہ لگاؤ اور تعلق ہے جو مجھ کو یہ کام چھوڑنے نہیں دیتا، جب میں اس کو دیکھتا ہوں تو غیر ارادی طور پر حرکت میں آ جاتا ہوں اور اس کے سامنے اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنا شروع کر دیتا ہوں، تاکہ اس کی ایک نظر کو پا سکوں، پھر وہ اپنے دوستوں کے سامنے میری دوستی پر فخر کر سکے اور میرے کسی ناآسودہ جذبے کو تسکین پہنچے، کیوں کہ میں اس کے ساتھ عشق کرتا ہوں اور اس پر غیرت بھی کھاتا ہوں، میں یہ قطعاً پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ بات بھی کرے، میں چاہتا ہوں کہ وہ صرف میرا ہی ہو، اکیلا میرا۔''

یہاں والدین سے ایک سلگتا ہوا سوال ہے: کیا وہ پسند کرتے ہیں کہ ان کے بچوں کی حالت بھی ایسی ہی ہو؟

تاریخ کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ ماضی میں نوجوان گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ میں شرکت کرنا فخر سمجھتے تھے، وہ سرکش گھوڑوں کو قابو کرنے اور ان کو جنونی انداز میں بھگانے پر مہارت کے اظہار میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔

یہ طبعی امر ہے کہ تمدن اور انسانیت میں ترقی کے ساتھ نوجوانوں کے مشاغل میں بھی تبدیلی اور ارتقا واقع ہو، وہ جو پہلے جانوروں کے ذریعے

فخر ومباہات کا اظہار کیا کرتے تھے، اب جدید وسائل آمدورفت بالخصوص گاڑیوں کے ذریعے مہم جوئی کا اظہار کرتے ہیں، کاروں کی ریس میں جنونی انداز میں ان کو بھگانے اور کنٹرول کرنے کی مہارت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یہیں سے ون ویلنگ پیدا ہوتی ہے۔

ون ویلنگ کیوں کی جاتی ہے؟

اس سوال کا جواب ہر ایک ون ویلر کے لحاظ سے مختلف ہے:

- کچھ یہ چاہتے ہیں کہ ان کی نوجوانوں پر دھاک بیٹھ جائے، کچھ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو مشکل پسند مہم جو سمجھا جائے، کچھ شہرت کے متمنی ہوتے ہیں، جو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بڑے طاقت ور ہیں اور کسی چیز سے نہیں ڈرتے، اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے۔
- کچھ نوجوان نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں یا ان کے جسم میں جوانی کی طاقت مچلتی ہے جو ان کو چین نہیں لینے دیتی اور وہ اس طریقے سے، لوگوں کے سامنے یا دور دراز جا کر اکیلے ہی اپنے اس دباؤ یا زائد طاقت کا اخراج کرتے ہیں، یہ بھی تھوڑے نہیں۔
- کچھ کے پاس ڈرائیوری کا ٹیلنٹ ہوتا ہے، ان کو بھی اپنی مہارت کے اظہار کے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا، کیوں کہ عام سڑکوں پر اس انداز میں گاڑی بھگانا ممنوع ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے لوگ گلی محلے کی چھوٹی سڑکوں اور چوراہوں میں اس کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
- ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو بدکار اور لونڈے باز ہوتے ہیں، وہ بچوں کے سامنے ایسی مہارت کا اظہار کر کے ان کو مرعوب کرتے ہیں اور شکار

کرتے ہیں، یہ مجرم لوگ بچوں کی ون ویلنگ کے لیے پسندیدگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کو بدکاری کے لیے اغوا کر لیتے ہیں۔

عجب بات تو یہ ہے کہ اگر ایک شخص اس کام سے توبہ کرتا ہے تو دس نئے اس کی جگہ لینے کے لیے آجاتے ہیں۔

اس بری روش کے بداثرات، بلکہ سنگین اثرات ڈھکے چھپے نہیں۔ یہ رویہ اس امر کا غماز ہے کہ نوجوان بے مقصدیت اور فراغت کا شکار ہیں اور وہ اپنی زندگیوں کے ساتھ ساتھ دوسروں کی زندگیوں کو بھی خطروں میں ڈالے ہوئے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی ان صلاحیتوں کو صحیح اور مفید راہ پر گامزن کیا جائے۔ (یہاں یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ گاڑیوں کے ساتھ ویلنگ کرنا عموماً عرب معاشروں کا ایک سنگین معاشرتی مسئلہ بن چکا ہے، لیکن ہمارے ملک میں گاڑیوں کے بجائے نوجوان موٹر سائیکلز کو اس کام کے لیے استعمال کرتے ہیں جو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے)۔

5 فراغت

نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں میں فراغت ایک مستحکم عادت بن جاتی ہے، کیوں کہ ابھی ابھی وہ کھیل کود کی عمر سے نکلے ہوتے ہیں، اگر ان کو مفید کاموں دین اور اخلاقیات کے امور میں مصروف نہ کیا جائے تو وہ صحیح راہ سے ہٹ کر انحراف کی راہ کے مسافر بن جائیں گے اور دیگر کئی ایسے راستوں پر چل نکلیں گے جو ان کو لامحالہ اس عمر میں ذلت اور بداخلاقی کی منزل تک پہنچا دیں گے۔

وہ برے اور خراب دوستوں کی صحبت سے آشنا ہو جائیں گے اور وہ ان کو اپنی راہ پر چلا لیں گے۔ کہا جاتا ہے: صاحب (دوست)، ساحب (اپنے

ساتھ کھینچ کر لے جانے والا) ہوتا ہے۔ آدمی اپنے صاحب اور دوست کے دین پر چلتا ہے۔

اگر لڑکا عقل میں تھوڑا کم، عقیدے میں کمزور اور اخلاق میں مضطرب ہو تو وہ برے دوستوں کی صحبت سے جلد اور زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

وہ بہت جلد ان میں رچ بس جاتا ہے، ان کے راستے پر چل نکلتا ہے اور ان کا تابع مہمل بن جاتا ہے۔

نوجوان آپس میں تجربات کا تبادلہ کرتے ہیں اور گناہ اور بدکاری پر آپس میں فخر کرتے ہیں، نیز اس جیسے موضوعات پر گفتگو کی بھی ان کے لیے بڑی دل چسپی کا سامان رکھتی ہے۔ بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

بنا بریں جو بری صحبت کے زیرِ اثر آ جاتا ہے، وہ بہت جلد گناہ کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، کیوں کہ اس نوجوان کے عموماً اپنے جیسے منحرف بے راہ رو نوجوان کے ساتھ تعلقات ہوتے ہیں۔

6 ماں باپ کی سختی

بچے کی گھر سے نفرت اور ماں یا باپ یا دونوں کی نصیحت قبول نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ دونوں کا یا ایک کا اس کے ساتھ سخت، مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ پر مشتمل برتاؤ ہوتا ہے، وہ اس حالت میں مایوسی اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ اپنی ذات سے اعتماد کھو دیتا ہے اور تصور کرتا ہے کہ اس کی اب اس گھر میں کوئی جگہ نہیں بچی، جس کے افراد ہر وقت اس کے ساتھ ٹھٹھول کرتے ہیں، اس کے خیال میں اس دباؤ سے فرار کی صرف ایک راہ ہوتی ہے اور وہ ہے دوستوں کی صحبت اور مجلس جو اس کو احترام دیتی ہے اور اس کی تفریح

کا سامان مہیا کرتی ہے۔

7 جرم وجنس پر مشتمل فلمیں

کوئی عقل مند انسان ان فلموں کے وجود اور اثرات کی نفی نہیں کر سکتا۔ ٹیکنالوجی کے اس زمانے میں ڈش، کیبل کے کھلے چینلز، موبائل فونز، انٹرنیٹ، فیس بک اور دیگر سوشل ویب سائٹس کے مکمل کھلے پن کے ذریعے یہ فلمیں گھر گھر پہنچ چکی ہیں، نہ کوئی ان کو روک سکتا ہے نہ ان پر کنٹرول کر سکتا ہے، ان کا سب سے بڑا ہدف نوخیزی کی عمر کے نوجوان ہوتے ہیں، جنسی محرکات اور ہیجان خیزیاں ان کے اخلاق کو تباہ کر دیتی ہیں اور وہ مضطرب اور پریشان فکر ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بہت جلد گناہوں اور نافرمانیوں کی دنیا میں اتر جاتے ہیں، یہ ان کی شہوتوں اور جبلتوں میں آگ لگا دیتی ہیں اور بسا اوقات جنسی بھڑک کا ایسا دورہ پڑ جاتا ہے کہ انسان اپنی دبائی ہوئی طاقتوں کو خارج کرنے کے لیے اغوا اور دیگر جرائم پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

جرم کی راہ پر لگانے والے جدید محرکات اور اشتہارات میں سب سے زیادہ خطرناک اور کارگر سیٹلائٹ چینلز ہیں، جو کیبل کے ذریعے گھر تو کجا جھونپڑیوں تک پہنچ چکے ہیں۔

کوئی بھی نوخیز لڑکا یا لڑکی بڑی آسانی سے یہ مکمل جنسی فلمیں کسی بھی یورپی چینل پر دیکھ سکتا ہے، اسی طرح وہ ہزاروں ایسی فلمیں انٹرنیٹ پر بھی بلاخوف وخطر دیکھ سکتا ہے۔ اس کو اس کام سے صرف دین داری، اللہ تعالیٰ کا خوف اور اپنے نفع نقصان کا مکمل شعور ہی بچا سکتا ہے۔

نوجوان میں ضمیر کی بیداری، جو ان کو ذہنی طور پر قائل کر سکے، ایک ایسا

ہتھیار ہے جو ان کو ان تیز آندھیوں سے بچا سکتا ہے۔

8 شراب اور منشیات فروشی

یہ بھی میڈیا کا ایک دیا ہوا تحفہ ہے جو ہر ہیرو اور بہادر کو پریشانی کے وقت شراب کے جام لنڈھاتے ہوئے اور نشہ آور اشیا استعمال کرتے ہوئے دکھاتا ہے، جو یہ تصویر کشی کرتا ہے کہ نوجوان پر جو مصیبت ٹوٹے اس سے نکلنے کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے عقل کو برطرف رکھ دینا۔ ذرائع ابلاغ حقائق کا چہرہ مسخ کر رہے ہیں، لوگوں کے ذہنوں کو بدل رہے ہیں اور نوجوانوں کو اکسا رہے ہیں کہ وہ کم از کم ایک مرتبہ اس کا تجربہ تو کریں۔ شراب کو نئے نئے اور دلکش ناموں کے ساتھ پیش کرتے ہیں، تاکہ لوگوں میں اس کو پینے کا شوق پیدا ہو اور ہر چڑھتے دن کے ساتھ نشہ آور اشیا کی نئی نئی اقسام اور مصنوعات بوئی جا رہی ہیں اور متعارف کروائی جا رہی ہیں، اگر نوجوان کو ایک قسم سے خبردار کیا جائے تو گولیوں، بوٹیوں، ٹیکوں کی دسیوں نئی اقسام سامنے آ جاتی ہیں۔

9 مسلم نوجوان کو ہدف شکار بنانے کے لیے بین الاقوامی سازشیں

بین الاقوامی کانفرنسیں، سیمینارز، عالمگیریت، آزادیِ عورت اور حقوقِ انسان کے نام پر ثقافتی یلغار کے حملے اور مہم جوئیاں، مسلمان نوجوان کو مختلف اطراف سے پھانسنے اور دباؤ کا شکار بنانے کی بین الاقوامی سازشوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں، وہ ''کریا نہ کر'' کی گومگوں کی کیفیت کا شکار ہے۔ گھر اس کو اخلاقیات اور شرم و حیا کا پاس داری کا حکم دیتا ہے، میڈیا اور انٹرنیٹ کے بلاگز اس کو فحاشی اور عریانی کی کھلے عام دعوت دیتے ہیں، وہ اب حلال و حرام کی تمیز بھی کھو رہا

ہے، اپنے اردگرد وہ جو کچھ دیکھتا ہے، اس میں اس کو پاگل پن ہی پاگل پن اور بددماغی ہی بددماغی نظر آتی ہے۔

شادی کے بغیر جنسی آزادی، خاندان کے مضبوط ادارے کی تحلیل اور بے حیائی اور بدکاری کی اباحیت کی دعوت دینے والی بہت زیادہ آوازیں ہیں اور اس کے بہت زیادہ انصار و اعوان اور ہم نوا ہیں جو برملا اس کا اظہار کرتے ہیں۔

حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل!

10 ایک مبتلائے مصیبت کا خط

ہر جرم کے ارتکاب کے پیچھے اسباب اور محرکات ہوتے ہیں، خواہ کوئی جرم کرنے والا ہو یا جرم کا شکار۔

جرم کے شکار کے نقطہ نظر سے اس بدفعلی کے درج ذیل اسباب ہیں:

کمی اور محرومی کا احساس:

یہ کمی دو طرح کی ہوتی ہے: ایک مادی اور مالی کمی، دوسری مصنوعی اور اندرونی محرومی۔

1 مالی محرومی:

جب آدمی مالی حالات کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے تو وہ ضرورت اور غربت کی وجہ سے بدکاری کا ارتکاب کر سکتا ہے، تاکہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور اس غلطی کو جواز کی سند مہیا کر سکے۔

2 اندرونی محرومی:

جب باپ اور بیٹے کے درمیان محبت اور گھریلو مکالمے کا فقدان ہو،

نفسیاتی استقرار اور پرسکون ماحول کی کمی ہو یا گھریلو پریشانیاں جو طلاق وغیرہ کا سبب بن جائیں، موجود ہوں تو یہ سبب اور محرک اس محرومی کو گھر سے باہر پورے کرنے پر اکساتا ہے، خواہ بدلے میں کوئی قیمت بھی دینی پڑے، لوگ اپنے اخلاقی جرائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایسے لوگوں کا استعمال کرتے ہیں، یہ گھر کے ماحول سے تنگ بچہ جب باہر نکلتا ہے تو اس کا سامنا ایسے بھیڑیوں سے ہوتا ہے، جو ان سے اپنی مطلوبہ جذباتی تشنگی کی سیرابی کرتا ہے اور بدلے میں جو ان کو چاہیے ہوتا ہے، یہ ان کو دے دیتا ہے۔

جو لوگ اپنی اولاد کو حد سے زیادہ اعتماد دیتے ہیں وہ ان کو دو لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں:

1. ہم عمر رشتے دار۔ بعض اوقات یہ ہم عمر رشتے دار اس کو خراب کرنے کا سبب بن جاتے ہیں، کیوں کہ وہ اس کی خوبیوں اور کمزوریوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس طرح اس کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔
2. دوست اور پڑوسی۔ جن کے ساتھ بچہ اکثر اوقات باہر گھومنے پھرنے کے لیے جاتا ہے یا دو تین دن کے لیے دور دراز کے سفر پر چلا جاتا ہے، باپ کو ان کے بارے میں کچھ علم ہوتا ہے نہ ان کے اخلاق و کردار کے بارے میں۔ ایسا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ والدین اپنے بچوں کے دوستوں کے انتخاب میں سستی کرتے ہیں۔

دیگر اسباب جن کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے:

3. برے دوستوں کی کثرت جن کی اکثریت کے تعلقات قابلِ اعتراض ہوتے ہیں۔

4 بلا ضرورت زیادہ وقت گھر سے باہر گزارنا اور رات کو دیر سے گھر واپس آنا۔

5 ٹیکنالوجی کا غلط استعمال، بالخصوص موبائل فون، انٹرنیٹ اور سیٹلائٹ چینلز۔

6 زندگی کی دل کشیوں اور دل فریبیوں کے پیچھے بھاگنا، نئی نئی گاڑیوں اور نت نئے فیشن کا دلدادہ ہونا۔

ہر باپ کو چاہیے کہ وہ ان اسباب کو ملحوظ خاطر رکھے، جو اس بدفعلی بدکاری اور بے راہ روی میں مبتلا ہونے کی بنیاد ہیں، کیوں کہ اگر وہ ان اسباب میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی سستی کا مظاہرہ کرے تو ممکن ہے انسانی بھیڑیے اس کا شکار کر لیں۔

11 میرے باپ نے مجھ سے غفلت برتی

جب سے میرے والد اور خاندان نے مجھ سے غفلت برتی ہے اور انھوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ میں کس کے ساتھ کہاں اور کیوں جا رہا ہوں؟ اس وقت سے میں بدفعلی کا عادی ہو چکا ہوں، میں اس بدفعلی اور بے راہ روی سے نفرت کرتا ہوں، اس نے مجھ کو بے شمار مواقع پر رسوا کیا ہے، لیکن میں اپنی کج روی کے اسباب ذکر کرنا چاہوں گا اور میرا خیال ہے کہ ہر کج روی اور بدچلنی کا شکار فرد ان کی تصدیق کرے گا:

میرے ماں اور باپ اس بات سے بے خبر ہیں کہ میں کیا کرتا ہوں، کہاں اور کس کے ساتھ جاتا ہوں، انھوں نے آج تک یہ نہیں سوچا کہ میں نوخیزی کی عمر سے گزر رہا ہوں، میں خوب صورت ہوں، جہاں سے گزرتا ہوں، لوگوں کی نگاہیں میرا پیچھا کرتی ہیں۔

سکول میں میری یہ بدقسمتی کہ میرا چند نوجوانوں سے تعارف ہوا، انھوں

نے مجھے باور کروایا کہ وہ میرے دوست ہیں، مجھے ان کے ساتھ مردوں کی طرح پیش آنا چاہیے۔

ایک دن انھوں نے کہا کہ وہ صحرا میں کیمپنگ کے لیے جا رہے ہیں، یہ ایک خوش گوار تجربہ ہوگا اور اس کے ساتھ رونق کو دوبالا کر دے گا۔ میرے والد نے بلاتحقیق اجازت دے دی۔

جب میں ان کے ساتھ صحرا میں پہنچا، رات کا وقت ہوا تو انھوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور مجھ کو اپنی ہوس کا شکار بنا لیا۔ میں اکیلا تھا اور وہ زیادہ، میں ان کا مقابلہ نہ کر سکا، انھوں نے میری عزت تار تار کر دی اور میں کچھ نہ کر سکا، ان لوگوں نے مجھے لوٹا، جن کو میں اپنا دوست سمجھتا تھا۔ میں روتا رہا اور اپنی حالت پر غم زدہ تھا، لیکن آہ و فغاں کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دوسرے دن انھوں نے مجھے ڈرایا دھمکایا کہ اگر میں نے ان کا پردہ چاک کیا تو وہ مجھ کو مار دیں گے، میں ڈر گیا اور ان کا پردہ چاک نہ کر سکا، ان کی زیادتیاں جاری رہیں اور میں ان کے لیے ایسے ہو گیا جیسے کوئی بدکردار فاحشہ، جس کے پاس جب ان کا دل چاہتا آتے اور اپنی ہوس بجھاتے، میں بھی ان کا عادی ہو گیا اور ان کو ڈھونڈتا پھرتا، اگر مجھے ان میں سے کوئی نظر نہ آتا تو میں کسی بھی چلتے پھرتے مزدور کو پیسے دے کر اس سے بدفعلی کرواتا۔ میں اپنی کہانی پوری نہیں کروں گا آپ کے لیے اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ میں اپنے نفس کے آگے بہت کمزور پڑ چکا ہوں، ذلیل ہوں، میری کوئی عزت نہیں، میں اپنی شہوت اور کج روی کی تسکین کے لیے ہر ذلت قبول کر لیتا ہوں۔

میری پریشانی کا واحد سبب میرے والدین ہیں، میں ان کی اکلوتی اولاد

جو ٹھہرا، ان کا لاڈلا، دلارا، جس کی کوئی خواہش رد نہیں کی جاتی، اگر میرا والد مجھ پر سختی کرنا بھی چاہے تو میری ماں اس کو ڈانٹ دیتی ہے اور کہتی ہے یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے، اس کے ساتھ لاڈ کر!

اے میری ماں! یہ میں تیرے لاڈ کے نتائج اور اے میرے باپ! یہی تم میرے لیے چاہتے تھے؟

گناہ صرف تمھارا نہیں، لیکن میں یہ قطعاً نہیں بھولوں گا کہ تم نے میری دین اور اخلاقیات کے مطابق تربیت نہیں کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کسی قوم میں جب فحاشی پھیل جاتی ہے اور وہ اس کا علانیہ ارتکاب کرنا شروع کر دیتے ہیں تو ان میں طاعون کی وبا اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جن کے بارے میں ان کے بزرگوں نے سنا بھی نہیں ہوتا۔“

فصل 2

آپ کے بچوں کے دوست کیسے لوگ ہیں؟

اس فصل میں مندرجہ ذیل عناوین زیرِ بحث آئیں گے:

1. آپ کے بچے کی دوستیاں۔
2. اپنے بچے کو دوست بننے کا دس نکاتی ایجنڈا۔
3. دوست بنانے میں اپنے بچے کی مدد کریں۔
4. دوستی کو برقرار رکھنے میں مدد دینے کے لیے مشورے۔
5. آپ کے بچے کے دوستوں کے ساتھ مسائل۔
6. مختلف بچے۔
7. اپنے بچے کے ساتھ دوستی قائم کریں۔

1 آپ کے بچے کی دوستیاں، اس کے مستقبل کی جانب ایک قدم

بچوں پر جو تحقیقات کی گئیں ان کے نتائج سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دوستی میں ارتقائی مراحل کے ایک سلسلے سے گزرتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں دوستی کا محرک کھیل میں مشارکت ہوتا ہے، دوستوں کے ساتھ دائمی ملاقات تعلق اور محبت پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ دونوں خاندانوں کے ایک دوسرے کے قریب ہونے سے بسا اوقات یہ تعلق پیدا ہو جاتا ہے جس کو وقتی دوستی کہا جاتا ہے۔

بچہ اس مرحلے کے بعد دوسرے مرحلے میں منتقل ہوتا ہے، جس کے دوران میں وہ یہ ادراک کر لیتا ہے کہ دوستی دونوں اشخاص کی ضروریات اور رغبتوں کو پورا کرتی ہے، چنانچہ بچہ مفادات اور احساسات کے تبادلے کی بنیاد پر اپنے دوست کے ساتھ تعاون کرتا ہے۔

وہ خوشی اور غمی میں ایک دوسرے کی پریشانیوں کو حل کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور باہمی اسرار کو ایک دوسرے کے سپرد کرنے اور چھپانے میں ایک دوسرے پر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں، یہ افراد کے درمیان تعلقات کی بنیاد اور چابی ہے۔

2 بچے کو دوست بنانے میں معاونت فراہم کرنے کا دس نکاتی ایجنڈا

حقیقت یہ ہے کہ ماں بیٹی اور باپ بیٹے کے درمیان تعلق مضبوط کرنا تربیت کی اہم بنیاد اور قاعدہ شمار ہوتا ہے، جس کے ذریعے ماں باپ اپنی اولاد میں اعلیٰ اخلاق و کردار اور ایمانی آداب کا بیج بو سکتے ہیں، یہاں چند نکات بیان کیے جاتے ہیں جو ماں باپ اور اولاد کے درمیان مزید قربت پیدا کر سکتے ہیں:

1. بچپن ہی سے ان کو بھرپور توجہ دینا۔
2. ان کے ساتھ خوش طبعی اور اچھا سلوک کرنا۔
3. ان کی پریشانیوں کو جاننے کی کوشش کرنا اور ان کو حل کرنے میں ان کو مدد دینا۔
4. بچے کو بچپن ہی سے اپنے باپ کے ساتھ کشادہ ظرفی سے بات چیت کا عادی بنایا جائے اور وہ اس کو اپنے دل میں گردش کرنے والے خیالات کو باہر نکالنے پر اس کی حوصلہ افزائی کرے، یعنی اوپن ڈور پالیسی کا

عادی بنایا جائے۔

5 نفرت انگیز سختی کو استعمال کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

6 ان کی باتیں توجہ سے سنی جائیں اور ان کے اپنا نقطہ نظر بیان کرنے پر اکسایا جائے۔

7 بچوں کے درمیان عدل روا رکھا جائے اور کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے۔

8 خاندان کو پیش آنے والی بعض پریشانیوں کے حل میں شرکت کرنے کے لیے بچوں کو موقع دیا جائے۔

9 جذباتی تشنگی کو خوب سیراب کیا جائے، وہ باپ کی شفقت اور ماں کی محبت کو اچھی طرح محسوس کریں۔

10 ان کی بہتری کے لیے دعا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط بنایا جائے۔

3 اپنے بچے کی دوست بنانے میں مدد کریں

بچہ جو دوست بناتا ہے اس کی اہمیت اس سے بڑھ کر ہوتی ہے جو ظاہری سطح پر نظر آتی ہے۔ پہلے مرحلے میں بچہ سیکھتا ہے کہ اختلاف رائے کے مسئلے کو کیسے حل کیا جائے اور قابلِ قبول حل تک پہنچنے کے لیے کس طرح بحث مباحثہ اور مکالمہ کیا جائے، اس طرح وہ یہ بھی سیکھتا ہے کہ بڑوں کا سہارا لیے بغیر کس طرح نظام کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے۔

دوستی بچے کو جماعت اور افراد کی طرف نسبت کا شعور بخشتی ہے، اس میں مثبت شعور، امن کا احساس، جذباتی تشنگی کی تکمیل اور تسلی کا احساس پیدا ہوتا ہے،

نیز دوسروں کے تجربات سے استفادہ کرنا بھی ممکن ہوتا ہے۔

4 آپ کے بچے کو دوستی برقرار رکھنے میں مدد دینے کے لیے مشورے

1 اپنے بچے کو ان فیملی فرینڈز کی ملاقات کے وقت ساتھ لے جایا کریں، جن میں اس کے ہم عمر بچے ہوں اور ان کے ساتھ مشترکہ سیر وتفریح کے پروگرام بنایا کریں۔

2 اپنے بچے کو سکھائیں کہ وہ دوسرے بچوں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت مسکرائے، بالخصوص جو ناواقف ہوں۔

3 اپنے بچے کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ دوسروں کے ساتھ کریمانہ اور اچھا رویہ رکھے۔

4 اپنے بچے کے لیے مال، کھلونوں اور تحائف کے ذریعے دوستی خریدنے سے دور رہیں۔

5 اپنے بچے کی اس کے دوستوں کے ساتھ مدد کریں، ان کے سامنے اپنی تنگ دلی یا ناگواری کا اظہار نہ کریں۔

6 بچے کو اپنے ہم عمر دوستوں کو اپنے ساتھ گھر لانے دیں اور ان کے ساتھ ملاقات کریں، اگر وہ قابلِ اعتماد ہوں تو ان کو اکھٹے رہنے دیں، لیکن محتاط نگرانی کے ساتھ۔

5 آپ کے بچے کے اپنے دوستوں کے ساتھ مسائل

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض بچوں کا دوسرے بچوں کے متعلق بڑا جارحانہ

رویہ ہوتا ہے، وہ ان کو اذیت پہنچاتے ہیں اور ان کا رویہ عموماً غاصبانہ اور قاہرانہ ہوتا ہے، جب کہ کچھ دوسرے بچوں میں سرداری اور دوسروں کی قیادت کا رجحان ہوتا ہے۔

کچھ دوسرے اپنے دوستوں کے ساتھ تعلق میں کمال کا تقاضا کرتے ہیں، وہ اچھے کام پر اصرار کرتے ہیں اور چھوٹے بڑے کام میں اپنے دوست کا محاسبہ کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کو بسا اوقات اذیت اور جارحیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا پھر دوستی سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اس کے حریف سے ان حالات میں اہم سوال یہ ہے کہ کیا گھر والوں کو اپنے بچے کی اس کے حریف کے خلاف حماقت میں دخل اندازی کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب ظاہر کرتا ہے کہ اگر وہ ایسا کریں تو وہ اپنے بچے کو زندگی کے تجربات سیکھنے اور اپنی پریشانیاں حل کرنے کی کیفیت سے محروم کر دیں گے، اس طرح وہ اس کو دوسروں پر بھروسا کرنے کی عادت کا عادی بنا دیں گے، لیکن اگر وہ دخل اندازی نہ دیں تو بچہ یہ گمان کر سکتا ہے کہ اس کے گھر والوں کو اس کی کوئی پروا نہیں، اس طرح وہ نفسیاتی اذیت ناکی سے بھی دوچار ہو سکتا ہے۔

ماہرینِ تعلیم اور نفسیات دانوں کا خیال ہے کہ ایسی کیفیت میں بہترین حل یہ ہے کہ گھر والے اپنے بچے کی پریشانی کو مکمل توجہ کے ساتھ سنیں، لیکن مشیر کا کردار ادا کریں، اسی طرح بچے کی رائے بھی ضرور لیں کہ اس کے خیال میں اس کا کیا حل ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر آپ کا بیٹا زیادتی کرنے والا ہے تو اس کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کریں، تاکہ اس ناقابلِ قبول رویے کا سراغ لگایا جا سکے اور وہ جارحانہ

رجحانات سے خلاصی پالے، اگر اس پر زیادتی کی گئی ہے تو پھر بھی ضروری ہے کہ آپ اس کو اپنی پریشانی حل کرنے کا موقع دیں، شاید اس کو اس مسئلے سے اتنی پریشانی نہ ہو جتنی آپ سے ہو۔

تاہم حقیقی پریشانی اس صورت میں ہوتی ہے، جب بچہ اپنے دوستوں کے ساتھ موافقت پیدا کرنے اور ان کے ساتھ گھل مل جانے کی مکمل صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ ایسا بچہ مسلسل اذیت اور بدسلوکی کا شکار رہتا ہے، اس لیے اپنے بچے سے پوچھیں کہ کیا وہ اپنی پریشانی حل کر سکتا ہے کہ نہیں؟ نیز وہ کوئی تفصیل نہ چھپائے خواہ ہو کتنی چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، اپنے بچے کے احساسات کا خیال رکھیں اور اس سے تجاویز مانگیں، جو ممکن ہے کہ اس کی پریشانی کم کر دیں، اس کے بعد اس پریشانی کے جو ممکنہ حل ہو سکتے ہیں وہ خود اس کو بتائیں۔

6 ہر بچہ مختلف ہوتا ہے

ہر بچے کی معاشرتی صلاحیتیں دوسروں سے مختلف ہوتی ہیں، کچھ عزلت اور تنہائی پسند ہوتے ہیں، جب کہ کچھ دوسرے انتہائی زیادہ ملنسار اور دوسروں کے ساتھ گھلنے ملنے کی شدید رغبت رکھتے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی دوستی کی وجہ سے پریشان نہ ہوں اور ان کو چاہیے کہ اس وقت تک اس تعلق میں دخل اندازی نہ دیں جب تک ان کا بچہ کسی نفسیاتی یا جسمانی اذیت کا شکار نہ ہو، والدین کے مقدور میں نہیں کہ وہ اپنے بچے کو اس کے اردگرد افراد کے ساتھ دوستی کرنے کی تربیت دے سکیں، وہ خود ان کی دخل اندازی کے بغیر اپنے معاملات سلجھا سکتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کی دوستیاں قائم کرنے میں مدد دیں اور

ان کی ملاقات کے مراکز کی بنیاد رکھیں، ہمارے بچے ہماری محنت کا ثمر ہیں، وہ ہمارے اخلاق اور ہمارے وطن کے مستقبل کا آئینہ ہیں۔

7 اپنے بچے کے ساتھ دوستی کریں

اگر آپ اپنے بچے کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہیں تو یاد رکھیں! چاکلیٹ یا کینڈیز کا ایک ڈبا اس کو نئی کتاب سے زیادہ پسند ہو گا اور نئے طرز کا لباس خوب صورت بات سے زیادہ محبوب ہو گا۔

سمجھ دار باپ جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ میں کوئی تحفہ ہوتا ہے یا کوئی مزیدار بات۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا میں کچھ چیزیں ہیں جو ہمارے نزدیک خیالات سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن وہ بچوں کی نگاہ میں حقیقی وجود رکھتی ہیں، ہم اس وقت تک ان کی دوستی سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے، جب تک دنیا کو ان کی آنکھوں سے نہ دیکھیں۔

3 فصل

کج فطرتوں کے ساتھ کیسے برتاؤ کریں؟

اس فصل میں درج ذیل عناوین زیرِ بحث آئیں گے:

1. کج فطرت کے ساتھ کیسے تعامل کریں؟
2. حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی دانش

1 بدچلن کے ساتھ کیسے تعامل کریں؟

مغربی دنیا میں انحراف اور کج فطرتی کے مظاہر کے وسیع انتشار کے بعد ہم جنس پرستوں کے حقوق کی آواز بلند کرنے والی مختلف تنظیموں کے وجود کے ساتھ جو ہم جنس پرستوں کو ہم شادی شدہ جوڑوں کے حقوق دلوانے اور انھی کی طرح سمجھنے کا پراپیگنڈا کرنے میں دن رات مشغول ہیں، وہ مختلف کھلے چینلز اور انٹرنیٹ کے ذریعے اپنے نظریات اور تطبیق سمیت ہمارے معاشروں میں بھی داخل ہو رہے ہیں۔

ہم عجیب وغریب اطوار کی شکلیں دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات ان کی جنس کا تعین کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے، کچھ لوگ ان کا دفاع کرتے نہیں تھکتے کہ یہ لوگ مبتلائے مرض ہیں جو رحم اور نفسیاتی علاج کے مستحق ہیں، ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے نہ معاشرے سے علاحدہ ہی کرنا چاہیے۔

اس کے عکس دین دار طبقے کا خیال ہے کہ یہ لوگ قومِ لوط والا عمل کرنے کی وجہ سے لعنتی ہیں۔ وہ فاعل اور مفعول کو عبرت ناک سزا دینے کا مطالبہ کرتے ہیں، کیوں کہ یہ لوگ معاشرے کو خراب کر رہے ہیں، بالخصوص مغربی ممالک میں انھوں نے ان منحرفین اور کج فطرتوں کا خاتمہ کرنے کے لیے تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں، یہ لوگ فطری نظام کو برباد کر رہے ہیں، بیماریاں اور وبائیں پھیلا رہے ہیں، یہ لوگ کائنات کے بدترین افراد ہیں جو کسی دوسرے سیارے سے آئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا انھوں نے اس کج فطرتی کو خود منتخب کیا ہے؟ میں یہ سوال کر کے عربی یا اسلامی معاشروں کو جنسی انحراف اور کج فطرتی کے نظریے کو قبول کرنے کی دعوت نہیں دے رہا۔ یہ نظریہ کسی لگی لپٹی کے بغیر اور ایک ہی لفظ میں ناقابلِ قبول نظریہ ہے، یہ قبیح ترین فعل ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اس کے مرتکب کی سزا شدید ترین ہے، کیوں کہ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے اور انسان کے درمیان جنسی اور جذباتی تعلقات کو بگاڑتا ہے، لیکن میرا یہ سوال ہے کہ کیا کج فطرتوں نے خالص اپنے ارادے سے اس راہ کا انتخاب کیا ہے؟

اگر جواب نہیں میں ہے، کیوں کہ ایک بہت بڑی تعداد ایسے نفسیاتی اور تربیتی حالات کا شکار رہی ہیں، جنھوں نے ان کے جنسی محرک کو تباہ کر کے انحراف کی راہ پر لگا دیا ہے تو پھر ہم ان کے ٹیڑے پن کو درست کرنے کی کوشش کیوں نہ کریں؟! اس بات سے قطع نظر کہ ہم ان کو مجرم منحرف اور اخلاقی اعتبار سے پست خیال کرتے ہیں، ان کی بات تو سنیں۔ ہمارے معاشرے کے کج فطرت افراد کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے انحراف پر راضی نہیں، وہ دل کی گہرائیوں سے اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ یہ عمل اس فطرت کے مخالف ہے، جس کے مطابق اللہ تعالیٰ

نے انسان کو پیدا کیا ہے، لیکن اگر ان کا اس انحراف اور کج فطرتی کو قبول نہ کرنا ایک مکمل صحت مند حالت ہے تو ہمارا ان کی طرف مدد کا ہاتھ نہ بڑھانا بالکل صحت مند سوچ نہیں، وہ کج فطرت جو اپنے انحراف کو خاموشی کے دبیز پردوں کے پیچھے چھپاتا ہے، وہ آہستہ آہستہ اپنے مرض کی دلدل میں ڈوبتا جاتا ہے۔

کیوں کہ اس کو یقین ہے کہ اگر وہ اپنی حالت ہمارے سامنے رکھے گا تو ہم اس کو بالکل نہیں سمجھیں گے، بلکہ ضرور اس کے خلاف کوئی جارحانہ اور اخلاقی موقف اختیار کریں گے، جو اس کی مردانگی اور عزت کو ہدفِ تنقید بنائے گا۔

چنانچہ اب وقت ہو گیا کہ ہم جنسی کج روی کو ایک طبعی اور فطرتی حالت نہیں، جس طرح دیارِ مغرب میں سمجھا جاتا ہے، بلکہ مرض کی حالت سمجھیں، جس کو مشفقانہ علاج کی ضرورت ہو، یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ جنسی کج روی کا علاج ان کے مردانہ جذبات اور انسانی عزت و شرف کو ٹھیس پہنچائے بغیر کیا جائے، کیوں کہ مریض کے ساتھ حقارت آمیز رویہ اس کو کبھی صحت اور شفا کی جانب گامزن نہیں کر سکتا۔

آخر میں، مجھے اعتراف ہے کہ میرے کچھ کج فطرت دوست ہیں، جن کے ساتھ میں گہرے احترام کے جذبات کا تبادلہ کرتا ہوں، کیوں کہ وہ اپنی پریشانی اور الم ناکی کا حل تلاش کرنے میں مصروفِ کار ہیں اور میں نے ان کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ ان میں چند ایک ایسے شخص کی تلاش میں تھے، جو ان کی پریشانی کو سمجھ سکے اور احترام اور سنجیدگی کے ساتھ ان کی بات سنے، تاکہ وہ اپنی زندگی کو صحیح راہ پر ڈالنے کے لیے درست قدم اٹھا سکیں، بالخصوص ان میں سے اکثر ایسے ہیں، جو حقیقی اور عملی طور پر اس بدفعلی سے آشنا نہیں ہوئے، لیکن وہ ایسے خیالات، احساسات اور زخموں سے فگار ضرور ہیں، جن کی بنیاد اور جڑ جنسی اور نفسیاتی دباؤ

تھا، لہٰذا انھوں نے سمجھا کہ علاج ان کو ان کی فطرتی حالت کی طرف لوٹنے میں معاونت فراہم کرے گا، تاکہ وہ فطری اور صحت مند جنس سے لذت اندوز ہوسکیں۔

جس مہر و شفقت اور ہم دردی کے ساتھ آپ کینسر، ڈپریشن کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں، اسی توجہ کے ساتھ اس مرض کے گزیدہ افراد کی بھی مدد کریں۔

② حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی دانش

ایک دن حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ایک آدمی سے گزر ہوا، جس نے کوئی گناہ کیا اور لوگ اس کو برا بھلا کہہ رہے تھے، انھوں نے ان کو اس سے منع کیا اور کہا: ''تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم اس کو کسی گڑھے میں گرا ہوا دیکھتے تو اس کو نہ نکالتے؟'' انھوں نے کہا: ضرور نکالتے تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا: ''لہٰذا اس کو گالی نہ دو اور اللہ کا شکر ادا کر جس نے تم کو اس گناہ سے بچایا ہے۔''

پوچھا گیا: کیا ہم اس سے نفرت بھی نہ کریں؟ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''اس کے عمل سے نفرت کرو، اگر وہ یہ کام چھوڑ دے تو وہ میرا بھائی ہے۔''

وہ کہا کرتے تھے: ''میں کسی پر ظلم کرنا ناپسند کرتا ہوں، لیکن اس سے ہزار مرتبہ زیادہ اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص پر ظلم کروں جو مصیبت پر صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومنوں میں سے کامل ترین انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔''

4 فصل

ایڈز کی بیماری

1. ایڈز۔
2. ایڈز کے اسباب۔
3. تصویریں بولتی ہیں۔

کج فطرتوں کے علاج پر توجہ...... معاشرے کا بچاؤ:

اس مہلک وبا کی تیز رولہریں پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں، فحاشی کے ظہور، پھیلاؤ اور انتشار کی شرط و علامت، جو رسول کریم ﷺ نے بیان کی تھی، پوری ہو چکی ہے:

''کسی قوم میں فحاشی ظاہر ہو جائے کہ لوگ اس کو علانیہ کرنا شروع کر دیں تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں ضرور بضرور پھیل جائیں گی جن کے بارے میں ان کے بزرگوں نے سنا تک نہیں ہوگا۔''

کیا اس شرط کا جواب وقوع پذیر ہو چکا ہے؟ بالکل ہو چکا ہے! ان میں ایسے جنسی امراض وبائی صورت میں پیدا ہو چکے ہیں جو ان کے لیے بہت زیادہ دردوں اور آلام کا باعث بنے ہوئے ہیں، جن میں ایڈز بھی شامل ہے۔

1 ایڈز (Aids، قوتِ مدافعت کا فقدان)

اٹھارہویں صدی کے اختتام اور انیسویں صدی کے آغاز میں ڈاکٹروں

نے جنسی طور پر کج فطرت مردوں میں اس بیماری کا وجود ملاحظہ کیا۔ اس کے لیے ایڈز کا نام منتخب کیا گیا، جو دوسرے طبقوں میں بھی بڑی تیزی سے پھیلنے لگا اور اس نے ساری انسانیت کے لیے خطرے کی گھنٹی بجا دی، اس کو جدید دور کا طاعون کہا جا سکتا ہے۔

ایڈز کیا ہے؟

Aids ایک ایسی بیماری کا نام ہے جس کا سبب ایک وائرس بنتا ہے، جو جسم کی مدافعاتی نظام میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کو معطل اور تباہ کر دیتا ہے، جو مہلک علامات اور کئی طرح کے کینسر کا سبب بن جاتا ہے۔

لفظ ''Aids'' درج ذیل عبارت کا اختصار ہے:

"Acquired Immune Deficiency Syndrome"

''جسم کی پیدا کردہ قوتِ مدافعت میں مسلسل کمی''

2 ایڈز کے اسباب

ایڈز ایک وائرل بیماری ہے، جس کا سبب Retroviruses نامی وائرس بنتے ہیں، اس وائرس کے لیے Hiv کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ H سے Humam، یعنی انسان، I سے مراد Immunedeficiency (قوتِ مدافعت میں کمی) اور V سے مراد Virus ہے۔

"Hiv" جسم میں مادہ منویہ (جنسی ملاپ کے وقت)، خون یا شرم گاہ کی رطوبات کے ذریعے داخل ہوتا ہے اور جسم کے مدافعاتی نظام کو تباہ کر دیتا ہے، جو انسان کو کئی طرح کی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

سائنس دانوں نے ایک اور وائرس بھی دریافت کیا ہے، اس کو بھی "Hiv" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ وائرس خون کے وائٹ سیلز پر حملہ آور ہوتا ہے، وائٹ سیلز ایسے خلیوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو اس نظام میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ وائرس ان خلیوں کے اندر داخل ہو جاتا ہے اور مدافعاتی نظام کے فطری عمل کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، لہٰذا "Hiv" سے متاثر مریض ایسے مخصوص جراثیمی امراض کا شکار بن جاتا ہے جن سے عموماً عام اور نارمل آدمی کو واسطہ نہیں پڑتا، ان صورتوں اور کیفیتوں کو موقع پرست کیفیت (Opportanistic) کہا جاتا ہے۔

"Hiv" کہاں سے آتا ہے؟

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے اور باوجودیکہ بہت سارے محققین نے اس وائرس کا اصل جغرافیائی وطن بھی بیان کیا ہے، لیکن اس کے مقامِ پیدائش کے بارے میں یقینی طور پر کچھ کہنا آسان نہیں، تاہم یہ بات یقینی ہے کہ یہ انسان کا بنایا ہوا نہیں۔ ہم یہ بات بھی جانتے ہیں کہ جراثیم کے لیے غیر مضر سے مضر میں تبدیل ہو جانا عین ممکن ہے اور ہو سکتا ہے "Hiv" کے ساتھ بھی اس وسیع پیمانے پر اور وبائی طور پر پھیلاؤ سے پہلے یہی ہوا ہو۔

"Hiv" جسم کے مدافعاتی نظام کو کس طرح کمزور کرتا ہے؟

ہمارے جسم کا مدافعاتی نظام خون کے سفید ذرات پر مشتمل ہوتا ہے جو خون اور غدودوں میں موجود ہوتے ہیں، جو جسم میں داخل ہونے والے غیر معروف مواد یا جراثیم کو فوراً پہچان کر ان کا قلع قمع کر دیتے ہیں۔ "Hiv" وائرس جب ہمارے جسم میں داخل ہوتا ہے تو وہ اسی نظام پر حملہ آور ہو کر خون کے سفید ذرات کا خاتمہ کرنا شروع کر دیتا ہے۔

یہ ممکن ہے کہ وائرس جسم میں کچھ دیر کے لیے موجود ہے، لیکن بیماری پیدا نہ کرے، لیکن آخر کار جب خون کے سفید ذرات مزید ختم ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو جسم ان بہت سارے جراثیم کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ جاتا ہے، جو اس میں ڈیرے ڈال لیتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ جب مدافعاتی نظام بالکل کمزور ہو جاتا ہے تو جسم انتہائی زیادہ لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے اور جراثیم کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔

اس وائرس کے جسم میں پرورش پانے کا عرصہ:

Aids کے وائرس کا جسم میں پرورش پانے کا عرصہ 6 ماہ سے لے کر ایک سال تک یا اس سے بھی زیادہ مدت پر محیط ہو سکتا ہے۔ یہ وہ عرصہ ہوتا ہے جو "Hiv" جسم میں داخل ہونے کے بعد ایڈز کی علامات کے ظہور کے لیے درکار ہوتا ہے۔

دنیا میں یہ مرض کس رفتار سے پھیل رہا ہے؟ ایڈز سے متاثرہ بالغ و نابالغ افراد کی تعداد 2005ء میں 40 ملین افراد تک پہنچ گئی۔ یہ اب تک ایک ریکارڈ کے مطابق سب سے زیادہ تعداد ہے۔

2005ء میں 3.1 ملین لوگ اس بیماری کی وجہ سے لقمۂ اجل بن گئے، جن میں 570 ہزار بچے تھے، یہ 2003ء میں اس مرض سے مرنے والے افراد کی تعداد سے ایک ملین زیادہ ہے اور اس سال اس مرض میں مبتلا ہونے والے افراد میں 5 ملین کا اضافہ ہے۔

1931ء سے لے کر، جب سے اس مرض کا علم ہوا ہے، 25 ملین سے زیادہ افراد اس کے ہاتھوں موت کے منہ میں چلے گئے ہیں، تمام دنیا میں سب

سے زیادہ اس مرض سے متاثرہ افراد افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔

2005ء میں افریقہ کے جنوبی صحرا میں 2.4 ملین لوگ ایڈز کے متعلق مختلف امراض کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ مشرقی یورپ اور وسطی ایشیا میں 2.3 ملین لوگ پائے جاتے ہیں جو اس مرض میں مبتلا ہیں۔

2003ء سے اس مرض میں ایک چوتھائی اضافہ ہوا ہے۔ 2005ء میں ایشیا 3.8 ملین افراد ایڈز سے متاثر تھے، جن میں کئی ملین کا مزید اضافہ ہوا اور ایڈز کے 520 ہزار مریض جاں بحق ہو گئے۔ مغربی یورپ، وسطی یورپ اور لاطینی امریکا اور ریاست ہائے متحدہ امریکا میں تقریباً 3.7 ملین ایڈز کے مریضوں کی تعداد موجود ہے۔

3 تصویریں بولتی ہیں

جو ان بعض بیماریوں تکلیفوں اور دکھوں کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے، جن کا زانیوں اورلونڈے بازوں کو دنیا میں سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ اس کی ایک جھلک ہے۔

5 فصل

علاج اور شفا یابی

اس فصل میں درج ذیل عناوین زیرِ بحث آئیں گے:

1. شفا یابی کا مفہوم۔
2. دس نکات پر مشتمل صحت یابی کا پروگرام۔
3. کیا جنسی کج فطری قابلِ شفا ہے؟
4. ایک کج فطرت کا شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے نام خط۔
5. علاج سے پہلے پرہیز۔
6. خطاب بعنوان ''مغفرت کے بادل''

1 شفا یابی کا معنی و مفہوم

1 انسانی کمزوری کا احترام:

کمزوری و عاجزی کا احترام اور مسلسل اعتراف صحت یابی کو برقرار رکھنے کی بنیادی کلید ہے۔ گندھی ہوئی مٹی جب اپنے آپ کو کمہار کے ہاتھوں میں دیتی ہے اور اس کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتی ہے تو اس کی انگلیاں مہارت اور چابک دستی کے ساتھ اپنا کام شروع کر دیتی ہیں نتیجتاً وہ ایک خوش نما برتن کی شکل اختیار کر لیتی ہے، ایسے ہی اصلی قوت کمزوری اور عاجزی میں چھپی ہوتی ہے۔

2 غلطیوں اور کمزوری کے ساتھ مسلسل کشمکش کی ضرورت کا احساس:

یعنی غلط طبیعت اور مزاج مرتا نہیں، بلکہ ہر روز ہم بدلتے ہیں، اپنے ذہنوں میں جدت پیدا کرتے ہیں اور اس غلط مزاج اور طبیعت کے نمود وظہور اور اس کی اپنے اسلوب کو ہماری زندگیوں پر لاگو کرنے کی کوشش کے باوجود اس تبدیلی میں جیتے ہیں۔

3 پختگی کی مسلسل ضرورت کا ادراک:

پختہ زندگی کے لیے مسلسل مشق، تقوی اور طہارت اختیار کرنے کی کوشش۔ نمو، ترقی اور پختگی کے لیے ضروری امور کا نفس کو عادی بنانا اور اس کے مطابق زندگی گزارنا۔ ہیشگی اور انضباط نفسیاتی، روحانی اور جسمانی پختگی کا شعار ہے۔

2 دس نکات پر مشتمل صحت یابی کا پروگرام

1. آج میں انتساب ملت کے ایک نئے شعور کو آزماؤں گا، تنہائی اور فراغت کے احساسات آہستہ آہستہ مٹ جائیں گے۔
2. آج کے بعد میرے خدشات اور خوف مجھ کو اپنا اسیر نہیں بنا سکیں گے، میں اپنے خوفوں پر غلبہ پا لوں گا ار اپنے تمام قدم بہادری، استقامت اور عزت کے ساتھ اٹھاؤں گا۔
3. میں ایک نئی طرز کی آزادی سے آشنا ہوں گا۔
4. میں اپنے نفس کو گناہ، بے چینی، ماضی اور حاضر پر شرمندگی کے شعور سے آزاد کروں گا۔ مجھے ضرورت کی حد تک آگاہی حاصل ہو چکی ہے، اس لیے دوبارہ اپنی غلطی کو نہیں دہراؤں گا۔

5. میں محبت اور اپنے نفس اور دوسروں کو نئے سرے سے قبول کرنے سے آگاہ ہو چکا ہوں، میں صدقِ دل سے یہ شعور رکھتا ہوں کہ میں محبت کرتا ہوں، محبوب ہوں اور محبت کا مستحق ہوں۔
6. میں نے یہ سیکھ لیا ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں کے برابر جانوں، میرے تمام نئے تعلقات ان اشخاص کے ساتھ ہیں، جو ہر چیز میں میرے برابر ہیں۔
7. میرے لیے صحیح تعلقات قائم کرنا ممکن ہے جو حقیقی محبت پر مبنی ہوں، میں دوسروں پر اپنا تسلط اور اثر قائم کرنے کے شعور سے عن قریب نجات پا لوں گا اور میں سیکھ جاؤں گا کہ جو اعتماد کے مستحق ہیں ان پر اعتماد کروں۔
8. میں اپنے آپ کو بدلنے اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کے لیے ہر وقت تیار رہوں گا، میں دوسرے لوگوں کے ساتھ زیادہ محبت، قربت اور ان کے ساتھ تعاون کے ساتھ پیش آؤں گا، میں یہ بھی سیکھ جاؤں گا کہ کس طرح اپنے خاندان کے ساتھ پرامن اور پر حفاظت تعلقات برقرار رکھ سکوں اور ان کو عزت و احترام دوں۔
9. میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں ایک بیش قیمت اور منفرد انسان ہوں۔

3 کیا جنسی کج فطرتی قابلِ علاج ہے؟

مغربی نفسیات دانوں کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ جنسی کج فطرتی، جنسی فعل ہی کا طبعی اور فطری تنوع ہے، اس لیے اس کا علاج کا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا کہ کج فطرت کو اس سے زیادہ نفسیاتی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ کج فطرت اس حالت کو فطری حالت خیال کرتا ہے اور جنسی رجحانات کے ساتھ صلح جو رویہ رکھتا ہے، لیکن ایک دوسرا

گروہ یہ رائے رکھتا ہے کہ کج فطرت اگر اپنے علاج میں رغبت رکھتا ہے تو یہ اس کا حق ہے جو اس کو ضرور ملنا چاہیے۔

یہ قابلِ ذکر بات ہے کہ ابھی تک امریکا جیسے ملک میں نفسیاتی معالج کو جنسی کج فطرت انسان کے علاج کی کوشش کرنے کی اجازت نہیں۔ نفسیاتی اضطراب اور پریشانیوں کی تشخیص اور اعداد و شمار کے کتابچوں میں جنسی انحراف اور کج فطری کا اندراج ہی نہیں۔

ایک علمی اور سائنسی تحقیق نے مغرب کے ماہرین نفسیات کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ سائنس دانوں نے چند سابقہ کج فطرتوں پر یہ جاننے کے لیے کہ ان جنسی رجحانات کس حد تک تبدیل ہوئے، تحقیق کی۔

اس رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا کہ ان سابقہ کج فطرتوں میں 67 فی صد ایسے افراد ہیں جنھوں نے اب صحیح ملاپ اور اس کی رغبت کے لحاظ سے مکمل فطرتی اور طبعی رجحان کے مطابق شادی کر لی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ اب وہ اپنے رجحانات تبدیل کرنے سے پہلے سے زیادہ مردانگی (مرد اور نسوانیت عورتیں) محسوس کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تبدیلی کا یہ عمل کم وبیش دو سال پر محیط تھا۔

انھوں نے اپنے دین اعتقادات کی فوقیت کی بنا پر اپنے جنسی رجحانات کو تبدیل کرنے کی کوشش کی اور مذہبی اعتقادات سے مدد لی، ان کو ہر وقت اس کج فطرت تعلق پر نفسیاتی بے چینی کا احساس رہتا تھا۔

صحت یافتہ جنسی کج فطرتوں نے ڈاکٹروں کو بتایا کہ وہ طریقے جو ان کے جنسی رجحانات میں تبدیل لانے میں کامیاب ہوئے ان کی بنیاد بچپن کے

مرحلے کے تجزیے، ان کے خاندانی تعلقات، اس مرحلے کی ان کی جنسی کج فطرت بننے یا اپنی جنس کی طرف عدمِ انتساب کے احساس میں اثر اندازی کی کیفیت پر مرکوز تھی۔

یہ نتائج امریکی تنظیم نفسیات کے سیمینار میں پیش کیے گئے۔ ان ڈاکٹروں کی قیادت، معروف نفسیاتی ڈاکٹر اور سائنس دان روبرٹ سبٹرز نے کی، یہ وہی شخص تھا جس نے اس تنظیم کے 1973ء کے فیصلے میں نفسیاتی اضطرابات کے کتابچے سے جنسی کج فطرتی کو نکالنے پر اصرار کیا تھا۔

نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو علم ہونا چاہیے:

"اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی اتاری ہے اس کی شفا بھی اتاری ہے، جو اس کو جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا سو نہیں جانتا۔"

ایمان کی قوت:

اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان، اس کی توفیق کے بعد، بندے کو حرام کے ارتکاب سے دور رکھتا ہے۔ کیا نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمایا تھا:

"جب کوئی زنا کرنے والا زنا کرتا ہے تو وہ مومن ہی ہوتا ہے"

لہٰذا جب ایمان سے تمھارا دل معمور رہے اور وہ تمھارے قلب و احساس پر چھایا رہے تو تم کبھی اللہ کے فضل سے اس کے حرام کردہ کاموں کا ارتکاب نہیں کرو گے۔

4 ایک کج فطرت کا شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے نام خط

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

آداب وتسلیمات کے بعد:

شیخ محترم! میں 21 سال کا نوجوان ہوں، 8 سال کی عمر ہی سے قومِ لوط کی بدفعلی اور جنسی فطرتی میں مبتلا ہو گیا تھا میرا باپ میری تربیت سے غافل رہا اور کاروبارِ حیات میں لگا رہا۔ میں اپنے اس فعل پر اس درجہ نادم اور پشیماں ہوں کہ خودکشی کی سوچتا ہوں، اب جب کہ گھر والوں نے میری شادی طے کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے تو میری تکلیف اور کرب دو چند ہو گیا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری درست راہنمائی فرمائیں اور میری پریشانی کا کامیاب علاج بتائیں، تاکہ میں زندگی کے عذاب سے نجات پا سکوں۔

جزاكم الله عني كل خير

(س۔م۔ھ)

جواب وعليكم السلام و رحمة الله و بركاته!

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ تجھ کو تمھاری ذکر کردہ تکلیف سے نجات دے کر تجھ پر احسان فرمائے۔

بلاشبہہ جو تم نے ذکر کیا ہے وہ ایک بہت بڑا جرم ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس کی دوا موجود ہے اور وہ ہے سچی توبہ، جو کچھ ہو گزرا، اس پر ندامت کے آنسو بہانا، اس جرم کو اپنی زندگی سے اکھاڑ پھینکنا، دوبارہ نہ کرنے کا سچا عزم کرنا، نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، بروں کی محفل سے دور رہنا اور شادی میں جلدی کرنا، یہی تمھارا علاج ہے، اگر تم نے سچے دل سے توبہ کی تو تجھ کو بھلائی اور صحت یابی کی خوش خبری ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى

رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ
اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

[التحریم: ۸]

''اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور خالص توبہ کرو، شاید تمھارا رب تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس دن جب اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑتا ہوگا، وہ کہیں گے: (اے) ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہماری مغفرت فرما، بے شک تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''گناہ سے توبہ کرنے والا اس کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ نہیں۔''

اللہ تجھ کو توفیق دے، تیرے دل اور عمل کی اصلاح کرے اور تجھ کو سچی توبہ اور نیک لوگوں کی صحبت میسر کرے۔

والسلام علیکم و رحمتہ اللّٰہ و برکاتہ

5 علاج سے پہلے پرہیز

آپ کے لیے دو راستوں میں سے کون سا آسان ہے اور آپ کس کا انتخاب کریں گے:

1 نفس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیں، اس کے سامنے تمام دروازے کھول دیں، اس کے بعد شہوت کو روکتے رہیں اور اس کے ساتھ گتھم گتھا رہیں۔

2 یا دروازے بند کر کے تمام راستوں پر روک لگا دیں؟

ایک سمجھ دار پختہ کار اور عقل مند انسان دروازے بند کر کے راستوں پر روک لگانے کو ترجیح دے گا، بلکہ شرعی منہج بھی یہی ہے۔

یہ عقل و شرع کا تقاضا نہیں کہ آپ حرام نظر بازی سے لطف اٹھاتے رہیں، اس کے بعد دل پر شہوت کے غلبے کی شکایت بھی کریں۔

کامیاب نبوی نسخہ:

نبی کریم ﷺ نے ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دیا ہے، تمام امت کی خیر خواہی کی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس معاملے کو راہنمائی اور تفصیل بیان کیے بغیر ہی چھوڑ دیتے؟

حاشا وکلا! آپ ﷺ نے ہر بھلائی کی طرف راہنمائی کی ہے اور ہر برائی سے آگاہ وخبردار کیا ہے، اس لیے اس معاملے کو بھی آپ ﷺ نے بیان کیے بغیر نہیں چھوڑا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے نوجوانوں کی جماعت! جو استطاعت رکھتا ہے وہ ضرور نکاح کرے، جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے، کیوں کہ یہ اس کے لیے ڈھال ہے۔'' (أخرجه البخاري و مسلم)

جب نوجوان یا دوشیزہ کے لیے شادی کرنا آسان نہ ہو تو ایک اور حل بھی ہے اور وہ ہے روزے رکھنا، لہٰذا آپ ہر ہفتے میں سوموار اور جمعرات کے

دو روزے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے؟

چھوٹے گناہوں سے بچیں:

1 آدمی صغیرہ گناہوں کو حقیر سمجھتا رہتا ہے، جب بندے کے پاس ان کا ڈھیر لگ جاتا ہے تو پھر یہ اس کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

2 یہ مت بھولیں کہ آپ کا ایک ڈھیٹ دشمن کے ساتھ ساری زندگی کا معرکہ ہے، جو آپ کو تباہ کرنے کے لیے ہر طرف سے آتا ہے، وہ آپ کو ورغلانے پھسلانے کے لیے ہر ذریعہ استعمال کرتا ہے، اس کا یہ عزم ہے:

﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾ [الأعراف: ۱۷]

''پھر میں ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے ان کے پاس ضرور آؤں گا اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے بھی اور تو ان کی اکثریت کو شکر گزار نہیں پائے گا۔''

لہٰذا جب آپ نافرمانی اور معصیت کو بڑا نہیں سمجھتے تو آپ اس حاسد دشمن کو خوش کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ میں اپنی موت کا خنجر تھما دیتے ہیں۔

3 چھوٹے گناہوں کا ارتکاب کرنا اور ان کی پروا نہ کرنا، دل سے معصیت کی قباحت اور بدنمائی کو مٹا دینا، یہ ایسے امور ہیں کہ انسان آہستہ آہستہ ان کا عادی ہو جاتا ہے اور بڑے گناہ کے ارتکاب میں اس کو کوئی عار محسوس نہیں ہوتی۔

﴿يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭاِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ

وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [الأعراف: ٢٧، ٢٨]

''اے بنی آدم! کہیں شیطان تمھیں فتنے میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا تھا جب اس نے ان دونوں کا لباس اتروایا تھا، تاکہ ان کو ان کی شرم گاہیں دکھا دے۔ بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمھیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھ سکتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنا دیا جو ایمان نہیں لاتے اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم نے اپنے باپ دادا کو یہی کرتے پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: اللہ قطعاً بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے ذمے ایسی باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے؟''

بچیں کہ آپ کے اعضا ہی آپ کے خلاف گواہ بن جائیں!

کیا یہ ممکن ہے کہ آپ کسی بھی دن اپنے اعضائے بدن کو استعمال میں لائے بغیر کوئی گناہ کرسکیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [النور: ٢٤]

”جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے خلاف، ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔“

کیا آپ خلوت اختیار کر سکتے ہیں؟

جب آپ اپنے آپ کو کسی کمرے میں بند کر لیتے ہیں؟ آپ کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا، آپ کے نفس میں شہوتیں انگڑائیاں لینا شروع کر دیتی ہیں اور آپ ان کی تسکین کی کوئی راہ تلاش کرنے کا سوچ رہے ہوتے ہیں، اگر اس لمحے آپ کو یاد آ جائے، اللہ تو مجھے دیکھ رہا ہے، اس کی راہ تو میں بند نہیں کر سکا۔ اگر یہ خیال حقیقت بن کر آپ کے دل و دماغ پر چھا جائے تو آپ کبھی گناہ کی جرأت نہیں کریں گے۔

دعا مومن کا ہتھیار ہے، یہ ہتھیار مشکلات کے وقت آدمی کو مایوس نہیں کرتا، کرب اور برے وقت کے لیے محفوظ رہتا ہے اور انسان کو بچا لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النمل: ٦٢]

”(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو مجبور و لاچار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور وہ اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے اور وہ تمھیں زمین میں جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔“

کیا آپ کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام نمونہ اور مثالیہ نہیں؟

یہ یوسف علیہ السلام فرما رہے ہیں:

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ﴾ [یوسف: ۳۳]

''یوسف نے کہا: اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس سے زیادہ پسند ہے جس کی طرف وہ (عورتیں) مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو نے ان کا مکر مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہوں گا۔''

نتیجہ کیا نکلا؟ یہ آیت تلاوت کریں:

﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ [یوسف: ٣٤]

''چنانچہ اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی، پھر اس نے اس سے ان (عورتوں) کا مکر دور کر دیا، بے شک وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''

کیا آپ نے کبھی دعا کا تجربہ کیا ہے؟

کیا آپ نے کبھی اپنے گڑگڑاتے ہوئے ہاتھ اللہ کے سامنے اٹھائے ہیں کہ وہ آپ کو ذلالت سے، فحاشی اور بدکرداری سے محفوظ رکھے؟

عجز و انکسار اور خلوصِ دل کے ساتھ دعا کریں اور نتائج کی جلدی نہ کریں۔

جنسی کج فطرتی سے نجات پانے کے 14 نکات:

1. اپنی ذات پر اعتماد پیدا کریں کہ آپ اس کج فطرتی سے نجات پا سکتے ہیں، صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھیں جو بلند و بالا اور قادر مطلق ہے۔
2. ہمیشہ باوضو رہنے کی کوشش کریں اور جب سوئیں تو وضو کر کے سوئیں۔

3. اول وقت میں نماز ادا کرنے کا اہتمام کریں اور قرآن کریم کی تلاوت کثرت کے ساتھ کریں۔
4. ہر اس چیز سے دور رہیں جو آپ کے دل میں شہوت کو انگیختہ کر سکتی ہو، جیسے: فلمیں، تصویریں، دیگر پرفتن مناظر، نیز ان جیسے امور میں قطعاً مصروفِ خیال نہ رہیں۔
5. برے دوستوں سے دور رہیں اور ہر ایسے شخص سے کنارہ کش رہیں جو آپ کا ماضی یاد دلائے۔
6. سچے دل کے ساتھ ہر گناہ سے استغفار کریں اور یہ اعتماد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والا اور عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا ہے۔
7. عزمِ مصمم کر لیں کہ کسی قیمت پر آپ دوبارہ وہ گناہ نہیں کریں گے۔
8. ہفتے سوموار اور جمعرات کے دن دو روزے رکھیں۔
9. گھر میں یا کمرے میں اکیلا رہنے سے حتی المقدور بچیں۔
10. اپنے فارغ اوقات کو مفید مطالعے اور کھیل سے مصروف رکھیں۔
11. جب تک نیند کا احساس گہرا نہ ہو جائے، تب تک بستر پر نہ جائیں۔
12. اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ وہ اس بری عادت کو ترک کرنے میں آپ کی مدد کرے اور کثرت کے ساتھ درود پاک کا ورد کریں۔
13. جس کی نافرمانی کر رہے ہیں، ہمیشہ اس کی عظمت اور جلال کو مدِنظر رکھیں اور خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کی نگرانی کے خیال کو دل سے جانے نہ دیں۔
14. اپنی زندگی کا پہلا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی رکھیں۔

جنسی کج فطرتیوں کا علاج اور پرہیز:

جنسی انحرافات اور کج فطرتیوں کی مختلف انواع و اشکال کسی بھی انسانی

معاشرے کے لیے تباہی، بربادی اور انخلال کا سب سے بڑا اور خطرناک پیغام لے کر آتی ہیں، کیوں کہ ان کے نتائج طویل عرصوں تک جاری رہتے ہیں اور ان کے اثرات نسل در نسل منتقل ہوتے رہتے ہیں، لہٰذا جو ماضی میں تباہی اور خرابی سے دوچار ہوا، اس کو درست کرنے کے لیے علاج ضروری ہے۔

نفسیاتی علاج:

اس سبب یا ان اسباب کو جاننے کی کوشش کے لیے جو کج فطرت میں یہ عادت پیدا ہونے کا باعث بنے، مریض کی تحلیل نفسی کی جاتی ہے۔

اجتماعی علاج اور جماعت کی طرف انتساب کے شعور کی تقویت، قائل کرنا اور نفسیاتی راہنمائی کرنا، شرعی شادی کے لیے کاروائی کو آسان بنانا، لوگوں کو سائنسی اور منطقی بنیادوں پر جنسی انحرافات سے خبردار کرنا، صرف ڈرانے پر زور نہ دینا۔ عموماً معاشرتی تعلقات کو بہتر بنانا، دینی اخلاق اور صحیح جنسی تربیت پر توجہ مرکوز کرنا۔

ادویات کے ساتھ علاج:

مریض میں جنسی محرکات میں کمی لانے کے لیے طبی ادویہ اور ہارمونز کا سہارا لینا۔

معاشرے کے افراد کو اپنے نفس پر قابو پانے کا سبق دینا اور ان کو جنسی انحراف کے عمومی نقصانات سے باخبر کرنا۔

بچوں اور نوعمروں کے لیے خصوصی ہدایات:

بچپن کے مراحل میں دینی اور سائنسی حدود کے اندر رہ کر ان کی جنسی تربیت کا اہتمام کرنا۔

اندیشوں اور خوفوں میں تخفیف پیدا کرنا اور یہ یقین پختہ کرنا کہ غلط علاج

کا خطرہ خود کج فطرت رویے سے زیادہ خطرناک ہے۔

علاج سے پہلے اس فرد کو اچھی طرح سمجھنا اور انحراف کے حقیقی اسباب سے آگاہی حاصل کرنا۔

کسی بھی ایسے سبب کو جاننے کے لیے جو انگیخت کا باعث بن سکتا ہے، اس کی جامع اور تفصیلی تشخیص کرنا، مکمل صفائی کا خیال رکھنا۔

کثرت کے ساتھ گلے لگانے اور لاڈ پیار کرنے جیسے تمام افعال سے اجتناب کرنا، جو جنسی رغبتوں کو جگانے کا باعث بن سکتے ہیں۔

دھمکی، سزا یا غصہ پیدا کرنے والے اسالیب سے پرہیز کرنا، تاکہ فرد غلط کرداری کی پریشانیوں سے چھٹکارا پا سکے۔

میرا سفرِ انحراف:

سب سے پہلے میں اپنے دینی بھائی ابوعبداللہ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جس کا میری زندگی کو انحراف اور کج فطرتی کی راہ سے موڑ کر سیدھی راہ پر چلانے میں بہت بڑا عمل دخل ہے۔ وہ مسلسل ٹیلی فون کے ذریعے مجھے سمجھاتا، مجھے دینی کیسٹیں اور اصلاحی کتابچے دیتا، اس بدفعلی کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو سزا ہے، اس کو سن کر خوف کر میرا کلیجہ پھٹنے کو ہو جاتا ہے۔

میں سات سال کا تھا کہ اپنی امی کے ساتھ اپنی خالہ کے گھر گیا، میری خالہ کا ایک بیٹا تھا جو میرا ہم عمر تھا، وہ ہمیشہ میرے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا، اس دن میری امی میری خالہ کے ساتھ بازار گئی اور ہم دونوں کو گھر میں اکیلا چھوڑ دیا، ان کی غیر موجودگی میں اس نے مجھ کو بدفعلی پر اکسایا اور ایک عجیب طرح کی لذت سے آشنا ہوا، اس کے بعد میں اس لذت کی تلاش میں اپنے ہم عمر

لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرتا۔

ایک دن میں کھیل کے میدان کی طرف جا رہا تھا کہ میرے راستے میں تین 18/17 سال کے لڑکے آئے، انھوں نے مجھے اٹھایا اور ایک خالی جگہ پر جا کر میرے ساتھ زیادتی کی کوشش کی، ان میں ایک بہت بھاری بھرکم تھا وہ میرے اوپر بیٹھ گیا، درد کی وجہ سے میرا برا حال ہو گیا، میں نے بڑی زور سے چیخ ماری اور ان کے چنگل سے بھاگ نکلا۔ اس کے بعد میں سیدھا گھر آیا، میرے جسم سے خون بہہ رہا تھا، لیکن میں کسی کو بتا نہ سکا، کیوں کہ ہر کوئی اپنے کام میں مصروف تھا۔

میری دو دن تک یہ حالت رہی کہ میں صحیح طور پر بیٹھ سکتا تھا نہ چل سکتا تھا، لیکن میرے گھر والوں میں سے کوئی بھی میری تکلیف کو محسوس نہ کر سکا۔

ایک دن اپنے ایک دوست کے پاس کھڑا تھا، جو دین دار اور نیک سیرت تھا، وہ مجھے ہمیشہ سمجھاتا رہتا تھا، مجھے اس کی باتوں سے بڑا سکون ملتا تھا، لیکن کچھ ناتجربہ کاری اور کچھ میری خواہش پرستی مجھ کو اپنے تصرفات پر قابو پانے نہ دیتی۔

ایک دن اچانک میرا بھائی ادھر سے گزرا اور اس نے مجھ کو اس کے ساتھ کھڑے دیکھا تو اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اس کو پکڑ کر شدید زد و کوب کر دیا، مجھے بہت زیادہ دکھ ہوا کہ اس نے اس شریف انسان کو کیوں مارا ہے؟ حالاں کہ وہ اکثر مجھ کو منحرف اور بڑی عمر کے لوگوں کے ساتھ ملتا دیکھتا ہے، لیکن کبھی کچھ نہیں کہتا!

میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میرا یہ بھائی میرے بدچلن بننے کا سب سے بڑا سبب تھا، جو مار پیٹ کی زبان کے علاوہ کسی زبان سے آشنا نہیں تھا۔

میں اپنے باپ کو بہت کم دیکھتا، وہ اپنے کاروبار میں اتنا مصروف تھا،

ماں بھی اپنے کاموں میں مصروف رہتی، جو فارغ وقت بچتا وہ سہیلیوں کے گھر گزار آتی۔

میں نے گھر کی پریشانیوں سے چھٹکارا پانے کے لیے محلے میں دوستوں کے ساتھ وقت گزارنا شروع کر دیا، جنس اور انحراف میری زندگی کا اوڑھنا بچھونا بن گئی۔ میں تقریباً نو سال اسی حالت میں غرق رہا۔ میری حالت گر گئی، میں نے نشہ آور گولیوں کا سہارا لینا شروع کر دیا اور میری زبوں حالی اس سطح تک پہنچ چکی تھی کہ میں ایک گولی کے لیے یا چند روپوں کی خاطر بدفعلی کروانے کے لیے تیار ہو جاتا۔

ایک دن ایک لڑکا جو میرا شریکِ بدفعلی تھا، مجھے ایک ساٹھ سال کے مال دار بوڑھے کے پاس لے کر آیا اور مجھے اس سے متعارف کروایا۔

اس نے اس کام کے لیے ایک مخصوص اپارٹمنٹ بنایا ہوا تھا، اس کو جب میری ضرورت ہوتی مجھ کو بلا لیتا۔

اس آدمی کی زندگی عجیب تضاد سے عبارت تھی، وہ ایک طرف صوم و صلاۃ کی پابندی کرتا، کثرت کے ساتھ صدقہ و خیرات کرتا اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا اور دوسری طرف...... الامان والحفیظ!

ایک دن اس نے مجھ کو بلایا، ایک خطیر رقم دے کر رخصت کر دیا اور کہا کہ میں رمضان کے بعد اس کے پاس چکر لگاؤں، میں اس آدمی کے بارے میں سوچتا رہا، میں نے سوچا، اگر میں یہی کام کرتا رہا تو بوڑھا ہو کر اسی کی طرح ہو جاؤں گا، یہ تو مالدار ہے، مال کے بدلے اس کو بدفعلی کرنے والے مل جاتے ہیں، لیکن جب مجھے کوئی نہ ملے گا تو میں کیا کروں گا؟ میں تو قلاش ہوں!

میں جانوروں کی زندگی بسر کر رہا تھا، ایسی زندگی جو نفس، جسم اور اعضا پر

درندگی سے بھری ہوئی تھی، لیکن اب، اللہ کے فضل سے میں نے اس بدذات فعل سے مکمل کنارہ کشی کر لی ہے۔ ایک سال سے میں نے یہ بدکام کیا ہے نہ اس کے بارے میں سوچا ہی ہے اور یہ مقامِ شکر ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھ کو ہدایت دے اور نبی ﷺ کی سنت پر ثابت قدم رکھے۔

میری درخواست ہے کہ آپ میرے حق میں ثابت قدمی کی دعا کریں۔

6 خطاب بعنوان ''مغفرت کے بادل''

مقرر: علامہ محمد مختار شنقیطی

احبابِ کرام!

کون ہے جو رات کو اپنا ہاتھ پھیلا دیتا ہے، تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے؟

کون ہے جو دن کو دستِ شفقت پھیلاتا ہے کہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے؟

کون ہے جو ہر رات یہ اعلان کرتا ہے: کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس پر نظرِ کرم کروں؟ کیا کوئی بخشش کا طالب ہے کہ میں اس کو معاف کر دوں؟

کس کی منادی ہے: اے ابن آدم! اگر تمھارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، مجھ سے معافی مانگو تو میں تمھارے گناہ معاف کر دوں گا اور میرا کچھ نہیں جائے گا۔

میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو، میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، لہٰذا تم مجھ سے معافی مانگو، تاکہ میں تمھیں معاف کر دوں!

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

الرَّحِيْمُ﴾ [الزمر: ٥٣]

''آپ کہہ دیجیے: (اللہ فرماتا ہے) اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے، یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

وہ اللہ ہے جو توبہ کرنے والوں پر رحم کرتا ہے، اپنی عفو و مغفرت کے دامن میں ان کو پناہ دیتا ہے، وہ بہترین معاف کرنے والا ہے، وہ اپنے سامنے گریہ کرنے والوں، معذرت کرنے والوں اور اپنے مسائل پیش کرنے والوں پر رحم کرتا ہے اور ان کی دعاؤں کو مستجاب کرتا ہے۔

برادرانِ اسلام!

اللہ بندے کے گناہوں کو معاف کرتا ہے، اس کے عیبوں پر پردے ڈالتا ہے، وہ بہترین بخشنے والا ہے، وہ رحم کرتا ہے اور وہ بہترین رحم کرنے والا ہے۔

وہ بندوں کو ایسے معاف کرتا ہے کہ ان کے صغیرہ کبیرہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہ مکمل مغفرت، اگلے پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی عنایت فرمائی:

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ [الفتح: ٢]

''تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کی اگلی پچھلی ہر غلطی معاف کر دے، اور آپ پر اپنی نعمت پوری کرے اور آپ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دے۔''

اللہ بندے کی ایسی مغفرت کرتا ہے کہ اس کی تمام خطاؤں کو مٹا دیتا

ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سونے چاندی سے بھری ایک تھیلی لے کر رسولِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی جھولی میں ڈال دی، یہ اللہ کی رضا کے لیے صدقہ تھا، رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی، آپ ﷺ نے سونے کو پکڑا، اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ لیا اور فرمایا: ''عثمان آج کے بعد جو بھی کرے، اس کو اس کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔''

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ بڑا مشہور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عمر! اس کو چھوڑ دے، تجھے کیا معلوم، شاید اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کے دل کو جھانکا تو کہا: جو چاہتے ہو کرو، میں نے تم کو معاف کر دیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ بندے کو اس طرح مکمل طور پر معاف کر دیتا ہے کہ اس کے ذمے کوئی غلطی نہیں رہتی اور وہ دنیا میں چلتا پھرتا جنت کی خوش خبری پا لیتا ہے۔ اللہ بندے کو معاف کرتا ہے اور اس پر رحم کرتا ہے، جب وہ اس کی مخلوق پر رحم کرتا ہے۔

بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت کہیں سے گزری، وہ فسق و فجور کی دنیا کی باسی تھی، اس نے ایک کتے کو دیکھا جو شدتِ پیاس کی وجہ سے زمین چاٹ رہا تھا اور زبان لٹکائے ہانپ رہا تھا، اس کا دل پسیجا اور جذبۂ ترحم نے انگڑائی لی، وہ کنویں میں اتری، اپنے جوتے میں پانی بھرا اور کتے کو پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس کوشش کی قدر کی اور اس کے گناہوں کو معاف کر دیا۔

ایک آدمی کا کسی راستے سے گزر ہوا، وہ مسلمانوں کی گزرگاہ تھی، وہاں ایک کانٹا پڑا تھا، جب اس نے اس کانٹے کو دیکھا تو کہا: اللہ کی قسم! میں اس کانٹے کو اس راستے سے ہٹا دوں گا، تاکہ یہ کسی مسلمان کے لیے باعثِ اذیت

نہ بنے۔ اس نے اس کانٹے کو وہاں سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم سے دور کر دیا اور اس کی بخشش کر دی۔

اللہ اکبر! وہ جب چاہے اپنے کسی بندے کو معاف کر دے، اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں، اس کے فیصلے پر کوئی تبصرہ کوئی تنقید نہیں۔

برادرانِ اسلام!

بندہ اللہ کے سامنے، اپنے آقا و مولیٰ کے سامنے، گناہ کرنے کے بعد دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہے اور پکارنا شروع کر دیتا ہے، یہ گناہ اس کی راتوں کی نیند چھین لے جاتے ہیں، اس کو اللہ کے سوا کوئی ملجا، کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی، وہ اللہ کے سامنے عاجزی سے سر جھکائے کھڑا ہو جاتا ہے، گناہوں نے اس کو پریشان اور بے حال کر دیا ہے، اس کے عیبوں اور گناہوں نے اس کی لذت چھین لی ہے، شہوت کا سر شکستہ ہو چکا ہے، عذاب ہے، رسوائی ہے، مصیبت ہی مصیبت ہے، فقر ہے، فاقہ ہے، بدحالی ہے، بیماری ہے، گناہوں کی وجہ سے تنگ دلی ہے، بے چینی ہے، اضطراب ہے، بے یقینی ہے، وہ دائیں بائیں نظر اٹھا کر دیکھتا ہے کہ نفسِ امارہ نے اس کو رسوا کر دیا ہے، شیطان دھوکے باز نے اس کا سر خاک میں ملا دیا ہے، اس کو اپنے رب کے سوا کوئی نظر نہیں آتا جس کے سامنے کھڑا ہو کر اپنا عذر پیش کرے، جس کی جناب میں نادم، تائب ہو کر کھڑا ہو، چنانچہ وہ صدقِ دل اور گہرائی سے اپنے رب کو آواز دیتا ہے، وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ سے زیادہ کوئی اپنے بندوں پر رحم کرنے والا نہیں، اس کا ایقان کامل ہے کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی حلیم نہیں، رحیم نہیں، کریم نہیں، وفا کرنے ولا نہیں، اس کے گناہ جس قدر چاہے زیادہ ہو جائیں، مگر اس سے بڑے نہیں ہو سکتے، اگرچہ

اس کے عیب بہت زیادہ ہیں، لیکن اللہ رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

وہ ٹوٹا ہوا، شکستہ پا، ندامت کے آنسو بہانے والا، اپنے رب پر ایمان رکھنے والا، اس کی رحمت کا یقین رکھنے والا، آواز دیتا ہے: اے رب! اے رب! کیا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں، اس کی گذشتہ گستاخیوں، چیرہ دستیوں اور گناہوں سے یکسر اعراض کرتے ہوئے، لیکن اس کی توبہ اور واپسی پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، الفاظ اور دعائیں آسمان کی جانب رختِ سفر باندھ لیتی ہیں اور جہاں پہنچنا ہوتا ہے، پہنچ جاتی ہیں۔ ارحم الراحمین، خیر الغافرین آواز لگاتا ہے:

میرے فرشتو! میرے بندے نے جان لیا ہے کہ اس کا رب گناہوں پر مواخذہ کرتا ہے اور گناہ معاف کر دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا ہے۔

بندہ ہو سکتا ہے ساٹھ برس کا ہو یا ستر برس کا، وہ آنِ واحد میں اس کو معاف کر دیتا ہے، پھر شیطان دم دبا کر بھاگ جاتا ہے، وہ اپنے سر پر خاک ڈالتا ہے اور واویلا کرتا ہے کہ میں اس کو ساٹھ ستر سال تک گمراہ کرتا رہا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک لمحے میں معاف کر دیا ہے!

جب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، عیبوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے، خطائیں مٹ جاتی ہیں تو بندہ اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی پر خوشی سے جھوم اٹھتا ہے، وہ اپنے سامنے اس کے فضل واحسان کے غنچے کھلے ہوئے دیکھتا ہے، جود وسخاوت کو ملاحظہ کرتا ہے اور حلم ورحمت کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کی خوشی دوچند ہو جاتی ہے، اللہ پر اعتماد بڑھ جاتا ہے اور اس کی زبانِ حال کہہ رہی ہوتی ہے: اللہ اکبر! جس نے گناہوں کو معاف کر کے نیکیوں میں بدل دیا ہے۔

اے میرے پروردگار! میں ساری زندگی برائیاں کرتا رہا، تو میری باقی زندگی کو نیکیوں سے معمور کر دے، اس کو مغفرت کے بادل ڈھانپ لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں، اس بندے کے سامنے نیکیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، یہ توفیق یافتہ بندہ، اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر خوش، ان نیکیوں، اچھائیوں اور بھلائیوں کے دروازوں کی طرف رفتاں و خیزاں بھاگتا چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیتے ہیں۔

برادرانِ اسلام!

ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان کون حائل ہے؟ ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں، کوئی ترجمان، کوئی داروغہ، کوئی جن، کوئی انسان نہیں، وہ رات کو ہاتھ پھیلا دیتا ہے کہ دن کا گناہ گار توبہ کر لے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے کو اپنے قریب کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈالتا ہے، وہ پردے میں ہوتا ہے جو کہتا ہے، اللہ کے سوا کوئی نہیں سنتا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے کہتے ہیں: اے میرے بندے! تو نے فلاں فلاں دن یہ کام کیا؟ وہ کہتا ہے: ہاں، اے میرے رب! اللہ تعالیٰ پوچھتا جاتا ہے اور بندہ اعتراف کرتا جاتا ہے، تا آنکہ سارے عیب سامنے آ جاتے ہیں اور سارے پردے اٹھ جاتے ہیں، بندے کو اپنی ذات کے بارے میں ڈر محسوس ہونے لگتا ہے، اللہ حلیم و رحیم کی طرف سے آواز آتی ہے: اے میرے بندے! میں نے دنیا میں تمھارے عیبوں پر پردہ ڈالے رکھا، آج بھی ان پر پردہ ڈال

رہا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پردے میں ڈھانپ کر عفو و کرم کی چادر میں لپیٹ دیتے ہیں اور جنت میں داخل کر دیتے ہیں۔''

اللہ اور بندے کے درمیان کوئی نہیں، کوئی بھی، آپ کو اللہ کی رحمت سے محروم نہیں کر سکتا، کوئی بھی آپ پر اللہ تعالیٰ کے فضل کے دروازوں کو تالا نہیں لگا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے تمھاری آہ و فغان، حزن و الم اور ندامت کے آنسوؤں کو قبول کیا، جو تم نے اپنے ماضی پر بہائے اور تجھ کو اپنی رحمت میں جگہ دے دی۔

بندے کی سچی توبہ کی تین نشانیاں ہیں کہ جب اللہ بندے کو اس کی توفیق دیتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، عیبوں کو چھپا دیا جاتا ہے اور اس کی غلطیاں مٹا دی جاتی ہیں، ان میں سے پہلی اور عظیم تر دل کی ندامت ہے، پھر زبان کا استغفار کرنا ہے، پھر اس گناہ سے مکمل کنارہ کشی کر کے اپنے اعمال کی اصلاح ہے۔

دل کی ندامت کی توفیق صرف اس بندے کو ملتی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں، مرحوم و مغفور وہ بندہ ہوتا ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے پسیج جاتا ہے، جب دل اللہ کے سامنے جھک کر پسیج جائے تو ایسے بندے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگزر کی بارش ہونے لگتی ہے، جب دلوں میں ندامت کا احساس کلبلانے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت تشریف لے آتی ہے، یہ توبہ کی بشارت لے کر آتی ہے، یہ ندامت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب بندہ اپنے نفس سے باتیں کرتا ہے تو اس کا نفس اس کو ملامت کرتا ہے، دل سے آوازیں آتی ہیں: تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، یہ کام تمھارے شایانِ شان نہیں تھا، جب دل میں ندامت پیدا ہو جائے تو زبان حرکت میں آتی ہے اور کہتی ہے: اے میرے پروردگار! مجھے معاف کر دے، جب دل نادم ہو اور اپنی ندامت میں

سچا ہو، زبان بول اٹھے، حزن و ملال پھیل جائے تو اللہ تعالیٰ آسمان کے دروازے کھول دیتے ہیں اور یہ کلمہ سوئے آسمان پرواز کر جاتا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ﴾ [الفاطر: ١٠]

''جو شخص عزت چاہتا ہے، پس عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور عمل صالح انھیں اوپر اٹھاتا ہے اور جو لوگ بری چالیں چلتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور انھی لوگوں ہی کی چال برباد ہو کے رہے گی۔''

اللہ تعالیٰ جب بندے کی توبہ اور استغفار کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہیں تو اس کی حالت درست کر دیتے ہیں اور تیسری نشانی رونما ہو جاتی ہے، یہ تیسری نشانی گناہوں اور نافرمانیوں کو کلی طور پر ترک کر دینا ہے اور ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا ہے، جب یہ تینوں نشانیاں: دل کی ندامت، زبان کا استغفار اور اعمال و اعضائے بدن کی اصلاح، حقیقت پذیر ہو جائیں تو جان لیجیے کہ ایسے بندے پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو چکی ہے اور اس کی توبہ مکمل اور سچی ہے۔

اگر گناہوں کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہو تو وہ بندہ لوگوں کے پاس جاتا ہے، اس کا دل پکار پکار کر کہتا ہے، تم نے فلاں مسلمان کی زمین ہتھیا کر اس پر ظلم کیا، فلاح مسلمان کی برائیاں کر کے اس پر ظلم کیا، وہ اس بندے کے پاس جا کر معذرت کرنا چاہتا ہے کہ شیطان دھوکے باز اس کے پاس آ جاتا ہے اور کہتا ہے: تمھیں کیا ضرورت ہے اس سے معذرت کرنے کی؟ تم فلاں آدمی سے کس طرح معذرت کرو گے؟ وقت گزر چکا ہے اور تم اس کا حق کھا چکے ہو،

لوگ تجھے مذاق کا نشانہ بنائیں گے، تم فلاح حقیر آدمی سے معذرت کرو گے۔ وہ طرح طرح کے وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾

[إبراهيم: ٢٧]

''اللہ ایمان والوں کو قولِ ثابت (کلمۂ توحید) سے دنیا کی زندگی اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

جو بندہ صدقِ دل سے توبہ کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں آخرت کا خوف پیدا کر دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ [هود: ١٠٣]

''بے شک اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نشان (عبرت) ہے جو عذاب آخرت سے ڈر گیا۔ وہ (یومِ آخرت) ایسا دن ہے جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے اور وہ ایسا دن ہے جب (سب) حاضر کیے جائیں گے۔''

جو یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ننگے بدن ننگے پاؤں کھڑا ہوگا، اس کے پاس مال ہوگا نہ اولاد، اس کا حسب ونسب، جاہ وجلال اور مال ومنال کوئی اس کے کام نہیں آئے گا، بلکہ جن پر ظلم کیا ہوگا، ان کا حساب دے گا، اگر اس کو اچھی طرح یاد رہے کہ وہ اللہ کے حضور پیش ہوگا تو اس کی شدید آرزو اور کوشش ہوگی کہ وہ جب اس دنیا سے رخصت ہو تو اس پر گناہوں، نافرمانیوں

اور زیادتیوں کا کسی طرح کا کوئی بوجھ نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور بزرگانِ ملت کوشش کیا کرتے تھے کہ وہ کم سے کم گناہوں کے بوجھ اپنے ساتھ لے کر جائیں۔ ایک نیک آدمی کا آخری وقت آ پہنچا، اس کے بیٹے، پوتے سب اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، اس نے کہا: میرے بچو! میرے پڑوسی سے کہو کہ وہ مجھے اپنے حق کی وجہ سے معاف کر دے۔ انھوں نے پوچھا: ہمارے پڑوسی کا آپ کے ذمے کوئی سا حق ہے؟ اس نے جواب دیا: میرے ہاتھ پر چکنائی لگی ہوئی تھی، میں نے اس کی دیوار پر لگی ہوئی مٹی سے ہاتھ رگڑے تھے اور میرے ہاتھ میں اس کی دیوار کی کچھ مٹی آ گئی تھی، جس سے میں نے اپنے ہاتھ دھوئے تھے، اس سے کہو کہ وہ مجھ کو معاف کر دے، معمولی سی چیز ہے، لیکن اللہ کے ہاں بڑی ہوگی، جب وہ کہے گا:

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ [الأنبياء: ٤٧]

”اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (عمل) ہوگا تو ہم اسے (تولنے کے لیے) لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔“

احبابِ گرامی!

سچی توبہ گناہوں سے جان چھڑانے، چھوٹے بڑے، حقیر و صغیر لوگوں کے مارے ہوئے حقوق کا حساب صاف کرنے کا نام ہے، پھر جس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کچھ مل جائے تو اس کے لیے مبارک ہی مبارک ہے۔

مغفرت کے بادل، بہترین معاف کرنے والے کی طرف سے، سب سے زیادہ رحم کرنے والے کی طرف سے، مطلع آسمان پر پھیلے ہوئے ہیں، اللہ اہلِ ایمان سے محبت کرتا ہے، اس نے ان کے لیے عفو و درگزر اور رحمت و احسان کے بڑے ذرائع رکھے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے صحیح مروی ہے:

''جو مسلمان اپنے وضو کے پانی کو وضو کرنے کے لیے اپنے قریب کرتا ہے، منہ دھوتا ہے تو منہ کے گناہ ڈھل جاتے ہیں، ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ مٹ جاتے ہیں، پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ ہی پاؤں کے بھی سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

''جو بندہ اللہ کے سامنے نماز میں کھڑا ہو جاتا ہے، وہ آمین کہتا ہے اور اس کی آمین فرشتوں کی آمین سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ جو بندہ اللہ کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے تو اس کی ایک غلطی مٹا دی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ جو بندہ ہر فرض نماز کے بعد 33 مرتبہ ''سبحان اللّٰہ'' 33 مرتبہ ''الحمد للّٰہ'' 33 مرتبہ ''اللّٰہ أکبر'' اور پھر سو مکمل کرنے کے لیے ''لا إله إلا اللّٰه وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شيءٍ قدير'' کہتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہی ہوں۔''

بندہ جب اپنے گھر سے قدم باہر نکالتا ہے اور اللہ کے کسی گھر کی طرف نکلتا

ہے تو اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں، جو بندہ گرمی یا سردی کی شدت میں مکمل وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ بھی مٹ جاتے ہیں۔ جو بندہ مسجد میں نماز ادا کرتا ہے، پھر دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے، اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''میں تم کو بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کن کاموں کی وجہ سے گناہ معاف کرتے ہیں اور درجات کو بلند کرتے ہیں: ناپسندیدہ حالات میں مکمل وضو کرنا، مسجدوں کی جانب کثرت سے رواں دواں رہنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظا کرنا، یہی رباط (جہاد کے لیے گھوڑے تیار رکھنا) ہے، یہی رباط ہے۔''

جو بندہ کسی مسلمان سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہے اور اللہ کی رضا کے لیے اس سے ملاقات کرنے کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی بشارت دے دی جاتی ہے۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث منقول ہے:

''ایک آدمی اپنے کسی دوست کی ملاقات کے لیے گھر سے نکلا، جو کسی بستی میں رہتا تھا، اس کی اس کے ساتھ دوستی اللہ تعالیٰ کے لیے تھی، اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا جو اس کی راہ میں کھڑا ہوگیا، اس نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: اس بستی کی طرف، اس نے کہا: تمھیں وہاں کیا کام ہے؟ اس نے کہا: وہاں میرا ایک اسلامی بھائی رہتا ہے، اس نے کہا: کیا اس کی کسی نعمت کا بدلہ چکانے کے لیے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نہیں وہ میرا بھائی ہے، جس کے ساتھ میرا

اللہ تعالیٰ کے لیے تعلق ہے، فرشتے نے جواب دیا: مجھے اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف ایلچی بنا کر بھیجا ہے کہ تجھ کو بتاؤں کہ اس نے تمھارے اس قصد کے لیے جانے کی وجہ سے تجھ کو معاف کر دیا ہے۔“

جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے، اس کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے، اس کی آیات سے متاثر ہوتا ہے، اس میں موجود نصیحتوں کو پڑھ کر اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے، اس کے دل میں اللہ کی عظمت، اس کی توحید، اس کی بزرگی جاگ جاتی ہے اور اس پر ایمان بڑھ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا سب سے بڑا سبب اس پر ایمان ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ﴾ [یٰسٓ: ۲۵۔۲۷]

”بلاشبہ میں تمھارے رب پر ایمان لایا ہوں، لہٰذا تم میری بات سنو۔ کہا گیا: تو جنت میں داخل ہو جا، اس نے کہا: کاش! میری قوم جان لے (یہ بات) کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے اور اس نے مجھے معزز لوگوں میں (شامل) کر دیا ہے۔“

اگر آپ کسی حجر، شجر اور مدر (مٹی) پر غور کرتے ہیں، مظاہرِ کائنات کا مطالعہ کرتے ہیں جو اس کے دل میں اللہ کی عظمت کا احساس بیدار کر دیتا ہے، آپ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت پر تامل کرتے ہیں کہ آپ کے دل میں رقت طاری ہو جاتی ہے اور خلوصِ دل سے آپ کی زبان پر لا إله إلا الله کا ورد جاری ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

”جو بندہ اپنے گھر سے نکل کر کسی ذکر کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فرشتے جب آسمان پر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کے بارے میں پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتا ہوتا ہے، فرشتے جواب دیتے ہیں: جب ہم اس کے پاس آئے تو وہ تیری پاکیزگی اور بزرگی کا ذکر کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں: وہ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں، وہ تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ پھر پوچھتے ہیں: کیا انھوں نے جنت دیکھی ہے؟ وہ کہتے ہیں: نہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو پھر ان کا شوق دیوانگی کی حد کو چھونے لگے گا۔

پھر اللہ پوچھتے ہیں، وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں: تیری آگ سے، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: کیا انھوں نے میری آگ دیکھی ہے؟ وہ کہتے ہیں: نہیں، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس سے بہت زیادہ ڈرنے لگیں، میں نے ان کو معاف کر دیا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: ان میں ایک بہت سیاہ کار آدمی بھی بیٹھا ہوا تھا، وہ وہاں سے گزر رہا تھا کہ ان کی محفل میں شریک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اس کو بھی معاف کر دیا ہے، وہ ایسے لوگ ہیں، جن کی صحبت میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوگا۔“

جو قوم مجلسِ ذکر میں بیٹھی ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے: ”تم پاک ہو، تمھارا چلنا بھی پاک ہے، اٹھ جاؤ تمھارے گناہ نیکیوں میں بدل چکے ہیں۔“

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کے بادل ہیں جو برسنے کو بے تاب ہیں، اگر اس کے دروازے بند ہو جائیں تو پھر کوئی چارہ گر نہیں، چارہ ساز نہیں،

اگر ہم اسی سے دور ہو گئے جو صاحبِ فضل و کرم ہے تو پھر ہمارا کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو اپنی رحمت اور مغفرت کے سائے میں جگہ دے۔ آمین

سامعین عظام!

اس لمحے سے زیادہ سعید کوئی لمحہ نہیں، جس میں بندہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر لی ہے، اس وقت سے زیادہ خوش نصیب کوئی وقت نہیں، جب بندے کے دل پر اللہ کے خوف کی وجہ سے رقت طاری ہو جاتی ہے۔

جب آپ تائب سے پوچھیں گے کہ اس کی زندگی کا خوش گوار ترین لمحہ کون سا تھا تو اس کا جواب ہوگا: جس لمحے میں اللہ کے حضور سچی توبہ کی۔

اگر آپ کسی مردِ نیک سے اس کی زندگی کے عظیم ترین لمحے کے بارے میں سوال کریں تو اس کا جواب ہوگا: جس لمحے میرے رب نے مجھ پر رحمت کی اور مجھ کو اپنی طرف لوٹنے کی توفیق دی۔

دنیا کی عزت اور دنیا کی سعادت صرف اسی میں ہے کہ بندہ اللہ کے حضور حاضر ہو جائے اور توبہ کر لے۔

جو توبہ کرتا ہے، اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے، جو اللہ کی طرف آتا ہے، اللہ اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔

”اے بندو! تم نہ مجھ کو نفع دینے کے قابل ہو نہ نقصان پہنچانے کے، اگر تمھارے پہلے پچھلے انسان اور جن، سارے تم میں سے سب سے زیادہ فاجر آدمی کے دل کی طرح کا دل رکھیں تو میری ملکیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ اگر تمھارے پہلے پچھلے انسان اور جن

سب، تم میں سے سب سے زیادہ متقی آدمی کے دل کی طرح کا دل رکھیں تو میری بادشاہت میں اس سے ذرہ برابر اضافہ نہیں ہو گا۔
اے بندو! یہ تمھارے اعمال ہیں جن کو میں شمار کروں گا، جو ان میں اچھائی دیکھتا ہے تو وہ اللہ کا شکر کرے اور جو اس کے علاوہ کچھ اور دیکھتا ہے تو پھر وہ اپنا ہی سر پیٹے۔''

احبابِ کرام!

مغفرت کے بادل جب بندے پر برستے ہیں تو اس کے گناہ مٹا دیتے ہیں اور اس کے عیبوں کو چھپا لیتے ہیں، ان کی ایک گھٹا یہ ہے کہ بندہ کثرت سے استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہر غم کو راحت میں بدل دیتا ہے، ہر تنگی سے نکلنے کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور ہر مصیبت سے عافیت بخشتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک دن میں سو مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: لوگو! اللہ سے توبہ کرو، میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔

کثرت سے استغفار، رحمت کا ایک دروازہ ہے، اگر آپ رزق کے حصول کے لیے گھر سے باہر نکلتے ہیں تو استغفار کریں، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ بندہ کسی گناہ کے سبب رزق سے محروم ہو جائے۔ جب آپ گھر میں داخل ہوں تو استغفار کریں کہ آپ نے کہیں کسی پر ظلم یا کسی کے ساتھ بدسلوکی نہ کی ہو، لہٰذا جب آپ گھر داخل ہو تو گناہوں سے پاک ہو چکے ہوں۔

چنانچہ کثرت کے ساتھ استغفار کریں، کیوں کہ استغفار رحمت کا سبب ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے، نماز کا آغاز بھی استغفار سے کرتے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ وہ اپ کے گناہوں کو پانی، برف

اور اولوں کے ساتھ صاف کر دے۔ گناہوں کی نحوست، مصیبت اور انجام بے پناہ خطرناک اور اذیت ناک ہے۔ کتنے ایسے گناہ ہیں جو محرومی اور انجام بے پناہ خطرناک اور اذیت ناک ہیں، کتنے ایسے گناہ ہیں جو محرومیِ رزق کا باعث بنتے ہیں، دل کو سیاہ کر دیتے ہیں، بصیرت کو زائل کر دیتے ہیں، اہل و عیال اور اموال کی تباہی کا سبب بنتے ہیں اور برے انجام اور بدحالی سے دوچار کر دیتے ہیں۔

گناہ کفر کا پیش خیمہ ہیں:

بندے کو چاہیے کہ گناہ سے فرار حاصل کر کے ارحم الراحمین کی پناہ میں آ جائے، جس کا اعلان ہے:

> ''جو میری طرف ایک بالشت کے برابر آتا ہے، میں ایک فٹ اس کی طرف جاتا ہوں، جو میری طرف ایک فٹ آتا ہے، میں اس کی طرف ایک گز آتا ہوں، جو میرے پاس چل کر آتا ہے، میں اس کے پاس بھاگ کر آتا ہوں۔''

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، صلہ رحمی کرنا، مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا، اپنا دل صاف رکھنا، احسان کرنا، غریبوں اور بے کسوں کی مدد کرنا، تنگ دستوں کے قرضے ادا کرنا، پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں دور کرنا، یہ تمام امور اسباب مغفرت اور اللہ ارحم الراحمین کی رحمت کے بادلوں میں شمار ہوتے ہیں۔

قیامت کے دن بندہ اللہ کے روبرو کھڑا ہوگا، اس کے گناہوں، عیبوں اور غلطیوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

> ''یہ تنگ دستوں کو معاف کرتا تھا اور ہم اس سے صرفِ نظر کرنے

کے زیادہ حق دار ہیں، لہٰذا میں نے اپنے بندے سے صرفِ نظر کیا اور اس کو معاف کر دیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''پہلی امتوں میں ایک آدمی تھا جو لوگوں کو قرض دیتا تھا اور اپنے غلاموں سے کہتا: اگر تم دیکھو کہ وہ تنگ دست ہے تو اس سے تجاوز کر جاؤ، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے تجاوز کر جائے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا: ہم اپنے بندے کو معاف کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں، میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا ہے، اس کو جنت میں لے جاؤ۔''

لہٰذا بندوں پر رحم اور احسان کرنا اور ان سے درگزر سے کام لینا، رحمتِ الٰہی کے حصول کا سبب ہے، جو لوگوں کے ساتھ عفو و کرم کا رویہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ رحمت بھرا سلوک کریں گے۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر
خدا مہربان ہو گا عرشِ بریں پر

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور ہم پر رحم فرمائے۔

خاتمہ

تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس کی حمد کے ساتھ نیک کام تکمیل پذیر ہوتے ہیں۔ میں اس عاجزانہ کاوش کے اختتام پر اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہماری نیتوں کی اصلاح فرمائے، ہماری غلطیوں سے درگزر فرمائے اور ہماری اولاد اور تمام مسلمانوں کی اولاد کی اصلاح اور حفاظت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ [الفرقان: ٧٤]

”اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔“

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ سيد الأولين والآخرين محمد، عليه وعلىٰ آله وأصحابه أفضل الصلاة وأتم التسليم.

500

سوال و جواب

برائے

جادو و جنات

تالیف

ڈاکٹر رضا عبداللہ پاشا

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ سعید الرحمٰن ہزاروی حفظہ تعالیٰ

مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

نظر ثانی

حافظ شاہد محمود

فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ بیت السلام

ریاض۔ لاہور

والدین کی نافرمانی کا انجام

لرزہ خیز حقائق اور عبرت ناک واقعات کے ساتھ

تالیف

ابراهیم بن عبدالله الحازمی

ترجمہ
فضیلۃ الشیخ مولانا رحمت اللہ شاکر حفظہ اللہ
مدرس جامعہ اسلامیہ سلفیہ گوجرانوالہ

نظرثانی
حافظ شاہد محمود
فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ بیت السلام
الریاض ، لاہور

100

حرام کاروبار اور تجارتی مُعاملات

تالیف

ابراهیم بن فتحی بن عبد المقتدر

نظرثانی

حافظ شاہد محمود
فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ بیت السلام
ریاض۔ لاهور



جنت
فتاویٰ
فتاویٰ
30
ہمسفر
ہمسفر
موت کے بعد
بہتر بدلہ